بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قرآنِ حکیم کے احکام

جلد چہارم

سُوۡرَۃُ الزُّمَرِ ۔۔۔۔ تا ۔۔۔۔ سُوۡرَۃُ النَّاسِ

آیات 1374 — احکام 253

از

پروفیسر ڈاکٹر محمد فائق صدیقی قادری بدایونی

ناشر

شکیب قاسم پبلی کیشنز

سی-۱۱/۸، گلبرگ فیڈرل بی-ایریا، کراچی

حقوق اشاعت عام

اشاعت اول	۲۰۱۵ءمطابق ۱۴۳۶ھ
طباعت	
کمپوزنگ	سید شعیب افتخار مسعودی
مکمل سیٹ چار جلد	۲۰۰۰ روپیہ
پروف ریڈنگ	ڈاکٹر مجیب عالم ڈاکٹر فیروز احمد
تعداد احکام	۲۵۳
تعداد آیات	۱۳۹۴

معاونت

محمّد اویس صدیقی قادری

محمّد بلال صدیقی قادری

محمّد زید صدیقی قادری

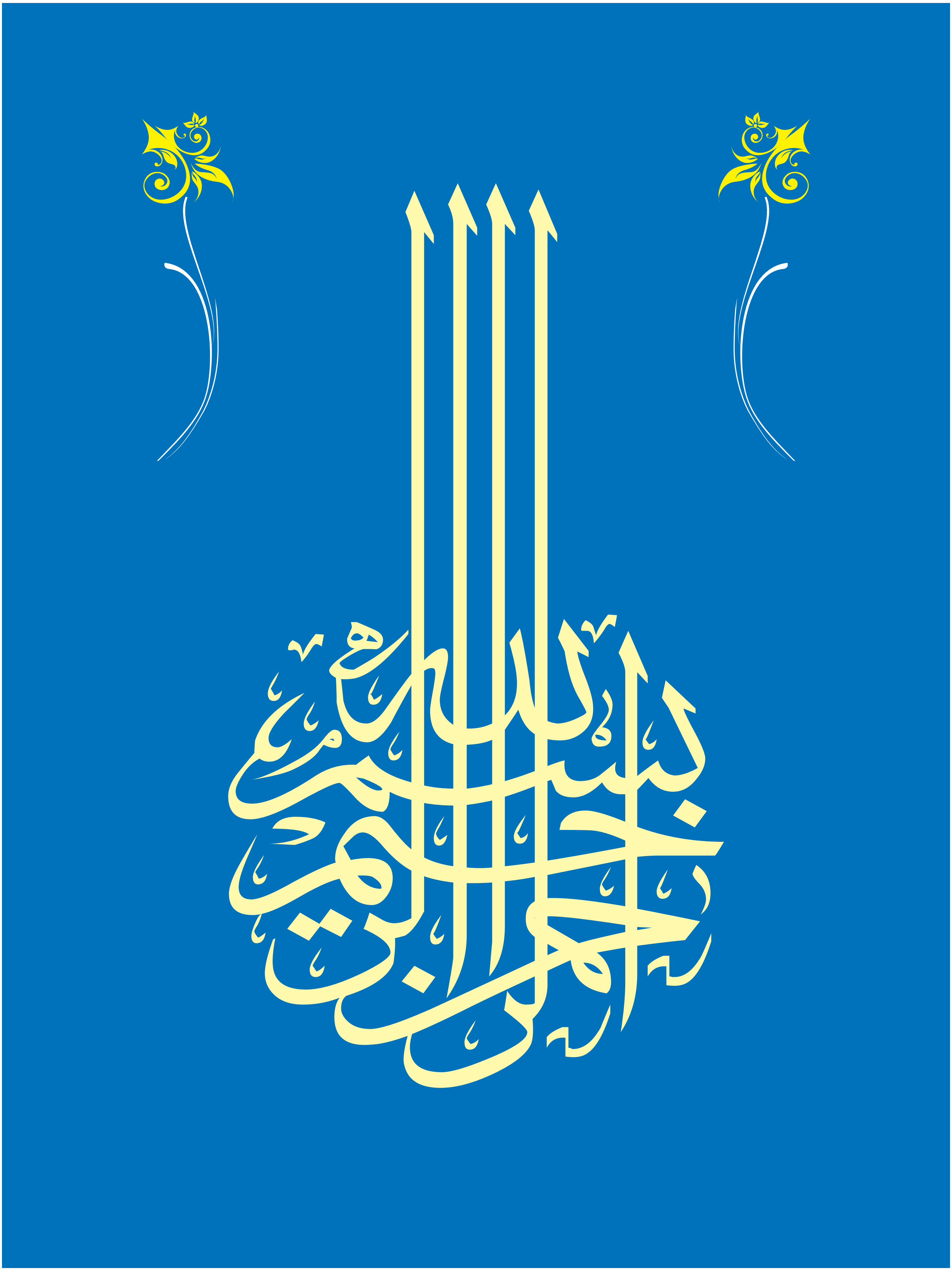
بسم الله الرحمن الرحيم

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰهِ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيۡتَ عَلٰٓى اِبۡرَاهِيۡمَ وَعَلٰٓى اٰلِ اِبۡرَاهِيۡمَ اِنَّكَ حَمِيۡدٌ مَّجِيۡدٌ۝

اے اللہ! محمد ﷺ پر اور محمد ﷺ کی آل پر رحمت نازل فرما
جس طرح آپ نے ابراہیم علیہ السّلام اور ابراہیم علیہ السّلام کی اولاد پر رحمت نازل فرمائی
آپ ہی لائق حمد ہیں، بزرگی والے ہیں

اَللّٰهُمَّ بَارِكۡ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكۡتَ عَلٰٓى اِبۡرَاهِيۡمَ وَعَلٰٓى اٰلِ اِبۡرَاهِيۡمَ اِنَّكَ حَمِيۡدٌ مَّجِيۡدٌ۝

اے اللہ محمد ﷺ یر اور محمد ﷺ کی آل یر برکت نازل فرما
جس طرح آپ نے ابراہیم علیہ السّلام اور ابراہیم علیہ السّلام کی اولاد پر برکت نازل فرمائی
بے شک آپ ہی لائق حمد ہیں، بزرگی والے ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اِنَّ هٰذِهٖ تَذۡكِرَةٌ ۚ

فَمَنۡ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيۡلًا ﴿۱۹﴾ ع

(سُوۡرَةُ الۡمُزَّمِّل)

بے شک یہ (قرآن) ایک نصیحت ہے

سو جو چاہے اپنے رب کی طرف جانے

کا راستہ اختیار کرے

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ
وَابۡتَغُوۡۤا اِلَيۡهِ الۡوَسِيۡلَةَ وَجَاهِدُوۡا
فِىۡ سَبِيۡلِهٖ لَعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ ﴿۳۵﴾

(اَلۡمَآئِدَة)

اے ایمان والو! تقویٰ کرو اللہ کے لیئے اور
تلاش کرو اس تک پہنچنے کا وسیلہ اور جہاد کرو
اس کی راہ میں کہ تم فلاح پاؤ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قرآن حکیم ھدایت ہے

تقویٰ کرنے والوں کے لیئے۔

غیب پر ایمان لانے والوں کے لیئے۔

صلوٰۃ قائم کرنے والوں کے لیئے۔

رزق سے انفاق کرنے والوں کے لیئے۔

تنزیل پر ایمان لانے والوں کے لیئے۔

اور

آخرت کا یقین رکھنے والوں کے لیئے۔

(لَارَیۡبَ فِیۡہِ)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اسمائے ربیؒ، جن کے بغیر نماز نہیں ہوتی

اللہ

رب، رحمان، رحیم

مالک، سبحان، حمید

مجید

ختم نماز پر

(دعائے مسنون میں اہم نام)

سلام - ذُو الۡجَلٰلِ وَ الۡاِكۡرَامِ

(غلامان غلام محمد فائق)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حمد - تسبیح - عبادت اور تقویٰ بڑھائیے

کلمۂ طیّب، لاحول

استغفار اور درود شریف کا وِرد جاری رکھیں

ایجابی صفاتِ ربیّ کا وِرد **حمد** ہے

سلبی صفاتِ ربیّ کی نفی **تسبیح** ہے

اوامر کی تعمیل **عبادت** ہے

کبر و کبرائی اللہ کے لیے عجز و عاجزی بندے کے لیے ہے

اللہ ربِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے، بندہ غلامِ غلامِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے

میرا ماہی صلِّ علیٰ میں کچھ بھی نہیں

(غلامانِ غلام محمد فائق)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

انتساب۔۔۔!

لکھی میں نے یہ شرحِ احکامِ قرآں
بہ فیضانِ لطفِ کمالِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم
کیا مُنتَسَب اس کو پھر میں نے فائقؔ
بنامِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم و آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

(فائقؔ بدایونی)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

فہرستِ احکامات

حکم نمبر	نام سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۸۴۸	الزّمر	۲	۲۳
۸۴۹	الزّمر	۸	۲۴
۸۵۰	الزّمر	۹	۲۴
۸۵۱	الزّمر	۱۰	۲۵
۸۵۲	الزّمر	۱۱۔۱۲	۲۶
۸۵۳	الزّمر	۱۳	۲۷
۸۵۴	الزّمر	۱۴	۲۸
۸۵۵	الزّمر	۱۵	۲۹
۸۵۶	الزّمر	۱۶	۳۰
۸۵۷	الزّمر	۱۷	۳۱
۸۵۸	الزّمر	۳۸	۳۲
۸۵۹	الزّمر	۳۹۔۴۰	۳۳
۸۶۰	الزّمر	۴۳	۳۴
۸۶۱	الزّمر	۴۴	۳۵
۸۶۲	الزّمر	۴۶	۳۶
۸۶۳	الزّمر	۵۳	۳۷
۸۶۴	الزّمر	۵۴	۳۹
۸۶۵	الزّمر	۵۵	۴۰
۸۶۶	الزّمر	۶۴تا۶۶	۴۱
۸۶۷	الزّمر	۷۲	۴۲
۸۶۸	المؤمن	۱۴	۴۳
۸۶۹	المؤمن	۱۸	۴۳
۸۷۰	المؤمن	۳۸تا۴۳	۴۴
۸۷۱	المؤمن	۵۵	۴۵
۸۷۲	المؤمن	۵۶	۴۸
۸۷۳	المؤمن	۶۰	۴۹
۸۷۴	المؤمن	۶۵	۵۰
۸۷۵	المؤمن	۶۶	۵۱
۸۷۶	المؤمن	۷۷	۵۲
۸۷۷	حٰم السّجدۃ	۶	۵۳

صفحہ نمبر	آیت نمبر	نام سورة	حکم نمبر
۸۷۸	حٰمٓ السّجدة	۹	۵۴
۸۷۹	حٰمٓ السّجدة	۱۳	۵۵
۸۸۰	حٰمٓ السّجدة	۳۴	۵۶
۸۸۱	حٰمٓ السّجدة	۳۶	۵۷
۸۸۲	حٰمٓ السّجدة	۳۷	۵۸
۸۸۳	حٰمٓ السّجدة	۴۴	۵۹
۸۸۴	حٰمٓ السّجدة	۵۲	۶۰
۸۸۵	حٰمٓ السّجدة	۵۴	۶۱
۸۸۶	الشّوریٰ	۵	۶۲
۸۸۷	الشّوریٰ	۷	۶۳
۸۸۸	الشّوریٰ	۱۳	۶۴
۸۸۹	الشّوریٰ	۱۵	۶۶
۸۹۰	الشّوریٰ	۲۳	۶۸
۸۹۱	الشّوریٰ	۴۳	۶۹
۸۹۲	الشّوریٰ	۴۵	۷۰
۸۹۳	الشّوریٰ	۴۷	۷۱
۸۹۴	الشّوریٰ	۵۲۔۵۳	۷۲
۸۹۵	الزّخرف	۱۲	۷۳

حکم نمبر	نام سورة	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۸۹۶	الزّخرف	۴۳۔۴۴	۷۴
۸۹۷	الزّخرف	۴۵	۷۵
۸۹۸	الزّخرف	۶۱	۷۶
۸۹۹	الزّخرف	۶۳۔۶۴	۷۸
۹۰۰	الزّخرف	۶۸تا۷۰	۷۹
۹۰۱	الزّخرف	۸۱تا۸۳	۸۰
۹۰۲	الزّخرف	۸۹	۸۱
۹۰۳	الدخان	۱۰	۸۲
۹۰۴	الدخان	۱۸تا۲۱	۸۲
۹۰۵	الدخان	۲۳۔۲۴	۸۴
۹۰۶	الدخان	۴۷تا۴۹	۸۵
۹۰۷	الدخان	۵۹	۸۶
۹۰۸	الجاثیة	۸	۸۶
۹۰۹	الجاثیة	۱۴	۸۷
۹۱۰	الجاثیة	۱۸	۸۸
۹۱۱	الجاثیة	۲۳	۸۹
۹۱۲	الجاثیة	۲۶	۹۰
۹۱۳	احقاف	۴	۹۱

حکم نمبر	نام سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۹۱۴	احقاف	۸	۹۲
۹۱۵	احقاف	۹	۹۴
۹۱۶	احقاف	۱۰	۹۵
۹۱۷	احقاف	۱۷	۹۶
۹۱۸	احقاف	۲۱	۹۷
۹۱۹	احقاف	۳۰۔۳۱	۹۹
۹۲۰	احقاف	۳۴	۱۰۰
۹۲۱	احقاف	۳۵	۱۰۱
۹۲۲	محمّد	۴	۱۰۲
۹۲۳	محمّد	۷	۱۰۴
۹۲۴	محمّد	۱۹	۱۰۵
۹۲۵	محمّد	۳۳	۱۰۶
۹۲۶	محمّد	۳۵	۱۰۷
۹۲۷	الفتح	۸۔۹	۱۰۸
۹۲۸	الفتح	۱۰	۱۰۹
۹۲۹	الفتح	۱۱	۱۱۰
۹۳۰	الفتح	۱۵	۱۱۱
۹۳۱	الفتح	۱۶	۱۱۲
۹۳۲	الحجرات	۱	۱۱۳
۹۳۳	الحجرات	۲	۱۱۵
۹۳۴	الحجرات	۶	۱۱۶
۹۳۵	الحجرات	۷	۱۱۷
۹۳۶	الحجرات	۹	۱۱۹
۹۳۷	الحجرات	۱۰	۱۲۰
۹۳۸	الحجرات	۱۱	۱۲۲
۹۳۹	الحجرات	۱۲	۱۲۳
۹۴۰	الحجرات	۱۴	۱۲۴
۹۴۱	الحجرات	۱۶	۱۲۶
۹۴۲	الحجرات	۱۷	۱۲۷
۹۴۳	قٓ	۲۴تا۲۶	۱۲۸
۹۴۴	قٓ	۳۳۔۳۴	۱۲۹
۹۴۵	قٓ	۳۹۔۴۰	۱۳۰
۹۴۶	قٓ	۴۱۔۴۲	۱۳۱
۹۴۷	قٓ	۴۵	۱۳۲
۹۴۸	الذٰریٰت	۵۰	۱۳۳
۹۴۹	الذٰریٰت	۵۱	۱۳۴

حکم نمبر	نام سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۹۵۰	الذّٰرِیٰت	۵۴	۱۳۴
۹۵۱	الذّٰرِیٰت	۵۵	۱۳۵
۹۵۲	الطّور	۱۶	۱۳۶
۹۵۳	الطّور	۱۹	۱۳۷
۹۵۴	الطّور	۲۹	۱۳۷
۹۵۵	الطّور	۳۱	۱۳۸
۹۵۶	الطّور	۴۵	۱۳۹
۹۵۷	الطّور	۴۸-۴۹	۱۴۰
۹۵۸	النّجم	۲۹	۱۴۱
۹۵۹	النّجم	۳۲	۱۴۲
۹۶۰	النّجم	۶۲	۱۴۳
۹۶۱	القمر	۶-۷	۱۴۳
۹۶۲	القمر	۲۷	۱۴۵
۹۶۳	القمر	۳۷-۳۹	۱۴۶
۹۶۴	القمر	۴۸	۱۴۶
۹۶۵	الرّحمٰن	۹	۱۴۷
۹۶۶	الرّحمٰن	۱۳	۱۴۹
۹۶۷	الرّحمٰن	۳۳	۱۴۹
۹۶۸	الواقعۃ	۴۹-۵۰	۱۵۰
۹۶۹	الواقعۃ	۷۴	۱۵۱
۹۷۰	الحدید	۷	۱۵۲
۹۷۱	الحدید	۱۱	۱۵۳
۹۷۲	الحدید	۱۷	۱۵۴
۹۷۳	الحدید	۲۰	۱۵۵
۹۷۴	الحدید	۲۱	۱۵۶
۹۷۵	الحدید	۲۳	۱۵۸
۹۷۶	الحدید	۲۸	۱۵۹
۹۷۷	المجادلۃ	۲تا۴	۱۶۰
۹۷۸	المجادلۃ	۹	۱۶۲
۹۷۹	المجادلۃ	۱۰	۱۶۳
۹۸۰	المجادلۃ	۱۱	۱۶۴
۹۸۱	المجادلۃ	۱۲	۱۶۵
۹۸۲	المجادلۃ	۱۳	۱۶۶
۹۸۳	الحشر	۲	۱۶۷
۹۸۴	الحشر	۷	۱۶۹
۹۸۵	الحشر	۱۸	۱۷۰

حکم نمبر	نام سورة	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۹۸۶	الحشر	۱۹	۱۷۱
۹۸۷	الممتحنة	۱	۱۷۲
۹۸۸	الممتحنة	۸	۱۷۴
۹۸۹	الممتحنة	۹	۱۷۵
۹۹۰	الممتحنة	۱۰	۱۷۶
۹۹۱	الممتحنة	۱۱	۱۷۸
۹۹۲	الممتحنة	۱۲	۱۷۹
۹۹۳	الممتحنة	۱۳	۱۸۰
۹۹۴	الصّف	۲_۳	۱۸۱
۹۹۵	الصّف	۷	۱۸۲
۹۹۶	الصّف	۱۰تا۱۲	۱۸۳
۹۹۷	الصّف	۱۳	۱۸۴
۹۹۸	الصّف	۱۴	۱۸۵
۹۹۹	الجمعة	۶	۱۸۶
۱۰۰۰	الجمعة	۸	۱۸۷
۱۰۰۱	الجمعة	۹_۱۰	۱۸۹
۱۰۰۲	الجمعة	۱۱	۱۹۰
۱۰۰۳	المنٰفقون	۴	۱۹۱
۱۰۰۴	المنٰفقون	۹	۱۹۲

حکم نمبر	نام سورة	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۱۰۰۵	المنٰفقون	۱۰	۱۹۴
۱۰۰۶	التّغابن	۷	۱۹۵
۱۰۰۷	التّغابن	۸	۱۹۷
۱۰۰۸	التّغابن	۱۲	۱۹۹
۱۰۰۹	التّغابن	۱۳	۲۰۰
۱۰۱۰	التّغابن	۱۴_۱۵	۲۰۱
۱۰۱۱	التّغابن	۱۶	۲۰۳
۱۰۱۲	الطّلاق	۱	۲۰۴
۱۰۱۳	الطّلاق	۲	۲۰۶
۱۰۱۴	الطّلاق	۴	۲۰۸
۱۰۱۵	الطّلاق	۵	۲۰۹
۱۰۱۶	الطّلاق	۶	۲۱۰
۱۰۱۷	الطّلاق	۷	۲۱۲
۱۰۱۸	الطّلاق	۱۰	۲۱۴
۱۰۱۹	التّحريم	۱	۲۱۵
۱۰۲۰	التّحريم	۲	۲۱۶
۱۰۲۱	التّحريم	۴	۲۱۷
۱۰۲۲	التّحريم	۶	۲۱۹
۱۰۲۳	التّحريم	۷	۲۲۰

حکم نمبر	نام سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۱۰۲۴	التّحریم	۹	۲۲۱
۱۰۲۵	الملک	۳۔۴	۲۲۲
۱۰۲۶	الملک	۱۲	۲۲۳
۱۰۲۷	الملک	۲۳	۲۲۵
۱۰۲۸	الملک	۲۴	۲۲۶
۱۰۲۹	الملک	۲۵۔۲۶	۲۲۸
۱۰۳۰	الملک	۲۸	۲۲۹
۱۰۳۱	الملک	۲۹	۲۳۰
۱۰۳۲	الملک	۳۰	۲۳۱
۱۰۳۳	القلم	۸۔۹	۲۳۲
۱۰۳۴	القلم	۱۰تا۱۵	۲۳۳
۱۰۳۵	القلم	۱۷تا۱۹	۲۳۵
۱۰۳۶	القلم	۴۸تا۵۰	۲۳۷
۱۰۳۷	الحاقّۃ	۲۴	۲۳۸
۱۰۳۸	الحاقّۃ	۳۰۔۳۴	۲۳۹
۱۰۳۹	الحاقّۃ	۵۲	۲۴۰
۱۰۴۰	المعارج	۵تا۱۰	۲۴۲
۱۰۴۱	المعارج	۴۲	۲۴۳
۱۰۴۲	نوح	۲تا۴	۲۴۴
۱۰۴۳	نوح	۱۰	۲۴۵
۱۰۴۴	الجن	۱تا۳	۲۴۶
۱۰۴۵	الجن	۱۸	۲۴۷
۱۰۴۶	الجن	۲۰	۲۴۸
۱۰۴۷	الجن	۲۱	۲۴۹
۱۰۴۸	الجن	۲۲	۲۵۰
۱۰۴۹	الجن	۲۳	۲۵۱
۱۰۵۰	الجن	۲۵	۲۵۳
۱۰۵۱	المزّمّل	۱تا۴	۲۵۳
۱۰۵۲	المزّمّل	۸	۲۵۷
۱۰۵۳	المزّمّل	۹	۲۵۷
۱۰۵۴	المزّمّل	۱۰	۲۵۸
۱۰۵۵	المزّمّل	۱۱	۲۵۹
۱۰۵۶	المزّمّل	۱۵	۲۶۰
۱۰۵۷	المزّمّل	۱۹	۲۶۱
۱۰۵۸	ا المزّمّل	۲۰	۲۶۲
۱۰۵۹	المدثر	۲تا۷	۲۶۴
۱۰۶۰	المدثر	۴۲تا۴۶	۲۶۶
۱۰۶۱	القیٰمۃ	۱۶تا۱۹	۲۶۷

حکم نمبر	نام سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۱۰۶۲	الدّہر	۷-۸	۲۶۹
۱۰۶۳	الدّہر	۲۴تا۲۶	۲۶۹
۱۰۶۴	المرسلٰت	۴۳-۴۴	۲۷۱
۱۰۶۵	المرسلٰت	۴۵تا۴۹	۲۷۱
۱۰۶۶	النّبا	۳۰	۲۷۳
۱۰۶۷	النّبا	۳۹	۲۷۴
۱۰۶۸	النّزعٰت	۱۷تا۲۱	۲۷۵
۱۰۶۹	النّزعٰت	۳۷تا۴۱	۲۷۶
۱۰۷۰	عبس	۱تا۱۲	۲۷۷
۱۰۷۱	عبس	۲۳تا۳۲	۲۷۹
۱۰۷۲	التّکویر	۲۷تا۲۹	۲۸۱
۱۰۷۳	المطففین	۱تا۶	۲۸۲
۱۰۷۴	المطففین	۲۶تا۲۷	۲۸۳
۱۰۷۵	الانشقاق	۲۴	۲۸۴
۱۰۷۶	الطّارق	۱۷	۲۸۵
۱۰۷۷	الاعلیٰ	۱-۲	۲۸۶
۱۰۷۸	الاعلیٰ	۹تا۱۱	۲۸۷
۱۰۷۹	الغاشیۃ	۲۱-۲۲	۲۸۹
۱۰۸۰	الفجر	۱۷تا۲۰	۲۹۰
۱۰۸۱	الفجر	۲۷تا۳۰	۲۹۲
۱۰۸۲	البلد	۱۰تا۱۶	۲۹۳
۱۰۸۳	الضّحیٰ	۹	۲۹۵
۱۰۸۴	الضّحیٰ	۱۰	۲۹۶
۱۰۸۵	الضّحیٰ	۱۱	۲۹۸
۱۰۸۶	الم نشرح	۷-۸	۲۹۹
۱۰۸۷	العلق	۱تا۵	۳۰۱
۱۰۸۸	العلق	۱۹	۳۰۳
۱۰۸۹	البیّنۃ	۵	۳۰۴
۱۰۹۰	العصر	۳	۳۰۵
۱۰۹۱	الھمزۃ	۱	۳۰۶
۱۰۹۲	الھمزۃ	۲تا۴	۳۰۷
۱۰۹۳	قریش	۳-۴	۳۰۹
۱۰۹۴	الماعون	۱تا۷	۳۱۰
۱۰۹۵	الکوثر	۲	۳۱۳
۱۰۹۶	الکٰفرون	۱تا۶	۳۱۵
۱۰۹۷	النّصر	۳	۳۱۷
۱۰۹۸	الاخلاص	۱تا۴	۳۱۸
۱۰۹۹	الفلق	۱تا۵	۳۲۰
۱۱۰۰	النّاس	۱تا۶	۳۲۲

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

مختصرات جلد چہارم

نمبر شمار	نام سورہ	تعداد آیات	تعداد احکام	تنزیل
.39	الزّمر	75	848سے 867 =20	مکی
.40	المؤمن	85	868سے 876 =09	مکی
.41	حٰم السجدة	54	877سے 885 =09	مکی
.42	الشوٰری	53	886سے 894 =09	مکی
.43	الزخرف	89	895سے 902 =08	مکی
.44	الدخان	59	903سے 907 =05	مکی
.45	الجاثیه	37	908سے 912 =05	مکی
.46	الاحقاف	35	913سے 921 =09	مکی
.47	محمد ﷺ	38	922سے 926 =05	مدنی
.48	الفتح	29	927سے 931 =05	مدنی
.49	الحجرات	18	932سے 942 =11	مدنی
.50	قٓ	45	943سے 947 =05	مکی
.51	الذریٰت	60	948سے 951 =04	مکی
.52	الطور	49	952سے 957 =06	مکی
.53	النجم	62	958سے 960 =03	مکی
.54	القمر	55	961سے 964 =04	مکی
.55	الرّحمٰن	78	965سے 967 =03	مکی

نمبر شمار	نام سورہ	تعداد آیات	تعداد احکام	تنزیل
56.	الواقعة	96	968 سے 969 = 02	مکی
57.	الحديد	29	970 سے 976 = 07	مدنی
58.	المجادلة	22	977 سے 982 = 06	مدنی
59.	الحشر	24	983 سے 986 = 04	مدنی
60.	الممتحنة	13	987 سے 993 = 07	مدنی
61.	الصف	14	994 سے 998 = 05	مدنی
62.	الجمعة	11	999 سے 1002 = 04	مدنی
63.	المنٰفقون	11	1002 سے 1005 = 03	مدنی
64.	التغابن	18	1006 سے 1011 = 06	مدنی
65.	الطلاق	12	1012 سے 1019 = 08	مدنی
66.	التحريم	12	1020 سے 1024 = 05	مدنی
67.	الملک	30	1025 سے 1032 = 08	مکی
68.	القلم	52	1033 سے 1036 = 04	مکی
69.	الحاقة	52	1037 سے 1039 = 03	مکی
70.	المعارج	44	1040 سے 1041 = 02	مکی
71.	نوح	28	1042 سے 1043 = 02	مکی
72.	الجن	28	1044 سے 1050 = 07	مکی
73.	المزّمّل	20	1051 سے 1058 = 08	مکی
74.	المدّثّر	56	1059 سے 1060 = 02	مکی
75.	القيٰمة	40	1061 سے 1061 = 01	مکی
76.	الدهر	31	1062 سے 1063 = 02	مدنی

نمبر شمار	نام سورہ	تعداد آیات	تعداد احکام	تنزیل
.77	المرسلت	50	1064سے1065 =02	مکی
.78	النبأ	40	1066سے1067 =02	مکی
.79	النزعات	46	1068سے1069 =02	مکی
.80	عبس	42	1070سے1071 =02	مکی
.81	التکویر	29	1072سے1072 =01	مکی
.82	الانفطاء	19	سے =00	مکی
.83	المطففین	32	1073سے1074 =02	مکی
.84	الانشقاق	25	1075سے1075 =01	مکی
.85	البروج	22	سے =00	مکی
.86	الطارق	17	1076سے1076 =01	مکی
.87	الاعلیٰ	19	1077سے1078 =02	مکی
.88	الغاشیة	26	1079سے1079 =01	مکی
.89	الفجر	30	1080سے1081 =02	مکی
.90	البلد	20	1082سے1082 =01	مکی
.91	الشمس	15	سے =00	مکی
.92	اللیل	21	سے =00	مکی
.93	الضحیٰ	11	1083سے1085 =03	مکی
.94	الم نشرح	8	1086سے1086 =01	مکی
.95	التین	8	سے =00	مکی
.96	العلق	19	1087سے1088 =02	مکی
.97	القدر	5	سے =00	مکی

نمبر شمار	نام سورہ	تعداد آیات	تعداد احکام	تنزیل
.98	البینۃ	8	1089سے1089 =01	مدنی
.99	الزلزال	8	سے =00	مدنی
.100	العٰدیٰت	11	سے =00	مکی
.101	القارعۃ	11	سے =00	مکی
.102	التکاثر	8	سے =00	مکی
.103	العصر	3	1090سے1090 =01	مکی
.104	الھمزۃ	9	1091سے1092 =02	مکی
.105	الفیل	5	سے =00	مکی
.106	قریش	4	1093سے1093 =01	مکی
.107	الماعون	7	1094سے1094 =01	مکی
.108	الکوثر	3	1095سے1095 =01	مکی
.109	الکافرون	6	1096سے1096 =01	مکی
.110	النصر	3	1097سے1097 =01	مدنی
.111	اللھب	5	سے =00	مکی
.112	الاخلاص	4	1098سے1098 =01	مکی
.113	الفلق	5	1099سے1099 =01	مکی
.114	الناس	6	1100سے1100 =01	مکی
	کل سورتیں(۷۶)	2174	253	مکی(59)، مدنی(17)

جلد اوّل کے

صفحات نمبر ۲۱ تا ۴۹

ضرور پڑھیئے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حکم نمبر ۸۴۸

سرکار ﷺ پر حق کے ساتھ قرآنِ حکیم کے نازل کیئے جانے کا اعلان اور اللہ کی عبادت کرتے رہنے کا حکم۔۔خالص اللہ کی بندگی کے لیئے۔

سُوۡرَۃُ الزُّمَر آیت نمبر ۲

ارشاد ہے کہ "اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡکَ الۡکِتٰبَ بِالۡحَقِّ فَاعۡبُدِ اللّٰہَ مُخۡلِصًا لَّہُ الدِّیۡنَ ؕ﴿۲﴾" بے شک ہم نے نازل کی آپ کی طرف یہ کتاب سچائی کے ساتھ پس آپ عبادت کرتے رہیں خالص اللہ کی بندگی کے لیئے۔۔۔ آیتِ ھٰذا میں جو لفظ "دین" استعمال ہوا ہے وہ نہایت بلیغ اور کثیر المعانیٰ ہے جو کبھی مذہب، کبھی عبادت کہیں توحید، کبھی پرہیزگاری اور کہیں بندگی کے معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے۔ یہاں بندگی کے معنیٰ زیادہ مناسب معلوم ہوتے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ اللہ کی عبادت خالص اس کی بندگی کے لیئے کی جائے جس میں کسی غیر کی شرکت یا شمولیت نہ ہو اس مفہوم کی تصدیق آیت نمبر تین (۳) کے ابتدائی حصہ سے ہوتی ہے جس میں ارشاد ہوا ہے کہ "اَلَا لِلّٰہِ الدِّیۡنُ الۡخَالِصُ ؕ" غور سے سنو۔ خبردار۔ یاد رکھو (اَلَا) کہ بندگی صرف اللہ کے ہی لیئے ہے۔۔۔یعنی غیر اللہ کے لیئے یا کسی کی شرکت یا شمولیت سے جو عبادت کی جائے وہ حقیقی بندگی اللہ کی نہیں ہے اور سرکار ﷺ سے فرمایا گیا ہے کہ آپ اللہ کے لیئے ایسی خالص بندگی پر قائم رہ کر لوگوں کے سامنے نمونہ پیش کرتے رہیں۔

حکم نمبر ۸۴۹

سرکار ﷺ کو ارشاد فرمانے کا حکم کہ اے کفر کرنے والے تو اپنے کفر سے تھوڑا سا (دنیاوی) فائدہ حاصل کر لے بے شک تو دوزخی لوگوں میں سے ہے۔

سُوْرَةُ الزُّمَر	آیت نمبر ۸

آیتِ ھٰذا میں فرمایا گیا ہے کہ جب انسان کو کچھ ضرر یا تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اپنے رب کو پکارتا ہے پھر جب اللہ اپنی کسی نعمت سے اس کو نواز دیتا ہے تو پھر اس مصیبت کو بھول جاتا ہے جس کے لیئے دعا کر رہا تھا اور دوسروں کو اللہ کا شریک ٹھہرانے لگتا ہے کہ وہ اس کو بھٹکا دیں سیدھے راستے سے۔ آگے ارشاد ہوا کہ اے رسول ﷺ ایسے ناشکرے مشرک کو بتا دیجیئے اور اس سے کہہ دیجیئے "قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيْلًا ۖ اِنَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ۞" کہہ دیجیئے اپنے کفر سے تو تھوڑا سا فائدہ (دنیاوی) حاصل کر لے یقیناً تو دوزخی لوگوں میں سے ہے۔

حکم نمبر ۸۵۰

سرکار ﷺ کو یہ فرمانے کا حکم کہ جاننے اور علم رکھنے والے لوگ "نہ جاننے اور علم نہ رکھنے والے" برابر نہیں ہو سکتے اور نصیحت تو عقل والے لوگ ہی حاصل کرتے ہیں۔

سُوْرَةُ الزُّمَر آیت نمبر ۹

آیتِ ھٰذا کے آغاز میں استفہامیہ انداز میں بتایا گیا ہے یا پوچھا گیا ہے کہ کون بھلا ہے وہ جو راتوں میں سجدے کرتا ہے اور اللہ کے حضور کھڑا ہوتا ہے آخرت سے ڈرتا ہے اور اپنے رب سے رحمت کی امید رکھتا ہے۔۔۔ (یا وہ جو عارضی فائدے کفر سے حاصل کرتا ہے) اس کے بعد ارشاد ہوا کہ اے رسول صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم "قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۗ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝۹" کہیئے کیا جاننے والے لوگ اور وہ لوگ جو علم نہیں رکھتے برابر ہو سکتے ہیں؟ بے شک نصیحت وہی حاصل کرتے ہیں جو عقل والے سمجھدار لوگ ہیں۔

حکم نمبر ۸۵۱

سرکار صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کو یہ فرمانے کا حکم کہ اے ایمان لانے والے اللہ کے بندو! اپنے رب کے لیئے تقویٰ کرتے رہو۔ جن لوگوں نے اس دنیا میں نیکی کی ان کے لیئے ہی (دنیا و آخرت میں) بھلائی ہے۔

سُوْرَةُ الزُّمَر آیت نمبر ۱۰

آیتِ ھٰذا میں سرکار صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم سے فرمایا گیا ہے کہ آپ میرے ان بندوں کو جو ایمان لائے ہیں بتا دیجیئے یا ان سے کہیئے کہ اللہ کے عذاب سے ڈر کر گناہوں سے پرہیز یعنی تقویٰ کرتے رہو اور یہ کہ انجام ان کا ہی بہترین ہے جن لوگوں نے اس دنیا میں نیکیاں کی ہیں۔ ویسے اللہ کی زمین تو بہت وسیع ہے یعنی اس میں رہنے والے لوگ بے شمار ہیں مگر بے شمار ثواب ان کے ہی لیئے ہے جو

صبر کرنے والے ہیں یعنی راہ خدا میں مصیبتوں پر استقامت دکھانے اور حق پر قائم رہنے والے صابرین ہیں۔ ارشاد ہے کہ "قُلۡ یٰعِبَادِ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوۡا رَبَّکُمۡ ؕ لِلَّذِیۡنَ اَحۡسَنُوۡا فِیۡ ہٰذِہِ الدُّنۡیَا حَسَنَۃٌ ؕ وَ اَرۡضُ اللّٰہِ وَاسِعَۃٌ ؕ اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوۡنَ اَجۡرَہُمۡ بِغَیۡرِ حِسَابٍ ﴿۱۰﴾"

اے ایمان لانے والے اللہ کے بندو! اپنے رب سے ڈرتے رہو (اس کے عذاب آخرت سے ڈر کر گناہوں سے پرہیز کرتے رہو) جن لوگوں نے اس دنیا میں اچھائیاں کیں ان کے لیئے ہی بھلائی ہے۔ اللہ کی زمین بہت وسیع ہے (یعنی اس میں بے شمار لوگ ہیں مگر) بے حساب ثواب اور نیک بدلہ ان کے لیئے ہے جو (اللہ کے واسطے) صبر کرنے والے ہیں یعنی ناموافق حالات میں بھی برداشت کے ساتھ دین پر قائم رہتے ہیں اور اللہ کی راہ میں جدوجہد کرتے ہیں۔

حکم نمبر ۸۵۲

اے رسول ﷺ آپ بتادیجیئے کہ مجھ کو تو حکم ہے اللہ کی ایسی عبادت کرنے کا جو خالص اس کی بندگی کے لیئے ہے اور یہ بھی حکم ہے کہ میں پہلا مسلمان بنوں (یعنی ایسی بندگی کے لیئے پہل کروں)

سُوۡرَۃُ الزُّمَر	آیت نمبر ۱۱۔ ۱۲

ارشاد ہے کہ "قُلۡ اِنِّیۡۤ اُمِرۡتُ اَنۡ اَعۡبُدَ اللّٰہَ مُخۡلِصًا لَّہُ الدِّیۡنَ ﴿۱۱﴾"

فرمادیجیئے۔۔۔ کہدیں۔۔۔ بتادیں کہ بے شک مجھ کو حکم ہے کہ میں عبادت کروں خالصتاً اس کی بندگی (دین) کے لیئے۔۔۔ اور یہ بھی حکم ہے کہ سب سے پہلا مسلم رہوں اور مَیں ایسی عبادت

سب سے پہلے کروں یعنی تسلیم و تعمیل میں پہل کرنے والا بنوں" وَ اُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۱۲﴾"

آیتِ ھٰذا میں دو باتیں ارشاد کی گئی ہیں اوّل عبادت کو صرف اللہ کے لیئے خالص کرنا یعنی شرک سے دور رہنا اور اس کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرنا۔ دوسرا حکم سرکار ﷺ کو "اَوَّلَ الْمُسْلِمِيْنَ" ہونے کا ہے یعنی سب سے پہلے تسلیم کرنے والا۔۔ مراد یہ ہے کہ اللہ کے لیئے بغیر شرکتِ غیر عبادت خالص کر کے نمونہ بننے کو کہا گیا ہے دوسرے مسلمانوں کے لیئے حق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے (قرآن حکیم) اپنے احکام کی تعمیل کا عملی نمونہ سرکار ﷺ کو بنایا تھا سو آیت نمبر ۱۱ میں جو حکم ہے آیت نمبر ۱۲ میں سرکار ﷺ کو اس کا عملی نمونہ بننے کے لیئے کہا گیا ہے۔

حکم نمبر ۸۵۳

کہہ دیجیئے اے رسول ﷺ کہ میں اپنے رب کی نافرمانی پر بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔

سُوْرَةُ الزُّمَر	آیت نمبر ۱۳

آیتِ ھٰذا میں سرکار ﷺ کو یہ فرمانے کا حکم دیا گیا ہے کہ مجھ کو بھی یوم عظیم کے عذاب سے ڈر لگتا ہے اگر مجھ سے بھی اپنے رب کے احکام کی تعمیل میں کوئی کوتاہی ہو جائے۔

یہ حکم بھی قرآنِ حکیم کے ایسے ہی احکام میں شامل ہے جہاں سرکار ﷺ سے مخاطب ہو کر حکم اہل ایمان کو دیا گیا ہے۔ یہ بات یوں ذہن میں رکھنی چاہیئے کہ سرکار ﷺ کی ذاتِ اقدس کے لیئے تو عذاب کا کوئی تصور ہی نہیں ہے کہ آپ تو کجا آپ کے بہت سے غلام یا صحابی ناجی و

مبشر ہیں اور آپ اپنی امت کے خطا کاروں اور گناہ گاروں کے لیئے اللہ کی طرف سے شفیع مقرر کیئے گئے ہیں اختیار کردہ طریقۂ بیان، کلام کی بلاغت وابلاغ کا ایک مؤثر لہجہ ہے۔ ارشاد ہے کہ "قُلۡ اِنِّیۡۤ اَخَافُ اِنۡ عَصَیۡتُ رَبِّیۡ عَذَابَ یَوۡمٍ عَظِیۡمٍ ﴿۱۳﴾" فرمادیجیئے کہ مجھ کو خوف ہے اگر میں بھی خلافِ حکم ربی کچھ کروں بڑے دن کے عذاب کا۔

حکم نمبر ۸۵۴

اے رسول ﷺ بتادیجیئے لوگوں کو کہ میں اللہ کی عبادت خالص اس کی بندگی کے لیئے کرتا ہوں یا اپنی بندگی / مذہب / عبادت / پرہیزگاری کو اس کے لیئے خالص کر کے (بغیر کسی شرک کے) اس کی عبادت کرتا ہوں۔

سُوۡرَۃُ الزُّمَر	آیت نمبر ۱۴

ارشاد ہے کہ "قُلِ اللّٰہَ اَعۡبُدُ مُخۡلِصًا لَّہٗ دِیۡنِیۡ ﴿۱۴﴾" کہہ دیجیئے کہ اللہ کی عبادت کرتا ہوں میں اپنے دین (یعنی بندگی، مذہب، پرہیزگاری / یا عبادت) کو اسی کے لیئے خالص کر کے۔۔۔ یعنی یہ کہ میری عبادت خالص اللہ واحد ولاشریک کے لیئے ہے یا یہ کہ خالص ہے صرف اللہ کے لیئے اور اس میں کوئی غیر شریک نہیں ہے مراد یہ ہے کہ مومن کی عبادت صرف اللہ کے لیئے ہے جبکہ مشرک اپنی عبادت میں اللہ کے ساتھ دوسروں کو بھی شریک کرتا ہے جو خلاف حکم قرآنی اور خلاف سنت رسول ﷺ ہے۔

حکم نمبر ۸۵۵

فرمادیجیئے، اے رسول ﷺ مشرکین سے کہ تم اللہ کے سوا جس کی عبادت کرو تمہاری مرضی مگر گھاٹے میں وہ سب لوگ ہیں جنہوں نے خود کو اور اپنے گھر والوں کو یوم قیامت کے خسارے میں ڈالا خبر دار کہ یہ خسارہ بالکل کھلا خسارہ ہے۔

سُوْرَةُ الزُّمَر	آیت نمبر ۱۵

آیتِ ھٰذا میں سرکار ﷺ کو مشرکین سے یہ فرمادینے کا حکم دیا گیا ہے کہ تم اگر اللہ کے سوا کسی غیر کی عبادت کرو یا اس کو اللہ کا شریک بناؤ تو یہ تمہاری مرضی مگر یہ سمجھ لو کہ ایسا کرنے والے لوگ وہ ہیں جو خود کو اور اپنے گھر والوں کو روز قیامت کے گھاٹے میں مبتلا کر رہے ہیں اور یہ گھاٹا کھلا گھاٹا ہے یعنی ان پر قیامت آنے پر ایسا عذاب کیا جائے گا کہ وہ کسی کی سفارش یا کوشش سے ٹل نہ سکے گا اور وہ بہت بڑا نقصان ہے جس سے تم کو پہلے ہی آگاہ کر دیا گیا ہے۔ اب تمہاری مرضی ہے کہ تم اپنے اور اپنے اہل و عیال کے لیئے کھلے گھاٹے کا سودا کرو۔۔۔۔ ارشاد ہے کہ "فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ ؕ قُلْ اِنَّ الْخٰسِرِیْنَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ وَ اَهْلِیْهِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِیْنُ ۝۱۵ "عبادت کرو تم یا کرتے رہو جس کی چاہو (اللہ کے سوا) اس کو چھوڑ کر۔ (اے رسول ﷺ) بتادیجیئے کہ وہی بلاشبہ خسارہ اٹھانے والے لوگ ہیں جنہوں نے خود کو اور اپنے گھر والوں کو روز قیامت کے نقصان میں مبتلا کیا۔ اور یاد رکھو / خبر دار ہو جاؤ کہ یہ خسارہ کھلا نقصان ہے۔

مراد یہ ہے کہ اللہ کے سوا غیر کی عبادت کرنے والے مشرکین اور ان کے اہل وعیال ان سے اتفاق کرنے والے ساتھی سب کے سب روز قیامت ایسے گھاٹے میں رہیں گے جس کا تدارک یا ازالہ ممکن ہی نہیں ہے۔ جو بڑا اور کھلا صاف بتادیا گیا نقصان یا خسارہ ہے۔

حکم نمبر ۸۵۶

ان کے لیئے (غیر اللہ کی عبادت کرنے والوں کے لیئے) اوپر سے بھی اور ان کے نیچے سے بھی آگ کے سائبان ہوں گے۔ یہی وہ بات ہے جس سے اللہ اپنے بندوں کو خوف دلاتا ہے تو اے میرے بندو تقویٰ کرو (یعنی شرک سے بچو) اور ڈرو۔

سُوْرَةُ الزُّمَر	آیت نمبر ۱۶

ارشاد ہے کہ "لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ؕ ذٰلِكَ يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ ؕ يٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ ﴿۱۶﴾ " ان کے لیئے ان کے اوپر سے اور ان کے نیچے سے آگ کے سائبان ہوں گے یہی وہ ہے جس سے اللہ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے۔ تو اے بندو تقویٰ کرو (ڈرو اوپر نیچے آگ کے سائبانوں سے یا بچو ان سے)

آیت ھٰذا میں "لَهُمْ" کا اشارہ۔۔۔ اللہ کے سوا اپنی مرضی سے غیر کی عبادت کرنے والوں کے لیئے ہے جن کا ذکر آیت نمبر ۱۵ میں ہے۔ ان مشرکوں پر ہونے والے آگ کے عذاب

کو بیان کر کے فرمایا کہ اللہ اس عذاب سے لوگوں کو ڈراتا ہے۔ اور آخر میں حکم دیا گیا کہ اے بندو (میرے بندو) ڈرو اور پرہیز کرو یعنی اس عذاب سے بچنے کی کوشش کرو غیر اللہ کی عبادت ترک کر کے / اور اللہ واحد ولاشریک کی عبادت کروایسوں کے لیئے اگلی آیت میں خوشخبری سنادینے کا حکم ہے۔

حکم نمبر ۸۵۷

اور جن لوگوں نے طاغوت کی عبادت کرنے سے اجتناب کیا اور رجوع کیا اللہ کی طرف ان کے لیئے خوشخبری ہے۔ اے رسول ﷺ آپ ان بندوں کو خوشخبری سنادیجئے۔

سُوْرَةُ الزُّمَر	آیت نمبر ۱۷

ارشاد ہے کہ "وَالَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا وَ اَنَابُوْٓا اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰى ۚ فَبَشِّرْ عِبَادِ ۙ﴿۱۷﴾ "اور وہ لوگ جنہوں نے اجتناب کیا طاغوت کی عبادت کرنے سے اور رجوع ہوئے اللہ کی طرف ان کے لیئے اچھی خبر ہے۔ اے رسول ﷺ آپ ان بندوں کو خوشخبری سنادیں۔۔۔۔ آگے فرمایا کہ جو لوگ بات کو سنتے اور اس کی اتباع کرتے ہیں یا پیروی کرتے ہیں اس کی اچھائی کی۔۔۔۔یہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی اور یہ ہی صاحبان عقل و شعور، سمجھدار لوگ ہیں۔

حکم نمبر ۸۵۸

سرکار ﷺ کو فرمادینے کا حکم کہ ذرا دیکھو تو جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو کیا وہ دور کرسکتے ہیں اگر اللہ کی طرف سے کوئی ضرر آئے یا رحمت؟ کہہ دیجیئے کہ میرے لیئے اللہ ہی کافی ہے اور متوکلین اسی پر بھروسہ کرتے ہیں۔

سُوْرَةُ الزُّمَر	آیت نمبر ۳۸

آیتِ ھٰذا میں اللہ تعالیٰ نے سرکار ﷺ کے ذریعے مشرکین کو ان کے خود تراشیدہ معبودوں کی بے بسی و ناطاقتی کی طرف متوجہ کرتے ہوئے یہ فرمانے کے لیئے کہا ہے کہ پہلے تو آپ ان سے پوچھیں کہ تمہارے نزدیک زمین و آسمان کا خالق کون ہے تو وہ یہی کہیں گے کہ یہ اللہ نے پیدا کئے ہیں۔ فرمایا گیا کہ پھر ان کو بتایئے کہ تمہارے شریک معبود کوئی اختیار نہیں رکھتے۔۔ اللہ کی طرف سے اگر کوئی مصیبت آئے تو وہ نہ تو اس کو روک سکتے ہیں اور نہ اس کی رحمت کی راہ میں حائل ہونے کا اختیار رکھتے ہیں۔ آگے ایک بنیادی اصول یہ بیان فرمایا کہ توکل کرنے والے تو صرف اللہ پر ہی بھروسہ کرتے ہیں اور سرکار ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے لیئے تو ہر طرح سے میرا اللہ ہی کافی ہے۔ ارشاد ہے کہ "وَ لَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ" اگر آپ ان سے پوچھیں / سوال کریں کس نے تخلیق کیا آسمانوں اور زمین کو؟ تو وہ یہی کہیں گے کہ اللہ نے "قُلْ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ

هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖٓ "ان سے کہیے کہ دیکھو تم اللہ کے سوا جن کو پکارتے ہو اگر اللہ میرے لیئے کسی ضرر کا ارادہ فرمائے یا میرے لیئے چاہے تو کیا وہ ضرر کو روک سکتے یا دور کر سکتے ہیں" اَوْ اَرَادَنِيْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ ؕ "اور اگر وہ میرے لیئے رحم کرنا چاہے تو کیا وہ اس کی رحمت کو روک سکتے ہیں" قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ؕ "فرما دیجیئے کہ میرے لیئے اللہ کافی ہے" عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۳۸﴾ " توکل / بھروسہ کرنے والے اسی پر توکل کرتے ہیں۔

حکم نمبر ۸۵۹

فرما دیجیئے کہ اے لوگو (قوم) تم اپنی جگہ اپنے کام کیئے جاؤ میں اپنا کام کرتا رہوں۔۔ سو عنقریب تم کو معلوم ہو جائے گا رسوا کرنے والا عذاب کس پر نازل ہوتا ہے اور ہمیشہ رہنے والی سزا ملتی ہے۔

سُوْرَةُ الزُّمَر	آیت نمبر ۳۹۔ ۴۰

آیاتِ ھٰذا میں سرکار ﷺ سے ارشاد کیا گیا کہ آپ کی قوم کے لوگ (یعنی قریش مکہ) اگر ہدایت تسلیم نہ کریں تو ان کو متنبہ کر دیں کہ تم جو کام کر رہے ہو اگر ان کو چھوڑتے نہیں تو کرتے رہو اور جو میرا کام ہے میں وہ کرتا رہوں گا۔ قیامت بہت دور نہیں قریب ہے جب اس کا عذاب نازل ہو گا اور منکرین و مشرکین و کفار کو ہمیشہ قائم رہنے والی سزا دی جائے گی تو (عنقریب) سب کو حقیقت معلوم ہو جائے گی کہ کون غلط تھا اور کون صحیح تھا۔ ارشاد ہے کہ "قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَيَحِلُّ

عَلَيۡهِ عَذَابٌ مُّقِيۡمٌ ۝٤٠ ’’کہہ دیجیئے اے قوم کے لوگو تم اپنی جگہ اپنے کام کرتے رہو میں اپنی جگہ کر رہا ہوں اور جلد ہی معلوم ہو جائے گا۔(۳۹) کہ عذاب رسوا کرنے والا کس پر آتا ہے یعنی ہمیشہ قائم رہنے والی سزا کس کو ملتی ہے۔

یہ بیان ایک طور پر حجّتِ آخر اور اتمام ہدایت ہے تنبیہ و انجام کار کے ساتھ کہ جو گمراہ رہنا چاہے اس کی گمرہی کا بوجھ اسی پر پڑے گا اور یہ کہ سرکار ﷺ ان لوگوں کے وکیل نہیں ہیں۔۔۔ آپ کا کام تو وحی کی جانے والی ہدایات پہنچا دینا ہے۔

حکم نمبر ۸۶۰

اے رسول ﷺ آپ ان سے پوچھیئے یا ان کو بتا دیجیئے کہ کیا انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر ایسوں کو اپنا سفارشی بنایا / یا سمجھ رکھا ہے جو نہ کسی چیز کے مالک ہیں اور نہ ہی عقل یا سوجھ بوجھ اور بصیرت والے ہیں۔

سُوۡرَةُ الزُّمَر آیت نمبر ۴۳

آیت ھٰذا میں رسول پاک ﷺ کے ذریعے مشرکین کو متنبہ کیا گیا ہے کہ انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر اس کے خلاف حکم ایسے جھوٹے معبودوں کو اپنا سفارشی سمجھ رکھا ہے جو سفاش کی نہ صلاحیت رکھتے ہیں اور نہ اختیار و علم اس لیئے کہ کسی کو سفارش کرنے کی اجازت دینا بھی اللہ کا ہی اختیار ہے اور جو بھی اللہ کے آگے سفارش گزار ہو سکتا ہے وہ بھی اس کی اجازت اور حکم سے ہی مگر وہ جن کو اس کی اجازت کے بغیر مشرکین نے اپنا سفارشی سمجھا ہے وہ نہ تو سفارش کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ ہی اس کی سوجھ بوجھ اور نہ عقل ان کے پاس ہے۔ ارشاد ہے کہ ’’ اَمِ اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِ

اللّٰہِ شُفَعَآءَ ؕ" کیا انہوں نے اللہ کے سوا (یعنی اس کے حکم یا مرضی کے خلاف) ایسے ہی سفارشی بنا رکھے ہیں؟" قُلۡ اَوَ لَوۡ كَانُوۡا لَا يَمۡلِكُوۡنَ شَيۡـًٔـا وَّلَا يَعۡقِلُوۡنَ ﴿۴۳﴾ " کہد یجئے کہ اگر نہیں کوئی شے اُن کے اختیار میں اور نہ ہی ان کو اس کی سمجھ ہو (کیا وہ سفارشی بن سکیں گے ہر گز نہیں)۔

حکم نمبر ۸۶۱

اے رسول ﷺ بتا دیجئے کہ تمام سفارش اللہ کے ہی لیئے ہے (اختیار سفارش دینا صرف اللہ کے پاس ہے) اور اسی کے لیئے ہے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت۔۔ پھر تم سب کو اس کی ہی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

سُوۡرَةُ الزُّمَر آیت نمبر ۴۴

ارشاد ہے "قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا ؕ" اے رسول ﷺ آپ کہد یجئے کہ تمام کی تمام سفارش کی اجازت دینے کا اختیار صرف اللہ کے پاس ہے "لَهٗ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ ثُمَّ اِلَيۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ ﴿۴۴﴾ " اسی کے لیئے بادشاہی آسمانوں اور زمین کی ہے۔۔۔۔ اور تم سب کو اسی کے پاس رجوع ہونا ہے۔ بات پہلی تو یہ واضح کی گئی ہے کہ کسی کو سفارش گزاری کا اللہ کے حضور اختیار دینا صرف اللہ ہی کا اختیار ہے اور جس کو وہ اجازت نہ دے وہ اللہ کے حضور کسی کی سفارش گزاری کر ہی نہیں سکتا۔ اس بیان سے مشرکین کے اس بے سند عقیدے کی تردید کی گئی ہے کہ ان کے خود تراشیدہ بت یا گھڑے ہوئے معبود اللہ کے حضور ان کے لیئے سفارش گزار

ہوں گے، یہ بالکل غلط بات ہے اس لیئے کہ اللہ نے بتوں کو سفارش گزاری کا کوئی حق ہی نہیں دیا اور یہ حق دینا صرف اسی کا اختیار ہے اسی ارشاد کی توثیق میں یہ بھی واضح کر دیا گیا کہ آسمان ہوں یا زمین ہر دو کی بادشاہی صرف اللہ کے ہی پاس ہے۔۔۔۔اور سب لوگوں کو اسی کی طرف لوٹنا یعنی روز حشر اس کے حضور جمع ہونا اور عذاب وثواب کا فیصلہ سن کر جنت یا دوزخ میں داخل ہونا ہے اور یہ اختیار بھی اسی کا ہے کہ وہ جس کے جو گناہ چاہے معاف فرمادے اور شرک (جان بوجھ کر اللہ کے ساتھ اور عبادت میں غیر کو اس کا شریک قرار دینا) کے گناہ کو معاف نہ کرنے کا فیصلہ بھی اسی کا فیصلہ ہے اور اختیار ہے۔

حکم نمبر ۸۶۲

کہیئے اے اللہ آسمانوں اورزمین کے بنانے والے چھپے اور ظاہر کو جاننے والے اپنے بندوں کے درمیان اس کا آخری فیصلہ تو ہی کرے گا جس میں وہ اختلاف کرتے تھے۔

سُوْرَةُ الزُّمَر آیت نمبر ۴۶

ارشاد ہے کہ "قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ عٰلِمَ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْ مَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۝۴۶" "کہیئے کہ اے اللہ آسمانوں اور زمین کے بنانے والے اور ظاہر و باطن کے جاننے والے تو ہی اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ فرمانے والا ہے اس پر (بات پر) جس پر یہ اختلاف کرتے ہیں۔

عام طور سے مترجمین نے ترجمہ یوں کیا ہے کہ تو ہی ان باتوں میں فیصلہ کرنے والا ہے جن میں تیرے بندے جھگڑتے ہیں۔ راقم کے نزدیک یہ اشارہ "یَخۡتَلِفُوۡنَ" لوگوں کے باہمی انفرادی، مسلکی یا اجتہادی اختلافات کی طرف نہیں ہے اس لیئے کہ اس آیت کریمہ کے نزول کے وقت نہ تو یہ مسائل موجود تھے اور نہ ہی اہل ایمان میں کوئی باہم انفرادی یا اجتماعی ایسا اختلاف تھا جسے جھگڑے سے تعبیر کیا جاسکے۔۔۔ ہاں بڑا اختلاف بندوں کے درمیان کفر و اسلام کا تھا اور قرآنی احکام کو تسلیم کرنے یا نہ کرنے، اس کو حق ماننے یا نہ ماننے پر تھا۔ مومنین و مشرکین کے مابین۔ توحید و شرک کا اختلاف۔۔۔ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہنا اور سمجھنا۔۔۔ آسمانی کتاب یعنی تنزیل کو تسلیم کرنا یا نہ کرنا۔۔۔ رسول پاک ﷺ کو نبیٔ برحق ماننا۔۔۔ اور قیامت آنے، جزا و سزا اور حشر و عذاب۔۔۔ بڑے اختلافی مسائل تھے۔۔ کافر مومنین کو گمراہ کہتے تھے تو یہ آیت پاک نازل ہوئی کہ سچ اور غلط کا بندوں کے درمیان آخری فیصلہ روزِ حشر اللہ تعالیٰ ہی فرمائے گا جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا اور ہر چھپی ہوئی اور ظاہر بات کا علم رکھنے والا ہے۔

حکم نمبر ۸۶۳

سرکار ﷺ کو یہ فرمادینے کا حکم کہ اے اللہ کے بندو! تم میں سے جس نے بھی اپنے اوپر زیادتی یا ظلم کیا ہے (یعنی گمرہی میں خود کو مبتلا رکھا ہے اور پھر اس سے توبہ کرکے راہِ راست پر آگیا تو وہ اپنے پچھلے گناہوں کو سوچ کر) اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ اللہ بے شک تمام گناہ معاف کردے گا کہ وہ بڑا بخشنے اور رحم فرمانے والا ہے۔

سُوْرَةُ الزُّمَر
آیت نمبر ۵۳

ارشاد ہے کہ ''قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۵۳﴾'' فرمادیجئے اے رسول ﷺ ۔۔اللہ کی طرف سے کہ میرے بندو! جنہوں نے اپنے اوپر زیادتی کی ہے وہ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں۔ بے شک اللہ سارے گناہ معاف کردے گا کہ وہ بڑا بخشنے اور رحم کرنے والا ہے۔

آیت ھذا میں ''يٰعِبَادِيَ'' اے میرے بندو کا خطاب تمام ہی انسانوں کی طرف بھی ہوسکتا ہے اور خاص کر ان کی طرف جو ایمان لاکر ہدایت کی راہ پر آئے اور خود کو جنہوں نے اللہ کا عبد اوراللہ کو معبود واحد تسلیم کیا ان سے مخاطبت کے بعد فرمایاہے کہ جس نے اپنے اوپر زیادتی کی ہے یاجو (بعض مترجمین کے مطابق) خود پر ظلم کرچکاہے مراد یہ کہ راہ راست سے ہٹ کر گمرہی میں خود کو مبتلارکھ چکاہے اور بڑے گناہوں کا ارتکاب کیاہے وہ بھی اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو یعنی ایمان لانے یاہدایت پانے یاتوبہ کرکے راہ راست پر آنے کے بعد اپنے سابقہ گناہوں کی کثرت دیکھ کر یہ نہ سمجھے کہ وہ اللہ کے حضور بوجہ کثرت گناہ سابقہ ناقابل بخشش ہے۔ کوئی ایسا ہرگز نہ سمجھے بے شک ایسے لوگوں کے تمام پچھلے گناہ اللہ معاف کردے گا۔۔ کسی کو جو اس کی رحمت پر یقین رکھتاہے اپنے گناہوں کی کثرت کے سبب اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیئے کہ وہ بہت ہی بڑا بخشنے والا اور اپنے تائب بندوں پر بڑا رحم فرمانے والا ہے۔ غفور کے ساتھ رحیم کی صفت بیان کرنے سے مراد یہ ہے کہ وہ بندے کے استحقاق کے بغیر خود ہی رحم فرماکر بخشدینے والامہربان ہے۔

حکم نمبر ۸۶۴

اے میرے وہ بندو! جو اپنے اوپر زیادتی کر چکے ہو اپنے رب کی طرف پلٹ آؤ اور اس کی حکم برداری کرو قبل اس کے کہ تم پر عذاب آئے اور تم کو کسی سے مدد نہ ملے۔

سُوْرَةُ الزُّمَر	آیت نمبر ۵۴

آیت ھٰذا میں آیت سابقہ کے تخاطب کو جاری رکھتے ہوئے اللہ نے اپنے ان بندوں کو مخاطب فرمایا ہے جو اپنے اوپر زیادتی کر چکے ہیں یا کر رہے ہیں یعنی گمراہی میں مبتلا ہیں ان کو اسلام لانے کی دعوت دی ہے قبل اس کے کہ ان پر ایسا عذاب آجائے جس سے ان کو بچانے والا کوئی نہ ہو۔ ارشاد ہے کہ "وَ اَنِیْبُوْۤا اِلٰی رَبِّكُمْ وَ اَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ۝۵۴" پلٹ آؤ اپنے رب کی طرف اور اس کے احکام کی فرمانبرداری کرو قبل اس کے کہ تم پر عذاب آجائے اور کوئی تمہارا مددگار نہ ہو۔

آیت بالا میں "اَسْلِمُوْا لَهٗ" کا ترجمہ اکثر مترجمین نے یہ کیا ہے کہ اس کی (اللہ کی) فرمانبرداری / حکم برداری کرو۔۔۔۔ "اَسْلِمُوْا لَهٗ" کی ترکیب بہت پہلودار اور بلیغ ہے، ازروے اشتقاق اس کا مادہ "س ل م" ہے جس سے ماخوذ معنیٰ اسلام لانے۔ برائی سے بچنے اور سچائی کو تسلیم کرنے اور ایمان لانے کے بھی لیئے جاسکتے ہیں مگر اگلی آیت پاک نمبر ۵۵ کے حوالے سے قابل ترجیح معنیٰ احکام قرآنِ حکیم کو تسلیم کرنے اور ان کی تعمیل کرنے کے ہیں۔ جو اللہ کے احکام کی تعمیل و فرمانبرداری اور حکم برداری ہے۔

حکم نمبر ۸۶۵

اتباع کرو (اے میرے بندو) بہترین۔۔اس کی جو تم پر نازل کیا گیا تمہارے رب کی طرف سے قبل اس کے کہ تم پر اچانک عذاب آجائے بے خبری میں۔

سُوْرَةُ الزُّمَر	آیت نمبر ۵۵

ارشاد ہے کہ "وَاتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ﴿۵۵﴾" اتباع کرو بہترین اُسکی جو نازل ہوا تم پر تمہارے رب کی طرف سے قبل اس کے تم پر اچانک عذاب آجائے بے خبری میں (کہ تم کو شعور بھی نہ ہو)۔

آیت ھٰذا میں "اَحْسَنَ" (یعنی بہترین و اعلیٰ ترین / نہایت عمدہ / حسین ترین / سب سے اچھا) کا اشارہ اکثر شارحین کے مطابق قرآن حکیم کے لیئے ہے مگر راقم کے نزدیک از ابتدا تا انتہا یعنی آدم و ادریس و نوح سے لے کر سرکار ﷺ تک جو کچھ بھی اللہ نے نازل فرمایا اس میں زیادہ اچھے یا کم اچھے کی تفریق نہیں کی جاسکتی مگر یہ یقینی بات ہے کہ قرآن حکیم تمام سابقہ کتب کی تصدیق کرنے والا اور تا قیامت نافذ رہنے والا اور منسوخ نہ ہونے والا کلام ہے اور کسی خاص قوم کے لیئے نہیں بلکہ پوری انسانیت کے لیئے ہے اس فضیلت کی بنیاد پر اسے سب سے افضل اور کامل تو کہا جاسکتا ہے ان معنٰی میں لفظ اکمل زیادہ قریب ہے چنانچہ یہ بھی معنٰی لیئے جاسکتے کہ لفظ "احسن" "وَاتَّبِعُوْٓا" کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ نہایت عمدگی اور خوبصورتی یعنی خوبی عمل کے ساتھ اس کی

اعلیٰ ترین بہترین احسن پیروی کرو۔"واللہ اعلم بالصّواب۔" بہر حال ہر دو معنیٰ میں اللہ کی طرف سے دعوت ہے لوگوں کو قرآن حکیم پر ایمان لانے اور اس کی اتباع کرنے کی کہ قبل اس کے بے خبری میں قیامت آجائے جس کی خبر قرآن حکیم دیتا ہے اور یہ کہ قیامت آنے پر منکرین کو عذاب سے بچانے یا ان کی مدد کرنے والا کوئی بھی نہ رہے۔

حکم نمبر ۸۶۶

کہہ دیجیے (پوچھیے) کہ اے جاہلو کیا تم مجھ کو غیر اللہ کی عبادت کی طرف آنے کا حکم دیتے ہو؟

سُوْرَةُ الزُّمَر آیت نمبر ۶۴

اللہ کی آیات سے انکار کرکے گھاٹے میں رہنے والے لوگوں سے سرکار صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو یہ فرمانے کا حکم دیا گیا ہے کہ "قُلْ اَفَغَیْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْٓنِّیْٓ اَعْبُدُ اَیُّهَا الْجٰهِلُوْنَ ﴿۶۴﴾" کہیئے کہ اے ناواقفو (جاہلو) کیا تم حکم لگاتے ہو میرے لیئے غیر اللہ کی عبادت کی طرف آنے کا؟ اس کے بعد آیت نمبر "۶۵" میں فرمایا کہ یہی وحی کی گئی ہے آپ پر اور آپ سے پہلے والوں پر کہ شرک کرنے والوں کے تمام اعمال ضائع ہو جائیں گے اور وہ گھاٹا اٹھانے والوں میں سے ہوں گے یعنی آخرت میں ان کو ان کے اعمال کا کوئی بدل نیک نہیں ملے گا۔

مراد یہ ہے کہ مشرک کی کوئی نیکی یا اچھا کام بھی مقبول نہ ہوگا کہ شرک کے ساتھ نیکی کا کوئی تصوّر باقی ہی نہیں رہتا۔

حکم نمبر ۸۶۷

کفر کرنے والوں سے (کفار سے) کہا جائے گا یوم حشر کہ تم دوزخ کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ۔ بے شک تکبر کرنے والوں (یعنی خود کو بڑا سمجھنے والوں) کا آخری ٹھکانا بہت ہی برا ہے۔

سُوْرَةُ الزُّمَر	آیت نمبر ۷۲

آیت ھٰذا میں یہ بات واضح کر دی گئی ہے کہ تکبر کرنے والے کا انجام بہت خراب ہے۔ تکبر کے معنیٰ خود کو بڑا سمجھنے کے ہیں اور یہ غلط بات ہے اس لیئے "اکبر" بڑا ہونا یا کبریائی (بڑائی) صرف اللہ کا حق ہے، بندے کی شان "کبر نہیں عجز ہے" اس لیئے جو کبر کرے گا وہ ہرگز مقبول نہ ہو گا کہ یہ ایک طور پر خود کو کبریائی میں شریک کرنے کے معنیٰ رکھتا ہے اور یہ پہلے ہی بتایا جا چکا ہے کہ ابلیس بھی کبر کرنے پر ہی مردود کیا گیا تھا اور قیامت تک اس پر اللہ کی لعنت مسلط ہے اور تقریباً یہی بات دوسرے تکبر کرنے والوں کے لیئے کہی گئی ہے کہ ان کی آخرت بہت خراب ہے اور وہ ہمیشہ جہنم میں ہی رہیں گے اور اللہ سے ڈر کے کفر نہ کرنے والے ہمیشہ جنت میں رہیں گے اور ان پر سلام ہو گا۔ ارشاد ہے کہ "قِيْلَ ادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿٧٢﴾" کہا جائے گا (کفر کرنے والے کافروں سے) داخل ہو جاؤ دوزخ کے دروازوں میں ہمیشہ اسی میں رہنے والو! اور تکبر کرنے والوں کا ٹھکانا یعنی انجام آخرت (جہنم) بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔

حکم نمبر ۸۶۸

اور اپنے دین کو اللہ کے لیئے خالص کر کے اللہ کو ہی پکارو خواہ کافر اس کو ناپسند ہی کریں۔

سُوْرَۃُ الْمُؤْمِن	آیت نمبر ۱۴

حکم دیا گیا ہے مومنین کو کہ تم اللہ واحد و حاضر و ناظر کے لیئے اپنے دین یعنی عبادت وبندگی کو خالص کر کے اللہ کو ہی پکارتے رہو خواہ تمہارا یہ عمل کافروں کو کتنا ہی ناپسند ہو۔

اگلی آیت میں اللہ کی عظمت وشان کا بیان ہے اور اس سے پہلے والی آیت میں بتادیا گیا ہے کہ نصیحت حاصل کرنے والے تو وہی لوگ ہیں جو اللہ کی طرف لوٹ آتے ہیں یا رجوع کرتے ہیں کفر وشرک پر اڑنے اور رسول پاک ﷺ کے ذریعے حاصل ہونے والے احکام کی خلاف ورزی کرنے سے نصیحت و ہدایت حاصل نہیں ہوتی۔ ارشاد ہے کہ "فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَ لَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۱۴﴾" اللہ کو ہی پکارا کرو اپنا دین خالص اسی کے لیئے کر کے خواہ یہ بات کافروں کو پسند نہ ہو۔

حکم نمبر ۸۶۹

اے رسول ﷺ آپ خوف دلائیں لوگوں کو یوم قیامت سے جو قریب آلگا ہے کہ اس دن ان کے کلیجے منہ کو آرہے ہوں گے اور وہ

چپ چاپ غم کے گھونٹ پی رہے ہوں گے اور نہ تو ظالموں کا کوئی مشفق ہو گا اور نہ کسی کی شفاعت قبول کی جائے گی۔

سُوْرَۃُ الْمُؤْمِن آیت نمبر ۱۸

ارشاد ہے کہ "وَ اَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْاٰزِفَةِ اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كٰظِمِيْنَ ؕ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّ لَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ ؕ ﴿۱۸﴾" خوف دلایئے قریب آلگے ہوئے اس دن (یوم قیامت) سے جب کلیجہ منہ کو آرہا ہو گا اور ظالم چپکے چپکے غم کے گھونٹ پی رہے ہوں گے اس دن نہ ان کا کوئی شفقت کرنے والا ہو گا اور نہ کسی کی سفارش قبول کی جائے گی۔

آیت ھٰذا میں قیامت کے دن کی سختی اور منکرین کی حالتِ خستہ کا بیان کر کے یہ واضح کر دیا گیا ہے کہ اس دن نہ تو کوئی ان ظالموں سے شفقت و ہمدردی کرنے والا ہو گا اور نہ کوئی سفارشی کہ ان کے لیئے کسی کی سفارش قابل قبول نہ ہو گی۔ اس دن منکرین کی حالت زار کے بیان کے بعد توبہ کر کے ایمان لانے والوں سے کہا گیا کہ تم ہر گز شرک نہ کرو اور نہ مشرکوں کی بات ماننا بلکہ اپنی عبادت اور دین کو اللہ کے لیئے خالص کر کے اسی کو پکارتے رہنا، غیر اللہ کی طرف ہر گز رجوع نہ کرنا خواہ تمہارا یہ طریقہ اور عمل مشرکین و کفار پر کتنا ہی گراں گزرے یا وہ اس کی کتنی ہی مخالفت کریں۔

حکم نمبر ۸۷۰

اس ایماندار شخص نے کہا اے قوم کے لوگو! تم میری پیروی کرو میں تم کو بھلائی کا راستہ بتاتا ہوں۔ یہ دنیا کی زندگی چند روزہ ہے آخرت

ہی مستقل قیام کی جگہ ہے۔ برائی کا بدلہ برابر کا ہے اور ایمان والے مردوں اور عورتوں کو نیک عمل کے بدلے جنت میں داخل کیا جائے گا جہاں ان کو بے حساب رزق ملے گا۔ میں تم کو نجات کی طرف اور تم مجھ کو آگ (دوزخ) کی طرف بلاتے ہو۔ تمہارے ٹھہرائے ہوئے معبود دنیا و آخرت میں پکارے جانے کے لائق نہیں ہیں۔ ہم سب کو اللہ کی ہی طرف لوٹنا ہے اور حد سے گزرنے والے ہی جہنمی ہیں۔

سُوْرَةُ الْمُؤْمِن آیت نمبر ۳۸ تا ۴۳

ارشاد ہے کہ "وَ قَالَ الَّذِيْٓ اٰمَنَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوْنِ اَهْدِكُمْ سَبِيْلَ الرَّشَادِ ﴿۳۸﴾ يٰقَوْمِ اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ ۫ وَّ اِنَّ الْاٰخِرَةَ هِيَ دَارُ الْقَرَارِ ﴿۳۹﴾ مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا ۚ وَ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۴۰﴾ وَ يٰقَوْمِ مَا لِيْٓ اَدْعُوْكُمْ اِلَى النَّجٰوةِ وَ تَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَى النَّارِ ﴿۴۱﴾ تَدْعُوْنَنِيْ لِاَكْفُرَ بِاللّٰهِ وَ اُشْرِكَ بِهٖ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ ۫ وَّ اَنَا اَدْعُوْكُمْ اِلَى الْعَزِيْزِ الْغَفَّارِ ﴿۴۲﴾ لَا جَرَمَ اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ لَيْسَ لَهٗ دَعْوَةٌ فِي الدُّنْيَا وَ لَا فِي الْاٰخِرَةِ وَ اَنَّ مَرَدَّنَآ اِلَى اللّٰهِ وَ اَنَّ الْمُسْرِفِيْنَ هُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ﴿۴۳﴾" اور کہا اس نے جو صاحب ایمان تھا کہ اے میری قوم (کے لوگو) میری پیروی کرو میں تم کو نیکی اور بھلائی کا راستہ بتاتا ہوں (۳۸) اے میری قوم یہ دنیا کی زندگی تھوڑا سا فائدہ (اٹھانے کے لیئے) ہے اور بلاشبہ آخرت ہی مستقل ٹھہرنے کا ٹھکانہ ہے (۳۹) جو کوئی برائی کرے اس کے لیئے اتنا ہی بدلا ہے اور جو کوئی مرد یا عورت

نیک کام کرے اور مومن ہو تو ایسے سب لوگ جنت میں جائیں گے اور ان کے لیئے بے حساب رزق ہو گا (۴۰) اے میری قوم یہ کیا ہے کہ میں تو تم کو نجات کی طرف بلاتا ہوں اور تم مجھ کو دوزخ کی طرف دعوت دیتے ہو (۴۱) کیا تم چاہتے ہو کہ میں کفر کروں اللہ کے ساتھ اور ان کو اللہ کا شریک بناؤں جن کے لیئے میرے پاس کوئی علم و سند نہیں ہے جبکہ میں تم کو اس کی طرف بلا رہا ہوں جو زبردست ہے اور بڑا بخشنے والا ہے (۴۲) حق یہ ہے کہ تم مجھ کو اپنے ٹھہرائے ہوئے جن معبودوں کی طرف بلا رہے ہو وہ نہ دنیا میں اور نہ آخرت میں پکارے جانے کے لائق ہیں اور یہ کہ حد سے گزرنے والے ہی آگ (جہنم) میں جانے والے ہیں۔ (۴۳)

مندرجہ بالا آیات میں اس مرد مومن نے جس کا نام نہیں لیا گیا صرف ایمان والا شخص کہا ہے دراصل اس نے وہ ہی ہدایات دوہرائی ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے ذریعے اللہ نے ان کی قوم کو دی تھیں۔۔۔ موسوی شریعت کا ماننے والا اور اللہ پر اور حضرت موسیٰ علیہ السّلام پر اور تورات پر ایمان لانے والا یہ شخص تورات کا شارح اور مبلغ معلوم ہوتا ہے جس کو اللہ نے فرعونیوں کی منصوبہ بندی سے محفوظ رکھا۔

حکم نمبر ۱۷۸

اللہ کا وعدہ سچّا ہے اس پر قائم رہو۔ اپنی غلطی کے انجام سے مغفرت چاہو اور صبح و شام اللہ کی حمد کے ساتھ تسبیح کرو۔

سُوْرَةُ الْمُؤْمِن	آیت نمبر ۵۵

ارشاد ہے کہ "فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ اسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَ الْاِبْكَارِ ﴿۵۵﴾" صبر کرو، ٹھہرے رہو، قائم رہو بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے اپنی غلطی (گناہ) سے توبہ کرو (مغفرت چاہو) اور صبح وشام اپنے رب کی حمد میں تسبیح کرو۔۔۔۔

بعض شارحین نے آیت ھٰذا کا ترجمہ اس طرح کیا ہے کہ جیسے مخاطبت رسول کریم ﷺ سے ہے اور یہ شرح تسلیم بھی کرلی جائے تو معنیٰ یہ ہی نکلتے ہیں کہ بات سرکار ﷺ سے مخاطب ہو کر کی ہے اور نصیحت امت کے لیئے ہے ورنہ اللہ کے وعدے کی صداقت کا سرکار ﷺ کو یقین دلانا اور اپنے (ایک) گناہ سے توبہ کرنا محل نظر ہے یہاں لفظ "لِذَنْۢبِكَ" استعمال ہوا ہے جس کے معنیٰ اپنے ایک گناہ کے ہیں (ذنب واحد اور جمع ذنوب ہے)۔ سرکار ﷺ کی حیات طیبہ میں کسی "گناہ" کا حوالہ ہی نہیں ملتا۔۔۔۔ اصل بات یہ ہے کہ یہاں مترجمین وشارحین نے ذنب کو مرادی معنیٰ میں گناہ کے لیئے سمجھا ہے جبکہ ازروئے لغت ذنب کے معنیٰ پچھلے حصہ یادم کے ہیں چونکہ گناہ کا مفہوم بھی اس کے انجام وعاقبت (پیچھے) کے حوالے سے متعین ہوتا ہے اس لیئے اس کے مرادی معنیٰ گناہ کے لیئے جاتے ہیں اسی طرح "ذَنْۢبِكَ" کے معنیٰ (دم، آخرت اور انجام کی نسبت سے) پیچھے آنے والے یا اتباع کرنے والے "فالوئر" (Follower) کے ہیں اس حوالے سے اگر حکم سرکار ﷺ کو دیا گیا تو معنیٰ اپنے اُمتی یا گنہگار کی غلطی پر مغفرت طلب کرنے کے ہیں سرکار ﷺ تو حسب روایت امت کے گناہوں کی معافی کے لیئے دن میں کم سے کم سو مرتبہ استغفار پڑھتے تھے شاید یہ عمل اسی حکم کی تعمیل میں ہو۔ ویسے یہ بات مسلّم اور متفقہ ہے کہ سرکار ﷺ معصوم تھے آپ ﷺ کے ساتھ گناہ کا تصور ہی نہیں پھر "ذَنْۢبِكَ" کے ساتھ "مِنْ" استعمال نہیں ہوا ہے جو عام طور پر "ذَنْب" کے ساتھ آتا ہے۔ "مِنْ" کے بجائے "لِ" کا استعمال بھی اس مفہوم کو تقویت دیتا ہے کہ "لِذَنْۢبِكَ" کے معنیٰ تیرے پیچھے آنے والے یعنی اتباع کرنے والے یا امتی کے ہیں اور امتی کے لیئے مغفرت طلب کرنا سرکار ﷺ کا اعزاز ہے کہ آپ "شفیع

المذنبین" یعنی گنہگاروں یا امتوں کے لیئے سفارش کرنے والے ہیں اورآپ کی سفارش وشفاعت پر ہی آپ کے "Followers" کے گناہوں کی بخشش ہو گی یا ان کی جو سفارش کروانے کے لیئے آپ سے درخواست گزار ہوں گے۔

حکم نمبر ۸۷۲

پناہ مانگتے رہو اللہ کی بلاشبہ وہ سب کچھ سننے اور دیکھنے والا ہے۔

سُوْرَةُ الْمُؤْمِن	آیت نمبر ۵۶

ارشاد ہے کہ "اِنَّ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ۙ اِنْ فِيْ صُدُوْرِهِمْ اِلَّا كِبْرٌ مَّا هُمْ بِبَالِغِيْهِ ۚ" "بے شک وہ لوگ جو جھگڑتے ہیں اللہ کی آیات میں بغیر کس ایسی دلیل یا سند کے جو ان کے پاس ہو ان کے (ذہن وقلوب) سینوں میں کچھ نہیں ہے بڑائی اور اس تکبر کے علاوہ جس تک وہ کبھی پہنچ نہیں سکیں گے۔ "فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۭ" "آپ اللہ سے پناہ مانگتے رہیں" "اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ۝" "بے شک وہ سب کچھ سننے اور دیکھنے والا ہے۔

آیت ھٰذا کے ابتدائی حصہ میں کفار و مشرکین کے متعلق ارشاد ہے کہ وہ جو اللہ کی آیات سے اختلاف کرتے ہیں یعنی قرآنِ حکیم کے احکام کو تسلیم نہیں کرتے اور بغیر کسی سند یا دلیل کے اس کو جھٹلاتے ہیں یا اس کے خلاف کرتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ خود کو مومنین سے زیادہ بڑا اور بہتر سمجھتے ہیں یعنی ان کے سینوں میں ایسی بڑائی کا احساس ہے جس تک وہ کبھی نہیں پہنچ سکیں گے۔۔۔ اس کے بعد ارشاد ہوا کہ اے رسول ﷺ آپ / یا اے ایمان والو تم ایسی گمرہی اور تکبر سے بچ کر اللہ کی پناہ مانگو کہ وہ سب کچھ سننے اور دیکھنے والا ہے یعنی سب کچھ اس کے علم میں ہے کچھ بھی اس سے پوشیدہ نہیں ہے۔ وہ سمیع و بصیر ہے۔

حکم نمبر ۸۷۳

فرمایا رب نے تمہارے کہ اے لوگو! دعا مانگو مجھ سے میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا۔۔بے شک وہ لوگ جنہوں نے مجھ سے مانگنے میں تکبر کیا / یا بوجہ تکبر میری عبادت سے منکر ہوئے وہ ضرور داخل ہوں گے جہنم میں ذلت وخواری کے ساتھ۔

سُوْرَةُ الْمُؤْمِن	آیت نمبر ۶۰

ارشاد ہے کہ "وَ قَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ؕ"اور تمہارے رب نے فرمایا مجھ سے دعا مانگو میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا" اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ﴿۶۰﴾ "اور وہ لوگ جو میری عبادت سے تکبّر کریں وہ ذلت وخواری کے ساتھ جہنم میں ڈالے جائیں گے۔

آیت ھٰذا کے ابتدائی حصے میں اہل ایمان کی دعاؤں کے مقبول ہونے یا کئے جانے کا اعلان ہے اور دعائیں مانگنے کی ترغیب بھی ہے کہ وہ پوری کی جائیں گی اور فرمایا گیا کہ جو لوگ گھمنڈ یا غرور میں آکر میری عبادت کے منکر ہوں گے ان کو ذلت وخواری کے ساتھ داخل جہنم کیا جائے گا۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ عجز وانکساری کے ساتھ اپنے رب کے آگے ہاتھ پھیلانا اس کا پسندیدہ عمل اور خود کو گھمنڈ میں مبتلا کرکے اس کی عبادت سے گریز کرنا دوزخی ہونا ہے، اسی لیئے امت مسلمہ کے اکثر لوگ آج بھی ہر نماز کے بعد عجز وانکساری کے ساتھ اپنے رب کے آگے دست طلب بلند کرتے ہیں اور دنیاوآخرت کے لیئے حسنات طلب کرتے ہیں اور آگ سے بچنے کی دعا مانگتے ہیں۔

حکم نمبر ۸۷۴

وہ ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے اس کے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے اسی کی عبادت کرو خالص کرکے اس کے لیئے اپنے دین / اطاعت کو۔۔۔تمام تعریفیں اللہ کے ہی لیئے ہیں (تعریف کے لائق صرف اللہ ہی ہے) جو تمام عالموں کو پالنے والا ہے۔

سُوْرَةُ الْمُؤْمِن	آیت نمبر ۶۵

ارشاد ہے کہ "هُوَ الْحَيُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۭ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ؀" وہ ہمیشہ کے لیئے زندہ ہے اس کے سوا کوئی دوسرا لائق عبادت نہیں پس اس کی عبادت کرو اپنی بندگی / دین / اطاعت کو خالص کرکے اسی کے لیئے۔۔حمد صرف اللہ کے لیئے ہے جو تمام عالموں کا پالنے والا ہے۔

آیت ھٰذا میں اللہ تعالیٰ کی چار صفات کو دوہرایا گیا ہے: اول یہ کہ وہ فنا سے بالاتر یعنی ہمیشہ رہنے والا ہے۔۔۔دوم یہ کہ صرف وہ ہی اس لائق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے اس کے سوا کوئی دوسرا عبادت کے لائق ہے ہی نہیں۔۔۔سوم یہ کہ حمد کے لائق صرف وہی ہے اور حمد کے معنٰی دراصل اس کی ذات پاک کو اس کی بیان شدہ صفات کے ساتھ عجز سے اظہار عبدیت کے ساتھ بیان کرنا یا کرتے رہنا ہے۔۔۔چہارم یہ کہ جتنے عالم ممکنہ طور سے ہیں ان سب کا رب یعنی ان کو پیدا کرنے اور ان کی پرورش کرنے والا صرف اللہ ہی ہے۔

درج بالا چار صفات عالیہ بیان کرنے کے بعد حکم دیا گیا کہ اسی کی عبادت کرواپنے دین کو اس کے لیئے خالص کر کے یعنی تمہاری اطاعت، بندگی، عبادت یا دین میں اس کی ذاتِ واحد کے سوا کسی کی شرکت نہ ہو وہ صرف اسی کے لیئے (خالص کر کے) ہو۔

حکم نمبر ۸۷۵

ان سے کہدیجئے / ان کو بتادیجئے اے رسول ﷺ کہ مجھ کو منع کر دیا گیا ہے اس بات سے کہ میں ان کی عبادت کروں جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو۔۔۔ جبکہ میرے پاس کھلی صاف صاف آیات اور دلیلیں آچکی ہیں اور مجھ کو حکم دیا گیا کہ میں تمام عالموں کے رب (صرف اللہ) کو ہی لائق عبادت تسلیم کروں۔

سُوْرَةُ الْمُؤْمِن	آیت نمبر ٦٦

ارشاد ہے کہ "قُلْ اِنِّیْ نُهِیْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَمَّا جَآءَنِیَ الْبَیِّنٰتُ مِنْ رَّبِّیْ٘ وَ اُمِرْتُ اَنْ اُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿٦٦﴾" آپ کہدیجئے اے رسول ﷺ مجھ کو منع کیا گیا ہے کہ میں ان کی عبادت کروں جن کو تم پکارتے ہو اللہ کے سوا جبکہ میرے رب کی طرف سے مجھ پر واضح آیات وہدایات یا دلیلیں آچکی ہیں اور مجھ کو حکم دیا گیا تسلیم کرنے کا صرف رب العالمین کو۔۔ آیتِ ھٰذا میں سرکار ﷺ کو یہ فیصلہ سنانے کے لیئے کہا گیا ہے کہ سرکار ﷺ یا کوئی بھی مومن غیر اللہ کی عبادت یعنی شرک کی طرف نہیں جائے گا کہ اہل ایمان کے لیئے اللہ

کے واحد ولاشریک معبود ہونے کی کھلی واضح صاف نشانیاں / ہدایات یا احکام بذریعہ وحی نازل ہو چکے ہیں اور اہل ایمان کو پکّی ہدایت یا کامل درس توحید دیا جا چکا ہے جسے وہ ہر گز نہیں بھلائیں گے۔

حکم نمبر ۸۷۶

اے رسول ﷺ اللہ کا وعدہ برحق ہے آپ اس پر صبر کریں اور ہم نے ان سے جو (عذاب کا) وعدہ کیا ہے اس کا کچھ حصہ (ہوسکتا ہے) آپ کی حیات میں ہی دکھادیں یا آپ کی وفات کے بعد (بہر حال) ان کو ہمارے ہی پاس واپس آنا ہے۔

سُوْرَةُ الْمُؤْمِن	آیت نمبر ۷۷

آیت ھٰذا میں حضور اکرم ﷺ سے ارشاد فرمایا گیا ہے کہ آپ صبر سے کام کیجئے ہم نے مشرکین و منکرین سے عذاب کا جو وعدہ کیا ہے وہ بہر حال پورا ہونا ہی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ اس کا تھوڑا سا حصہ ہم آپ کی زندگی میں ہی آپ کے سامنے دکھادیں یا آپ کے دنیا سے واپس تشریف لانے کے بعد بالاخر ان کو واپس تو ہمارے ہی پاس آنا ہے جب ہم ان کو اپنا وعدہ سچا کر دکھائیں گے یعنی دنیا میں ہو یا آخرت میں مشرکین اپنے اعمال اور گناہوں کے انجام اور عذاب و سزا سے ہر گز بچ نہیں سکیں گے۔ ارشاد ہے کہ "فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ج" صبر فرمایئے بے شک اللہ کا وعدہ حق (سچا اور پورا ہونے والا) ہے "فَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ ۝" اور اگر ہم دکھادیں آپ کو (آپ کی زندگی میں) اس میں سے کچھ سزا یا عذاب جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے یا آپ کے گزر جانے کے بعد۔۔۔ لوٹ کر آنا تو ان کو ہمارے ہی پاس ہے۔

حکم نمبر ۸۷۷

اے رسول ﷺ آپ فرما دیجیئے کہ میں بھی تمہاری طرح ایک بشر ہوں جس پر (یعنی مجھ پر) وحی آتی ہے کہ تم سب کا معبود بے شک معبود واحد ہے۔ پس تم اس کی اطاعت پر قائم ہو جاؤ اور مغفرت طلب کرو (ایسا نہ کرنے والے) مشرکوں کے لیئے بڑی خرابی ہے۔

سُوْرَةُ حٰمٓ السَّجْدَة	آیت نمبر ۶

آیت ھٰذا میں سرکار ﷺ کو یہ فرمانے کا حکم دیا گیا کہ آپ فرمایئے لوگوں سے کہ میں کوئی غیر مخلوق نہیں ہوں جس کی بات تم سمجھ نہ سکو میں تو تمہاری ہی طرح ایک بشر ہوں مگر میرا امتیاز یہ ہے کہ اللہ نے مجھے رسالت عطا کی ہے اور مجھ پر وحی کی جاتی ہے کہ تم سب کا معبود وہی معبود واحد ہے۔ سو تم پر لازم ہے کہ تم اس کی اطاعت پر قائم ہو جاؤ اور اس سے مغفرت طلب کرتے رہو اور جو ایسا نہیں کرتے بلکہ عبادت میں اس کے سوا دوسروں کو شریک ٹھہراتے ہیں ان کا انجام بہت خراب ہے۔ ارشاد ہے کہ "قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ ؕ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ۙ﴿۶﴾" کہدیجیئے کہ میں تمہاری طرح ایک بشر ہوں میری طرف وحی آتی ہے کہ تم سب کا معبود وہ ہی معبود واحد ہے پس تم اسی کی اطاعت پر قائم ہو جاؤ (سیدھے رہو) اور (اپنے برے اعمال کی) بخشش طلب کرو۔ بے شک شرک کرنے والوں کے لیئے بڑی خرابی ہے۔ آگے مشرکوں سے متعلق فرمایا ہے کہ وہ زکوٰۃ ادا نہیں کرتے اور آخرت کا انکار کرتے ہیں۔

حکم نمبر ۸۷۸

اے رسول ﷺ آپ ان سے پوچھیے کیا تم اس کا انکار کرتے ہو (اس کے ساتھ کفر کرتے ہو) جس نے دو دن میں زمین تخلیق کر دی اور دوسروں کو اس کا ہمسر اور شریک ٹھہراتے ہو وہ تو تمام ہی عالموں کا رب ہے۔

سُوْرَةُ حٰمٓ السَّجْدَة	آیت نمبر ۹

ارشاد ہے کہ "قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِیْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِیْ یَوْمَیْنِ وَ تَجْعَلُوْنَ لَهٗۤ اَنْدَادًا ؕ ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ۚ﴿۹﴾" کہیئے کیا تم اس کے ساتھ کفر (انکار) کرتے ہو جس نے زمین کو دو دن میں بنا دیا اور اس کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہو وہ جو سارے جہانوں کا رب ہے؟

اس آیت پاک میں استفہامیہ انداز میں منکرین کے انکار و کفر اور شرک کی وضاحت کر دی گئی ہے کہ وہ ذات باری تعالیٰ کی توحید اور قدرت کاملہ کو تسلیم نہیں کرتے آگے والی آیات میں اللہ کی قدرت کاملہ کے مظاہر بیان کرنے اور تخلیق سمٰوٰت کے بیان کے بعد سرکار سے فرمایا گیا ہے کہ اگر یہ سب کچھ سن کر بھی وہ منہ موڑلیں تو ان کو نزولِ عذاب سے خبر دار فرما دیں اس کا بیان اگلے حکم میں ہے۔

حکم نمبر ۸۷۹

اے رسول ﷺ اگر وہ آپ کے بتائے ہوئے سے روگردانی کریں تو آپ ان سے کہہ دیں کہ میں تم کو اچانک ٹوٹ پڑنے والے ایسے عذاب سے متنبہ کرتا ہوں ڈراتا ہوں، خبردار کرتا ہوں جیسا عذاب قومِ عاد و ثمود پر ٹوٹ پڑا تھا۔

سُوْرَةُ حٰمٓ السَّجْدَة	آیت نمبر ۱۳

ارشاد ہے کہ "فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ ﴿۱۳﴾" اور اگر وہ آپ سے منہ موڑلیں تو کہہ دیجیۓ کہ میں تم کو عذاب کے اچانک ٹوٹ پڑنے سے ڈراتا ہوں / خبردار کرتا ہوں جیسے عذاب عاد و ثمود پر ٹوٹ پڑا تھا۔

آیت ھٰذا میں منکرین کو اللہ کی قدرت کاملہ کے مظاہر بتانے اور ان کی تخلیق کے بارے میں معلومات فراہم کرنے کے بعد فرمایا گیا ہے اگر منکرین اب بھی رب العالمین کی وحدانیت و قدرت کو تسلیم کرنے سے انکاری ہوں تو اے رسول ﷺ آپ ان کو دنیا میں ہی نازل ہو جانے والے عذاب سے خبردار کر دیجیۓ جیسا قوم عاد و ثمود پر نازل ہو چکا ہے جبکہ یہ دونوں اقوام مخاطب منکرین سے بہت زیادہ طاقتور تھیں مگر ایک ہی جھونکے یا چنگھاڑ میں سب کے سے اوندھے ہو گئے تھے۔

حکم نمبر ۸۸۰

بدی اور نیکی ہر گز برابر نہیں۔ تم بدی کو بہترین طریقے سے دفع کر دیا کرو۔۔پھر تم دیکھو گے کہ دشمن بھی تمہارے دوست جیسا ہو جائے گا۔

سُوْرَةُ حٰمٓ السَّجْدَة	آیت نمبر ۳۴

آیت ھٰذا میں براہ راست رسول پاک ﷺ سے کھلی مخاطبت تو نہیں ہے مگر آپ کے ہی ذریعے اہل ایمان کو یہ نصیحت کی گئی ہے کہ اگر تمہارے ساتھ کوئی برائی کرے تو تم بھی جواباً برائی نہ کرنا بلکہ اس کا برا جواب دینے کے بجائے خوبصورتی سے اسے دفع کر دیا کرو ایسا کرنے کا نتیجہ یہ ہو گا کہ تمہارا دشمن بھی دشمن نہیں رہے گا دوست کی طرح ہو جائے گا۔۔ یہ اسلامی معاشرتی زندگی کو خوش اخلاقی سے گزارنے کا سنہری اصول بیان کیا گیا ہے ہر چند کہ اس نصیحت پر عمل کرنے سے اپنے نفس اور ادنیٰ جذبات پر دباؤ تو پڑتا ہے مگر اس کا مآل انفرادی اور معاشرتی ہر دو حوالوں سے بہت اچھا ہے اور ایک طور پر یہ تقویٰ کی بھی بہترین شکل ہے جو دوسروں کے لیئے بھی ایک نمونہ ہے اور اس طریق عمل سے ثابت ہو جائے گا کہ نیکی کا درجہ بدی سے بہت اعلیٰ ہے یعنی برائی اور اچھائی دونوں یکساں اور برابر نہیں ہوسکتے ارشاد ہے کہ "وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ" نیکی اور بدی دونوں برابر نہیں" اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَ بَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ۝۳۴ "بدی کو عمدگی سے دفع کر دیا کریں پھر وہ جس کے اور آپ کے درمیان مخاصمت تھی وہ آپ کے ولی اور دوست جیسا ہو جائے گا۔

حکم نمبر ۸۸۱

اور اگر تم کو وسوسہ ڈال کر شیطان اکسائے (فساد پر) تو اللہ سے پناہ مانگ لیا کرو۔۔بے شک وہ سننے اور جاننے والا ہے۔

سُوْرَةُ حٰمٓ السَّجْدَة آیت نمبر ۳۶

ارشاد ہے کہ ''وَ اِمَّا یَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّیْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝۳۶'' اور اگر کوئی شیطانی وسوسہ تم کو اکسائے (فساد پر) تو اللہ سے پناہ مانگ لیا کرو۔بے شک وہ سمیع و علیم یعنی سننے اور جاننے والا ہے۔

سابقہ حکم میں بدی کو نیکی سے ٹال دینے کی ہدایت کی گئی ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس عمل کی توفیق متحمل لوگوں میں ہی ہوتی ہے اور یہ بڑی خوش نصیبی کی بات اس کے ساتھ ہی آیت ھٰذا میں ارشاد کرنے کا مقصد یہ بتا تا ہے کہ اس حسن اخلاق اور نیکی کی راہ میں شیطان حائل ہو کر دل میں وسوسہ ڈالتا ہے اور فساد پر اکسا سکتا ہے تو اگر ایسا ہو تو فوراً اللہ سے پناہ مانگ لیا کرو کہ اللہ پاک ہر بات کو سننے اور جاننے والا ہے۔۔اس طرح اللہ کی پناہ میں آکر شیطانی حربے سے محفوظ ہو جاؤ گے اور بدی کو احسن طریقے سے ٹال دینے کے سبب شیطانی کوششیں ناکام ہوں گی اور بندۂ عاجز کو تعمیل حکم کا شرف نصیب ہو گا۔

حکم نمبر ۸۸۲

رات اور دن، سورج اور چاند تو اللہ کی نشانیاں ہیں۔ تم نہ سورج کو سجدہ کرو نہ چاند کو بلکہ اللہ کو سجدہ کرو۔ جو ان کا خالق ہے اگر تم سچ مچ اس کی عبادت کرنے والے ہو۔

سُوْرَةُ حٰمٓ السَّجْدَة	آیت نمبر ۳۷

ارشاد ہے کہ "وَمِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ؕ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۳۷﴾" یہ رات اور دن سورج اور چاند اس کی نشانیوں میں سے ہیں۔ تم نہ سورج کے لیئے اور نہ چاند کے لیئے بلکہ اللہ کے لیئے سجدہ کرو جس نے ان سب کو تخلیق کیا ہے اگر تم اس کی ہی عبادت کرنا چاہتے ہو۔

دور قدیم میں انسان ناواقفیت کی بنیاد پر سورج اور چاند کی آب و تاب اور بلندی سے متاثر ہو کر ان کے آگے سجدہ گزار ہو جاتا تھا اللہ تعالیٰ نے آیت ھٰذا میں واضح فرمادیا کہ سورج اور چاند اور دن رات تو اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کے مظاہر اور اس کی تخلیق کے ادنیٰ نمونے یا اس کی نشانیاں ہیں اور جو لوگ اللہ کی عبادت کرنا چاہتے ہیں ان کو ممنوع ہے کہ مخلوق کو یا غیر اللہ کو سجدہ کریں۔۔ ہدایت کی گئی ہے کہ لائق عبادت تو ان سب کا تخلیق کرنے والا معبود واحد صرف اللہ ہے اسی کو سجدہ کیا کرو۔

حکم نمبر ۸۸۴

اور اگر ہم قرآن کو کسی عجمی زبان میں نازل کرتے تو یہ کہتے (اعتراض کرتے) کہ اس کی آیات صاف طریقے سے، تفصیل سے (عربی میں) کیوں بیان نہیں کی گئیں کلام عجمی اور مخاطب عربی کیوں؟ آپ فرما دیجیئے کہ وہ (قرآن حکیم) ہدایت اور شفا اہل ایمان کے لیئے ہے اور بے ایمانوں کے کان کی ڈانٹ اور آنکھ کی پٹی ہے ان کے لیئے دور کی آواز ہے۔ (جس کا سننا اور سمجھنا مشکل ہوتا ہے)

سُوْرَةُ حٰمٓ السَّجْدَة	آیت نمبر ۴۴

ارشاد ہے کہ "وَ لَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا لَّقَالُوْا لَوْ لَا فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ ؕ ءَاَعْجَمِيٌّ وَّ عَرَبِيٌّ ؕ قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّ شِفَآءٌ ؕ وَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّ هُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ؕ اُولٰٓئِكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ ۠" اور اگر ہم نازل کرتے قرآن کو غیر عربی زبان میں تو یہ کہتے کہ اس کی آیات تفصیل سے صاف صاف (عربی میں) کیوں نہیں ہیں۔ کلام عجمی اور مخاطب عربی کیوں؟۔۔۔ آپ کہہ دیجیئے (اے رسول ﷺ) کہ یہ ہدایت وشفاء ان کے لیئے ہے جو ایمان لائیں اور جو لوگ ایمان نہ لائیں ان کے کانوں کے لیئے ناشندنی اور ان کی آنکھ کے لیئے نادیدنی ہے ان کے لیئے دور کی آواز ہے جو صاف نہ سنی جا سکے نہ سمجھ میں آئے۔

آیات بالا میں واضح کیا گیا ہے کہ رسول پاک ﷺ خود اور قرآن کے اولیں مخاطب عربی زبان والے تھے اسی لیئے قرآن حکیم کو عربی زبان میں نازل فرمایا گیا اگر یہ عربی میں نہ ہوتا تو وہ لوگ جو عربی بولنے والے تھے اعتراض کرتے عجب بات ہے کہ مخاطب تو عربی والے ہیں اور زبان غیر ہے یعنی عربی نہیں ہے آگے واضح کیا گیا کہ قرآن حکیم کا عربی میں ہونا اس بات کی ضمانت نہیں کہ سارے ہی عربی بولنے والے اس پر ایمان لائیں اور اس سے ہدایت پائیں کہ ان کے صدور میں چھپے ہوئے کفر و شرک کے مرض کو شفا ہو سکے قرآن پاک تو ہدایت اور شفاء ان لوگوں کے ہی لیئے ہے جن کو توفیق ایمان حاصل ہو خواہ وہ عربی ہوں یا عجمی (جس کی بہترین مثال اسی دور میں حضرت سلمان فارسیؓ اور ان کے دوسرے غیر عرب ساتھی ہیں) اور آج یہ بات روزِ روشن کی طرح ہے کہ مختلف زبانوں والے لوگ دنیا بھر میں جنہیں توفیق ایمان حاصل ہے قرآن حکیم کی تلاوت عربی میں ہی کرتے ہیں ان کی زبان کچھ بھی ہو مگر ان کے لیئے قرآن حکیم ہدایت بھی ہے اور شفا بھی ہے۔

حکم نمبر ۸۸۴

اے رسول ﷺ ان سے کہیئے کیا تم نے کبھی یہ بھی دیکھا (سوچا) کہ اگر یہ (قرآن) اللہ کی ہی طرف سے ہے اور تم نے اس سے انکار کیا (کفر کیا) تو اس سے زیادہ گمراہ کون ہے جو مخالفت میں بہت دور نکل گیا۔

سُوْرَةُ حٰمٓ السَّجْدَة	آیت نمبر ۵۲

ارشاد ہے کہ "قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ثُمَّ كَفَرْتُمْ بِهٖ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ هُوَ فِيْ شِقَاقٍۢ بَعِيْدٍ ﴿۵۲﴾" کہیئے کیا تم نے یہ بھی دیکھا (سوچا) کہ اگر یہ (قرآن) اللہ کی ہی طرف سے ہے اور تم نے اس سے انکار کیا تو اس سے زیادہ گمراہ کون جو مخالفت میں حد سے آگے بڑھ گیا۔

آیتِ ھٰذا میں منکرین کو انتہائی اعلیٰ فکری اور منطقی طریقے سے صحیح سوچ کی طرف یہ کہہ کر دعوت دی گئی ہے کہ تم یہ فرض کرلو کہ قرآنِ حکیم اللہ کی ہی طرف سے ہے اور تم اتنی شدت سے اس کی مخالفت کر رہے ہو تو کیا اس سے بڑی کوئی گمراہی ہو سکتی ہے منکرین کو دعوت ایمان دیتے وقت مخاطب کو غائب کے حوالے سے تسلیم کرنے پر گمراہ تو کہا مگر سلیقے سے یا احسن طریقے سے قرآنِ حکیم کا یہی وہ اندازِ ابلاغ ہے جس کی بنیاد پر اس کو بشری کلام نہیں کہا جاسکتا اور اللہ تعالیٰ نے ایسے ہی احسن طریقے سے دعوتِ ایمان دینے کا حکم دیا ہے اور ان کے تسلیم نہ کرنے پر صبر اور برداشت اور تحمل کی تلقین کی ہے زیادہ سے زیادہ انہیں ان کے حال پر چھوڑ دینے کو کہا ہے جھگڑنا اسلامی اخلاق کے منافی ہے۔

حکم نمبر ۸۸۵

خبردار۔۔۔۔ آگاہ ہو جاؤ۔۔۔۔ سمجھ لو۔۔۔۔ یاد رکھو کہ یہ لوگ روز حشر اللہ کے سامنے جمع ہونے پر یقین نہیں رکھتے یہ بات اللہ کو معلوم ہے اس لیئے کہ وہ ہر چیز پر محیط ہے۔ سمجھ لو۔ خبردار۔

سُوْرَةُ حٰمٓ السَّجْدَة	آیت نمبر ۵۴

یہ آیتِ پاک سورۃ السجدہ کی آخری آیت ہے اور سابقہ آیات میں منکرین کو منطقی انداز میں دعوتِ فکر کا حکم دینے کے بعد سرکار ﷺ کو مطلع فرمادیا کہ اللہ کو اس بات کا علم ہے کہ یہ لوگ حیات بعد الموت سے متعلق شک میں پڑے ہیں آپ اس بات پر خبر دار اور آگاہ ہو جایئے اور آپ کو تو معلوم ہی ہے کہ کوئی شے ایسی نہیں اور کوئی بھید یا راز یا اندرونی کسی کے دل کی کوئی بھی بات ایسی نہیں ہے جو اللہ پر روشن نہ ہو وہ سب کچھ جانتا ہے۔ ارشاد ہے کہ " اَلَآ اِنَّهُمْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآءِ رَبِّهِمْ ؕ" مطلع ہوں، سمجھیں کہ یہ لوگ اپنے رب کی (روز حشر ہونے والی) ملاقات سے شک میں پڑے ہوئے ہیں اور " اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ ﴿۵۴﴾ " یہ بھی نہ بھولیں، یادرکھیں مطلع ہوں کہ کوئی بھی شے اللہ کے احاطۂ علم سے باہر نہیں ہے کہ اس کا علم لامحدود ہے اور وہ ہر چیز کو گھیرے ہوئے یعنی سب پر محیط ہے۔

حکم نمبر ۸۸۶

کچھ بعید نہیں کہ ان کے کفر و شرک پر اوپر سے آسمان پھٹ پڑیں۔۔۔ مگر یہ ہے کہ فرشتے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور اہل زمین کے لیئے مغفرت و درگزر کی درخواست کرتے رہتے ہیں۔۔۔ اور آپ یاد رکھیں کہ اللہ بخشنے اور رحم فرمانے والا ہے۔

سُوْرَةُ الشُّوْرٰی	آیت نمبر ۵

آیتِ ھٰذا میں ارشاد فرمایا ہے کہ کچھ بعید نہیں قریب ہے کہ کفر و شرک کرنے اور اپنے رب سے ملاقات اور آخرت کے عذاب سے نہ ڈرنے والوں ۔۔۔ پر کہیں آسمان ٹوٹ پڑیں ایسا ہو سکتا ہے مگر یاد رکھیں کہ آپ کا رب بخشنے والا اور مہربان ہے اور اس کے فرشتے جو ہر وقت اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی پاکی بیان کرتے رہتے ہیں وہ اہل زمین کے لیئے مغفرت کی دعائیں کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے یعنی یہ کہ وہ ان کی درخواست قبول کر کے اہل زمین کی فوری سزا سے درگزر کر دیتا ہے اسی لیئے آسمان اوپر سے پھٹ پڑنے سے رکے ہوئے ہیں ارشاد ہے "تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَ يَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ ؕ" قریب ہے کہ آسمان پھٹ پڑیں اوپر سے ۔۔ اور اس کے فرشتے جو اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں ان کے لیئے مغفرت طلب کرتے ہیں جو زمین میں ہیں " اَلَآ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۞ "اور یاد رکھو آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ بڑا بخشنے اور رحم کرنے والا ہے (یعنی اہل زمین کے لیئے فرشتوں کی درخواست قبول فرماتا ہے اسی لیئے آسمان نہیں پھٹ رہے ہیں اور مشرکین و کفار دنیا میں سابقہ قوموں کے جیسے عذاب سے بچے ہوئے ہیں)۔

حکم نمبر ۸۸۷

اے رسول ﷺ آپ ڈرایئے، ان کو خوف دلائیں اپنے رب کے پاس جمع ہونے والے دن سے جب ایک گروہ جنت میں اور دوسرا دوزخ میں جائے گا۔

سُوْرَةُ الشُّوْرٰے	آیت نمبر ۷

مکمل آیت یوں ہے کہ "وَ كَذٰلِكَ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَ مَنْ حَوْلَهَا وَ تُنْذِرَ يَوْمَ الْجَمْعِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ؕ" اور اسی طرح ہم نے آپ پر وحی کیا قرآنِ عربی کہ آپ خوف دلائیں مرکزی شہر اور اس کے نواحی علاقے والوں کو اور خبر دار کریں (نصیحت کریں) اس دن سے متعلق جب سب لوگ اللہ کے حضور جمع ہوں گے اور جو ٹلنے والا دن نہیں ہے۔ "فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَ فَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ ۝" اور جب ایک گروہ کو جنت میں بھیجا جائے گا اور ایک کو جہنم میں۔

شارحین کے مطابق "اُمَّ الْقُرٰى" مکہ معظمہ کے لیئے اور "حَوْلَهَا" کا اشارہ باقی تمام بستیوں کی طرف ہے "اُمَّ الْقُرٰى" کے لفظی معنیٰ قریوں کی ماں ہے اور مرادی معنیٰ مکہ معظمہ کے ہیں کہ تمام شہروں میں بعض روایات کے مطابق یہ ہی وہ جگہ ہے جہاں سے زمین کی تشکیل شروع ہوئی نیز یہ کہ اللہ کا پہلا گھر بھی یہیں بنا اور اللہ کے آخری نبی ﷺ یہیں جلوہ افروز ہوئے، نزول قرآن یہیں سے شروع ہوا عالم اسلام کا مرکز یہی شہر ہے اور باقی دنیا اس کے نواح میں ہے چنانچہ آیت پاک کا مفہوم یہ ہے کہ سب سے پہلے مکہ والوں کو خبر دار کریں پھر اس کے بعد پوری دنیا کے لوگوں کو یوم حشر سے خوف دلائیں جس دن سب کو اللہ کے حضور اپنے ایمان و عمل، یا کفر و شرک کی جزا و سزا دی جائے گی اور نیک اعمال والے ایمان دار لوگوں کو جنت میں اور منکرین و مشرکین کو جہنم میں ڈالا جائے گا اور وہ ہمیشہ وہیں رہیں گے۔

حکم نمبر ۸۸۸

"قائم کرو دین کو اور اس میں تفرقہ نہ ڈالو"۔ یہی وہ حکم ہے جو دیا تھا ہم نے نوح علیہ السّلام و ابراہیم علیہ السّلام و موسیٰ علیہ السّلام و عیسیٰ علیہ السّلام کو اور اے رسول ﷺ وہی دین ہم نے آپ پر وحی کے

ذریعے مقرر کیا ہے اور آپ جس بات کی "اے رسول ﷺ" دعوت دیتے ہیں مشرکین کو۔۔۔وہ ان پر بہت گراں ہے اور اللہ جسے چاہتا ہے اپنے لیئے منتخب کرلیتا ہے اور جو اس سے رجوع کرے اس کو اپنی طرف ہدایت دیتا ہے۔

سُوْرَۃُ الشُّوْرٰے — آیت نمبر ۱۳

ارشاد ہے "شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَ مَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَ مُوْسٰى وَ عِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَ لَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ؕ" راستہ بنایا ہم نے آپ کے لیئے (اے رسول ﷺ آپ کو شریعت دی) اسی دین سے جس کی وصیت کی نوح علیہ السّلام کو اسی کو وحی کیا آپ پر اور اسی کی وصیت کی تھی ہم نے ابراہیم علیہ السّلام و موسیٰ علیہ السّلام و عیسیٰ علیہ السّلام کو کہ تم سیدھا رکھو دین کو (قائم رکھو) اوراس میں تفرقہ نہ ڈالو" كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ ؕ" اور جس کی طرف (اسلام و ایمان) آپ مشرکین کو دعوت دیتے ہیں وہ ان پر بہت گراں ہے" اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ﴿۱۳﴾ "اللہ جس کو چاہتا ہے اپنے لیئے منتخب کرلیتا ہے اور ہدایت اس کو دیتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرے۔

آیت ھٰذا میں پہلی بات تو یہ واضح کی گئی ہے کہ اللہ نے اپنے بندوں کے لیئے جو دین عطا کیا ہے اس کی اساس ایک ہی ہے۔ حضرت نوح علیہ السّلام سے لے کر حضور اکرم ﷺ تک یہ بشمول حضرت ابراہیم علیہ السّلام و موسیٰ علیہ السّلام و عیسیٰ علیہ السّلام سب کو ایک ہی دین عطا ہوا تھا

اور اسی دین کا راستہ سرکار ﷺ کو وحی کے ذریعے عطا ہوا ہے۔ ساتھ ہی ایک حکم کا بھی حوالہ ہے کہ اللہ کے دین کی وحدت میں تفرقہ نہ ڈالا جائے کہ تمام ہی انبیا و رسل کی تعلیمات میں کوئی بنیادی فرق نہیں ہے۔(فروعی تفریق و تمیز حسب تقاضۂ وقت و حالات البتہ رہی ہے مگر وہ فرقہ بندی نہیں ہے)اس کے بعد رسول پاک ﷺ سے ارشاد کیا کہ آپ جس دین کی طرف مشرکین کو دعوت دیتے ہیں وہ ان پر بہت گراں پڑتا ہے اور یہ امر اللہ کی مرضی پر منحصر ہے کہ وہ کس کو منتخب کرتا ہے۔۔ اور ہدایت تو وہی لوگ پاتے ہیں جو اس کی طرف رجوع کریں یعنی ہٹ دھرمی کرنے والوں کو ہدایت نہیں ملتی کہ اسلام تو ہے ہی تسلیم کرنے والوں کے لیئے شرک و کفر پر اڑے رہنے والے لوگوں کو اس دلیل کے ساتھ کہ ہمارے باپ دادا یہی کرتے آئے ہیں حق کی طرف رجوع ہونے سے روکتا ہے اور ہدایت اللہ کی ان کے ہی لیئے ہے جو اس کی طرف رجوع کریں یعنی گمرہی چھوڑ کر اللہ کی طرف لوٹنے کو تیار ہوں۔

حکم نمبر ۸۸۹

حضرت نوح علیہ السّلام ، حضرت ابراہیم علیہ السّلام ، حضرت موسیٰ علیہ السّلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو وصیت کیئے گئے اور رسول اکرم ﷺ کو وحی کیئے گئے دین کا حوالہ دینے کے بعد سرکار ﷺ کو دیئے گئے دس احکامات۔

سُوْرَةُ الشُّوْرٰے	آیت نمبر ۱۵

ارشاد ہے "فَلِذٰلِكَ فَادْعُ ۚ وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ ۚ وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ ۚ وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ ۭ اَللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۭ لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۭ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ۭ اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۝ۭ15" آیت بالا کے بیان شدہ دس احکامات واعلانات کا اردو ترجمہ حسب ذیل ہے۔

رسول پاک ﷺ سے ارشاد ہوا کہ:۔

۱۔ آپ اسی دین کی طرف دعوت دیں۔

۲۔ اور قائم رہیں اس پر جو حکم دیا گیا آپ کو

۳۔ اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کریں

۴۔ اور بتادیں کہ ایمان لاتا ہوں (رکھتا ہوں) میں اس سب پر جو نازل کیا اللہ نے کتاب سے (بعض شارحین نے کتاب کو کتب کے معنٰی میں بیان کیا ہے)

۵۔ اور مجھ کو حکم ہوا ہے کہ میں تمہارے درمیان انصاف کروں / یا مجھے تمہارے درمیان انصاف کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

۶۔ اللہ ہی ہمارا بھی رب ہے اور تمہارا بھی

۷۔ ہمارے اعمال ہمارے لیئے اور تمہارے تمہارے لیئے ہیں۔

۸۔ ہمارے تمہارے درمیان کوئی تکرار یا جھگڑا نہیں ہے۔

۹۔ اللہ ہم سب کو (ایک دن اپنے حضور) جمع کرے گا۔

۱۰۔ اور اس کی ہی طرف (ہم سب کو) واپس جانا ہے۔

درج بالا ارشادات میں ایک بات تو یہ واضح کی گئی ہے کہ دین محمدی ﷺ بھی وہی دین ہے جو آپ سے پہلے والے انبیا و مرسلین اور اقوام کے لیئے دیا گیا تھا یعنی اسلام اللہ کے دین کی

توثیق و تکمیل ہے۔ اس دین پر قائم رہنے اور کفار و مشرکین کی خواہشات کی اتباع سے بچکر ان کو یہ بتادینے کا حکم کہ سرکار ﷺ وحی کئے گئے دین پر قائم ہیں اور لوگوں تک اس کو پہنچانے والے اور لوگوں کے درمیان انصاف کے فیصلے فرمانے والے اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔ نیز یہ کہ ہر فرد اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہے اور رسول پاک ﷺ کسی سے جھگڑنے والے نہیں بلکہ یوم حشر سے خبر دار کرنے والے ہیں جب لوگ اللہ کے حضور جمع ہوں گے۔۔ مر کے دوبارہ زندہ ہونے کے بعد۔

حکم نمبر ۸۹۰

ایمان لانے اور نیک کام کرنے والوں کو جنت کی بشارت کے ساتھ سرکار ﷺ کو یہ فرمادینے کا حکم کہ میں تم سے کوئی صلہ نہیں مانگتا مگر قرب کی محبت!

سُوْرَةُ الشُّوْرٰے	آیت نمبر ۲۳

ارشاد ہے کہ "ذٰلِكَ الَّذِيْ يُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ" یہی وہ (جنت کی راحت) ہے جس کی بشارت اللہ دیتا ہے اپنے ان بندوں کو جو ایمان لائیں اور نیک کام کریں "قُلْ لَّاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ؕ" فرمادیجئے کہ میں تم سے اپنی خدمت کا کوئی معاوضہ نہیں چاہتا سوائے قرب کی محبت کے "وَ مَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا ؕ" اور جو نیکی کرتا ہے اس کی نیکی زیادہ کر دی جاتی ہے "اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ۝۲۳" بے شک اللہ بڑا بخشنے اور نیکی کی قدر کرنے والا ہے۔

آیت بالا میں "قرب کی دوستی / محبت" قابل تشریح ہے۔ بعض شارحین نے اس سے اللہ کی محبت اور قرب حاصل کرنے کی کوشش مراد لی ہے۔ بعض کے نزدیک یہ اشارہ رسول پاک ﷺ اور آپ کے اہل بیت کی محبت و قرب کے لیئے ہے۔۔۔ اور بعض نے اس کو اہل ایمان کے مابین قرب و محبت کہا ہے۔۔۔ اور ایک شرح انسانی نسبت کے قرب و محبت کے لیئے بھی ہے۔ بہر حال یہ ضرور ہے کہ سرکار ﷺ کا مقصد کار رسالت و نصیحت و ابلاغ حقیقت کے صلے میں کچھ طلب کرنا نہیں ہے بلکہ آپ تو مخالفت و دشمنی ترک کرا کے اللہ اور اس کے چاہنے والوں کے لیئے قرب و محبت کا پیام دیتے ہیں۔

ساتھ ہی ارشاد ہے کہ سرکار ﷺ کے ذریعے اللہ کے پہنچے ہوئے حکم کی تعمیل یعنی ایمان و اعمال صالح کے حامل لوگوں کی نیکی میں اللہ کی طرف سے اضافہ کر دیا جاتا ہے کہ وہ بڑا بخشنے اور نیکی کی قدر کرنے والا ہے جس کے نتیجے میں اہل ایمان کو جنت کی راحتوں اور اس میں دائمی قیام کی بشارت دی گئی ہے۔

حکم نمبر ۸۹۱

اور جو کوئی صبر کرے اور معاف کر دے تو یہ بڑی حوصلہ مندی کی بات ہے۔

سُوْرَةُ الشُّوْرٰے	آیت نمبر ۴۳

ارشاد ہے کہ "وَ لَمَنْ صَبَرَ وَ غَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۴۳﴾" اور جو کوئی صبر کرے اور معاف کر دے تو یہ بڑی حوصلہ مندی کا کام ہے۔

آیتِ ھٰذا میں کوئی کھلا حکم تو نہیں ہے مگر صبر و برداشت کرنے اور دوسروں کو ان کی خطا یا ظلم پر معاف کر دینے کی زبردست ترغیب بمنزلہ حکم ہے کہ اللہ بندوں کے صبر کر کے معاف کر دینے کو حوصلہ مندی کا کام قرار دیتا ہے یعنی اس پر اپنی پسند کا اظہار فرماتا ہے کہ وہ خود بڑا بخش دینے والا ہے۔۔ آیت ھٰذا سے پہلے والی آیات میں برابر کا بدلہ لینے کی اجازت تو دی ہے مگر آیت ھٰذا میں معاف کرنے کو پسند فرمایا ہے۔

حکم نمبر ۸۹۲

یاد رکھو، خبردار ہو جاؤ کہ ظلم کرنے والے لوگ ہمیشہ کے عذاب میں رہیں گے۔

سُوْرَةُ الشُّوْرٰی آیت نمبر ۴۵

حکم سابقہ آیت نمبر (۴۳) میں جس طرح معاف کرنے اور صبر کرنے کی ترغیب دی گئی تھی اسی طرح آیت ھٰذا میں ظلم و زیادتی نہ کرنے کی تنبیہ ہے جسے ایک طور ایک ''منفی حکم'' کے طور لیا جا سکتا ہے۔ آیت ھٰذا کے ابتدائی حصّے میں یوم حشر ظالموں کا احوال بیان کیا ہے کہ وہ کس طرح دوزخ کے سامنے آکر ذلت سے عاجزی کریں گے اور مومنین ان کو دیکھ کر کہیں گے کہ یہی وہ ظالم ہیں جنہوں نے قیامت پر یقین نہ کر کے خود کو اور اپنے اہل و عیال کو یوم حشر کے خسارے میں مبتلا کیا۔ ارشاد ہے کہ ''وَ تَرٰىهُمْ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا خٰشِعِيْنَ مِنَ الذُّلِّ يَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ ؕ وَ قَالَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ وَ اَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ

اَلَاۤ اِنَّ الظّٰلِمِیْنَ فِیْ عَذَابٍ مُّقِیْمٍ ﴿۴۵﴾ " اور آپ دیکھیں گے کہ وہ سامنے لائے جائیں گے اس کے (جہنم کے) اور وہ خشیت (عجز) اور ذلت کے ساتھ چوروں کی طرح ادھر ادھر دیکھ رہے ہوں گے اور (ان کو دیکھ کر) اہل ایمان کہیں گے کہ یہ وہ گھاٹے میں رہنے والے ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو قیامت کے خسارے میں مبتلا کیا اور دیکھ لو خبردار ہو جاؤ کہ یہ ظالم لوگ ہمیشہ کے عذاب میں مبتلا رہیں گے۔

حکم نمبر ۸۹۳

اے لوگوں اپنے رب کا حکم قبول کرلو۔۔۔ قبل اس کے کہ وہ دن آئے جو اللہ کی طرف سے ٹلنے والا نہیں ہے۔۔۔ اور اس دن نہ تو تمہارے لیئے کوئی جائے پناہ ہوگی اور نہ تم انکار ہی کر سکو گے (اپنے گناہوں سے)

سُوْرَةُ الشُّوْرٰی ۴۲	آیت نمبر ۴۷

ارشاد ہے کہ " اِسْتَجِیْبُوْا لِرَبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ" قبول کرلو اپنے رب کا حکم قبل اس کے کہ وہ دن آئے جس کو اللہ کی طرف سے ٹلنا نہیں ہے۔ "مَا لَكُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ یَّوْمَىِٕذٍ وَّ مَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِیْرٍ ﴿۴۷﴾" اور اس دن نہ تو تمہارے لیئے کوئی پناہ گاہ ہوگی اور نہ تمہارے لیئے کسی قسم کے انکار کی گنجائش۔

آیت ھٰذا میں منکرین کو تنبیہ کی گئی ہے اللہ کے احکامات / اس کے رسول ﷺ اور قرآن حکیم کو برحق تسلیم کرنے کی قبل اس کے کہ قیامت آجائے۔۔اور یوم قیامت کے لیئے دو باتیں منکرین کو بتائی گئی ہیں پہلی بات تو یہ ہے کہ اس دن کفار و مشرکین کو عذاب الٰہی سے بچنے کی کوئی سبیل نہیں ہوگی اور کوئی ایسی جگہ نہ مل سکے گی جہاں وہ پناہ حاصل کرلیں۔۔۔اور دوسری بات نہایت بلغ انداز میں یوں کہی گئی ہے "اور نہ ہوگا تم میں سے کوئی انکار کرنے والوں میں" مراد یہ ہے کہ جیسے آج تم اللہ کا انکار کرتے ہو۔۔۔۔ قرآن حکیم کے احکام اور رسول پاک ﷺ کے فرمان اور مر کے زندہ ہونے اور یوم حشر کے عذاب و سزا کو تسلیم نہیں کرتے۔۔ مگر اس دن جب حقیقت کھل کر سامنے آجائے گی تو تم میں سے کوئی انکار کرنے والا نہیں ہوگا۔۔۔اور یہ کہ تم اپنے کئیے ہوئے گناہوں کا بھی انکار نہ کرسکوگے کہ اعمال نامہ تمہارے (بائیں) ہاتھ میں ہوگا۔

حکم نمبر ۸۹۴

اے رسول ﷺ آپ یقیناً سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔جو راستہ آسمانوں اور زمین کے مالک اللہ کا ہے۔۔۔اے لوگو یاد رکھو، خبر دار ہو جاؤ کہ تمام امور اللہ کی ہی طرف رجوع ہونے والے ہیں۔

سُوْرَۃُ الشُّوْرٰے	آیت نمبر ۵۲۔ ۵۳

ارشاد ہے کہ "وَ كَذٰلِكَ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا" اور اسی طرح ہم نے روح الامین کو آپ کے پاس بھیجا اپنے حکم سے "مَا كُنْتَ تَدْرِیْ مَا الْكِتٰبُ وَ لَا الْاِیْمَانُ وَ

لٰکِنۡ جَعَلۡنٰہُ نُوۡرًا نَّہۡدِیۡ بِہٖ مَنۡ نَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِنَا ؕ" جب آپ کتاب وایمان سے آگاہ نہ تھے مگر ہم نے اس کو (قرآن حکیم کو) نور ہدایت بنادیا جس سے ہم اپنے جس بندے کو چاہتے ہیں سیدھا راستہ دکھادیتے ہیں "وَ اِنَّکَ لَتَہۡدِیۡۤ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ ﴿۵۲﴾ "اور بے شک آپ اسی سیدھے راستے کی طرف ہدایت فرماتے ہیں "صِرَاطِ اللّٰہِ الَّذِیۡ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الۡاَرۡضِ ؕ" راستے کی طرف اللہ کے۔۔۔ جس کے لیئے وہ سب کچھ ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے "اَلَاۤ اِلَی اللّٰہِ تَصِیۡرُ الۡاُمُوۡرُ ﴿۵۳﴾" آگاہ ہو جاؤ، یادرکھو کہ جملہ امور اللہ کی ہی طرف رجوع ہوں گے۔

آیتِ ھٰذا سے قبل آیت نمبر "۵۱" میں فرمایا ہے کہ یہ بات مقامِ بشریت سے بالاتر ہے کہ کوئی اللہ سے بات کرے مگر اللہ جس سے چاہتا ہے پردے کے پیچھے سے بات کرتا ہے یا وہ اس پر وحی بھیجتا ہے یا فرشتے کے ذریعے پیغام پہنچاتا ہے اس کے بعد ارشاد ہوا کہ ہم نے اسی طرح اے رسول ﷺ اپنے حکم سے آپ کے پاس جبریل (روح) کو بھیجا جس کے سبب آپ کو کتاب کا۔۔۔ ایمان کا۔۔ پوراعلم عطا ہوا جس کے ذریعے آپ راستہ اللہ کا دکھاتے ہیں لوگوں کو۔

حکم نمبر ۸۹۵

جب تم سواری پر بیٹھ جاؤ تو یاد کرو اپنے رب کی نعمت کو اور کہو کہ۔۔ پاک ہے وہ جس نے اس سواری کو ہمارے لیئے مسخر کردیا ورنہ ہم اس پر قابو رکھنے کے لائق نہ تھے۔

سُوۡرَۃُ الزُّخۡرُف	آیت نمبر ۱۳

آیت ھذا سے قبل آیت نمبر ۱۲ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ اور بندوں پر اپنی عطا و فضل و کرم کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ہم نے تمہارے لیئے ہر قسم کے جوڑے بنائے اور تمہارے لیئے پانی میں چلنے کے لیئے کشتی کو اور خشکی میں سواری کے لیئے چوپائے بنائے پھر آگے ارشاد فرمایا کہ۔۔۔ تاکہ تم سوار ہو ان کی پیٹھ پر "لِتَسْتَوٗا عَلٰى ظُهُوْرِهٖ ثُمَّ تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ اِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ" اور یاد کرو اپنے رب کی نعمت جب تم اس پر سوار ہو جاؤ "وَ تَقُوْلُوْا سُبْحٰنَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَ مَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ ﴿۱۳﴾" اور کہو (پڑھو یہ دعائے شکرانہ) کہ پاک ہے وہ ذات جس نے اس کو ہمارے لیئے مسخر کر دیا ورنہ ہم اس کو قابو نہیں کر سکتے تھے۔

مسنون ہے کہ سواری پر چڑھنے کے بعد یہ شکرانہ دعائیہ پڑھنا چاہیئے کہ اللہ نے ہم کو یہ صلاحیت و استعداد عطا فرمائی کہ ہم اپنے ہنر یا تدبیر سے اس سواری کو قابو کر سکیں دور حاضر میں یہی بات دیگر ہوائی، بحری اور زمینی سواریوں کے لیئے بھی صادق آتی ہے۔

حکم نمبر ۸۹۶

اے رسول ﷺ آپ پر جو وحی کیا جائے اس پر سختی سے قائم رہیئے۔۔ بے شک آپ سیدھے راستے پر ہیں۔۔ اور یہ قرآن آپ کے اور آپ کی قوم کے لیئے نصیحت ہے اور عنقریب اس کی پرسش کی جائے گی۔

سُوْرَةُ الزُّخْرُف آیت نمبر ۴۳۔۴۴

ارشاد ہے کہ "فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِيْٓ اُوْحِيَ اِلَيْكَ ۚ" مضبوطی سے اس کو پکڑے رہیئے جو آپ پر وحی کیا جائے۔" اِنَّكَ عَلٰي صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۴۳﴾ "بے شک آپ سیدھے راستے پر ہیں۔" وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ ۚ وَسَوْفَ تُسْـَٔلُوْنَ ﴿۴۴﴾ "اور یہ (قرآن) آپ کے اور آپ کی امت کی نصیحت کے لیئے ہے اور عنقریب تم سب سے سوال کیا جائے گا۔ (احکام قرآن کی تعمیل و تسلیم سے متعلق)

آیت ھٰذا میں جو وحی کیا جائے اس پر سختی سے قائم رہنے اور پابندی سے تعمیل کی ہدایت کے ساتھ تصدیق کی گئی ہے کہ سرکار صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم بے شک سیدھے راستے کی طرف لوگوں کی رہنمائی فرمارہے ہیں اور جو کچھ نازل کیا گیا یعنی جو احکام قرآنِ حکیم کے ذریعہ دیئے گئے ان کو نصیحت قرار دیکر فرمایا ہے کہ قیامت بہت قریب ہے اور اس دن سب سے پرسش ہوگی قرآنِ حکیم کے احکامات کی تسلیم و تعمیل پر کہ کس نے تسلیم کرکے اس کے مطابق عمل کیا اور کون انکار کرکے گمرہی میں مبتلا رہا۔

حکم نمبر ۸۹۷

پوچھیئے ان سے اے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ۔۔ کہ ہم نے آپ سے پہلے جو رسول بھیجے ہیں کیا ہم نے ان کے ذریعے رحمان کے علاوہ دوسرے معبود بتائے تھے۔

سُوْرَةُ الزُّخْرُف	آیت نمبر ۴۵

ارشاد ہے کہ "وَسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ ﴿۴۵﴾ "سوال کریجیے / پوچھ لیجئے (اے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) ہم نے بھیجے تھے آپ سے پہلے جو اپنے رسولوں میں سے کیا ہم نے بتائے تھے رحمٰن کے سوا دوسرے معبود بندگی (عبادت) کے لیئے۔(ان کے ذریعے)

آیت ھٰذا میں توحید کی تاکید کے طور پر سرکار صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے فرمایا گیا ہے کہ ہم نے آپ سے قبل جو رسول مختلف قوموں میں بھیجے تھے ان کے ذریعے بھی دوسرے معبود نہ ٹھہرانے اور واحد ولاشریک اللہ کی عبادت کا ہی حکم دیا گیا تھا اور رحمٰن کے سوا کسی کی عبادت کے لیئے نہیں کہا گیا تھا اس کی تصدیق ان لوگوں سے بھی کی جاسکتی ہے جو انبیائے ماسبق کی اتباع و پیروی کرتے ہیں یا جن کے پاس پہلے نازل کی ہوئی ہماری کتب کا علم ہے۔ وہ لوگ بھی جانتے ہیں کہ کبھی کسی طور رحمٰن کے سوا غیر کی عبادت کو نہیں کہا گیا۔

حکم نمبر ۸۹۸

اور بے شک وہ (حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کا دوبارہ دنیا میں آنا) قربِ قیامت کی علامت ہے تم اس میں ذرا بھی شک نہ کرنا اور میری پیروی کرنا یہی سیدھا راستہ ہے۔

سُوْرَةُ الزُّخْرُف	آیت نمبر ۶۱

ارشاد ہے کہ "وَ اِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَ اتَّبِعُوْنِ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۶۱﴾ "اور وہ بے شک ہیں (علم۔ آگہی۔ یقین یا) نشانی قیامت کی تم اس میں ہر گز شک نہ کرو اور میری (شریعت) کی اتباع کرو یہ سیدھا (اللہ کی طرف) راستہ ہے۔۔۔۔ آگے فرمایا کہیں ایسا نہ ہو کہ شیطان تم کو اس راستے سے روک دے کہ وہ تمہارا (انسانوں کا) کھلا دشمن ہے۔ آیت بالا میں "اِنَّهٗ"۔۔۔۔ "بے شک وہ" سے مراد بعض شارحین نے حضرت عیسیٰ علیہ السّلام سے لی ہے کہ آیات ماقبل میں ان کا ہی ذکر ہے۔۔۔۔ اور بعض شارحین "اِنَّهٗ" کے اشارے سے مراد قرآن حکیم لیتے ہیں۔۔۔۔ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے لیئے "اِنَّهٗ" کا اشارہ اس لیئے محکم ہے کہ وہ اللہ کی قدرت کاملہ کا مظہر تھے کہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے مردوں کو زندہ کر دیتے تھے بیماروں کو شفا دیتے تھے معذوروں کو درست کر دیتے تھے۔ اور یہ کہ ان کو چوتھے آسمان پر متمکن کر دیا گیا۔۔۔۔ اور سب سے اہم بات یہ کہ وہ قرب قیامت کی علامت یا نشانی کے طور پر دوبارہ دنیا میں تشریف لا کر چند اہم کام کریں گے۔۔۔۔ "اِنَّهٗ" سے قرآنِ حکیم مراد لینے والے وہ شارحین ہیں جن کے مطابق قیامت کی خبر اور اس کا علم قرآنِ حکیم کے ہی ذریعے حاصل ہوتا ہے۔۔۔۔ ہر دو تفسیر کے مطابق "قیامت" پر یقین کا حکم دیا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ اس میں ہر گز شک نہ کرنا۔۔۔۔ اور میری / میری شریعت کی پیروی کرنا۔ اگر میری پیروی سے مراد رسول کریم ﷺ کی پیروی ہے تو لفظ "قُلْ" محذوف اور اگر میری اتباع کرو اللہ کے لیئے ہے میری اتباع سے مراد میری شریعت کی اتباع ہے۔ ہر دو شکل میں اتباع رسولِ اکرم ﷺ کی ہی ثابت ہوتی ہے کہ اللہ کی شریعت کا نمونہ بھی آپ ﷺ کی ہی ذاتِ اقدس تھی اور آپ ہی کا بتایا ہوا راستہ صراط مستقیم ہے جس کے لیئے آیات بالا میں اعلان کر دیا گیا ہے کہ اے رسول ﷺ آپ بے شک سیدھے راستہ کی دعوت دینے والے ہیں۔

حکم نمبر ۸۹۹

تم اللہ سے ڈرو۔ تقویٰ کرو اللہ کے لیئے اور میری اطاعت کرو۔ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی قوم کو ان کے ذریعے حکم۔ اللہ میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی۔ اسی کی عبادت کرو، یہی سیدھا راستہ ہے۔

سُوْرَةُ الزُّخْرُف — آیت نمبر ۶۳ ۔ ۶۴

ارشاد ہے کہ "وَ لَمَّا جَآءَ عِیْسٰی بِالْبَیِّنٰتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ وَ لِاُبَیِّنَ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِیْ تَخْتَلِفُوْنَ فِیْهِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوْنِ ﴿۶۳﴾ "اور جب عیسیٰ کھلی نشانیاں لے کر آئے اور فرمایا کہ میں تمہارے پاس حکمت و دانائی کی باتیں لے کر آیا ہوں اور اس لیئے کہ تمہارے لیئے صاف صاف بیان کردوں وہ باتیں جن میں تم اختلاف رکھتے ہو۔ بس اللہ سے ڈرو (تقویٰ کرو) اور میرا کہنا مانو۔" اِنَّ اللّٰهَ هُوَ رَبِّیْ وَ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ ﴿۶۴﴾" بے شک اللہ ہی میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی اس لیئے اس کی ہی عبادت کرو کہ یہ ہی صراط مستقیم (سیدھا راستہ) ہے۔ آیات ھٰذا میں حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے ذریعے دیا گیا حکم ان کی قوم کو اس امر کی تصدیق کرتا ہے کہ قرآنِ حکیم کے نزول سے قبل بھی انبیا کے ذریعے وہ ہی احکام دیئے گئے تھے جو قرآن حکیم کے احکام سے مطابقت رکھتے ہیں یعنی اللہ کو واحد ولا شریک مان کر اس کی ہی عبادت کرنا۔ اس کے لیئے تقویٰ کرنا یا اس سے اور اس کے عذاب و سزا سے ڈرنا اور اس پر یقین رکھ کر انبیا و مرسلین کی اتباع کرنا اور صراط مستقیم پر قائم رہنا۔ یعنی وہی بات کہ حضرت نوح سے حضور اکرم ﷺ تک دین اللہ کا ایک ہی ہے۔

حکم نمبر ۹۰۰

اے میرے بندو آج تمہارے لیئے (تم پر) نہ کوئی خوف ہے اور نہ غم یعنی تم جو ایمان لائے ہماری آیات پر اور فرمانبر دار رہے، داخل ہو جاؤ تم اور تمہاری ازواج جنت میں اور خوش رہو۔

سُوْرَةُ الزُّخْرُف — آیت نمبر ۶۸ تا ۷۰

محولہٗ بالا آیات میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے روز حشر اس کی آیات پر ایمان لانے اور فرمانبر داری کرنے والے بندوں سے کہا جائے گا کہ تمہارے ایمان و اطاعت شعاری کے صلے میں آج کے دن جبکہ مشرکین و کفار و منکرین سخت غم اور خوف میں مبتلا ہیں تم کو خوف اور غم دونوں سے آزاد کر دیا گیا ہے اور تمہارے لیئے یہ انعام ہے کہ دائمی راحت و عزت و آرام کے لیئے اپنی اپنی ازواج کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ اور وہاں کی راحتوں سے ہمیشہ کے لیئے لطف اندوز ہوتے رہو۔ ارشاد ہے کہ "يٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَ لَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ۝۶۸" "اے بندو آج کے دن تمہارے لیئے نہ کوئی خوف ہے اور نہ تم کو کوئی غم" "اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاٰيٰتِنَا وَ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ۝۶۹" "تم وہ لوگ جو ایمان لائے تھے ہماری آیات پر اور ان کو تسلیم کر کے فرمانبر دار و مطیع رہے" "اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ ۝" "داخل ہو جاؤ جنت میں تم اور تمہاری ازواج اور ہمیشہ کے لیئے خوش رہو۔۔۔ (بے حد خوش رہو)۔۔!

حکم نمبر ۹۰۱

اے رسول ﷺ کہہ دیجیئے کہ اگر اللہ کی اولاد ہوتی تو میں سب سے پہلے اس کی عبادت کرنے والا ہوتا۔

سُوْرَۃُ الزُّخْرُف آیت نمبر ۸۱ تا ۸۳

ارشاد ہے کہ "قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ ۖ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ ﴿۸۱﴾ سُبْحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۸۲﴾ "کہہ دیجیئے کہ اگر رحمٰن کے اولاد ہوتی تو میں اس کی عبادت کرنے والوں میں سب سے پہلا ہوتا۔ آسمانوں اور زمین کا رب اور عرش کا رب ان اوصاف سے پاک اور بالاتر ہے جو یہ لوگ اس سے وابستہ کرتے ہیں۔

مندرجہ بالا آیات سے ان فاسق عقائد کی تردید کی گئی ہے جو مختلف اقوام اور امتوں کے لوگوں میں بعض ہستیوں کے لیئے اللہ کے بیٹے اور بیٹیوں کے طور پر رائج تھے۔

یہودی حضرت عزیر علیہ السّلام کو اللہ کا بیٹا کہتے تھے اور ان سے ہی متاثر ہو کر عیسایوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السّلام ابن مریم کو اللہ کا بیٹا کہنا شروع کر دیا۔۔۔۔اور بہت سے لوگ فرشتوں کے لیئے یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ وہ اللہ کی بیٹیاں ہیں قرآن حکیم میں اللہ نے والد یا مولود ہونے کے عقیدے کی تنسیخ کی ہے اسی لیئے ارشاد ہوا کہ یہ لوگ یعنی گمراہ اقوام اللہ سے جن اوصاف کو وابستہ کرتی ہیں وہ اس کی "منفی صفات" ہیں اور اللہ ان باتوں سے پاک اور برتر و بالا ہے جو یہ لوگ اس کے لیئے بناتے یا گھڑتے ہیں۔ اگلی آیت میں ارشاد ہوا کہ "فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا وَيَلْعَبُوْا حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ﴿۸۳﴾ "چھوڑ دیجیئے ان کو کہ وہ بک بک اور کھیل (لہو و

لعب) میں لگے رہیں یہاں تک کہ وہ دیکھ لیں وعدے کا دن یعنی قیامت آجائے پھر ان کو سب حقیقت معلوم ہو جائے گی۔

حکم نمبر ۹۰۲

اے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ان کو نظر انداز کر دیجیئے / ان کی طرف سے منہ پھیر لیں اور ان کو سلام کہہ دیں ان کو جلد ہی حقیقت پتہ چل جائے گی۔

سُوْرَةُ الزُّخْرُف	آیت نمبر ۸۹

ارشاد ہے کہ " فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَ قُلْ سَلٰمٌ ؕ فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ ﴿۸۹﴾ " منہ پھیر لیجیئے ان کی طرف سے انہیں چھوڑ دیں، نظر انداز کر دیں اور سلام کر لیں۔۔ان کو جلد ہی حقیقت کا علم ہو جائے گا۔

آیت ھٰذا میں "سَلٰمٌ" کا لفظ سلامتی کے معنیٰ میں نہیں ہے بلکہ محاورۃً استعمال ہوا ہے "ترک روابط" رخصتی سلام یا" انقطاع تعلق" کے لیئے کہ سرکار صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ لوگ ایمان لا کر راہِ راست پر آنے والے نہیں ہیں تو وہی بات اللہ تعالیٰ نے فرمائی کہ یہ اسے تسلیم نہیں کریں گے جب تک قیامت اور اس کے عذاب کا مزا نہ چکھ لیں۔ بعض شار حین نے "سلام کہدیجیئے" کے معنیٰ یہ لکھے ہیں کہ "اللہ تم کو ہدایت دے"۔ یہ شانِ" رَحْمَتٌ لِّلْعٰلَمِیْن "ہے کہ انقطاع تعلق کر کے منہ پھیرتے ہوئے بھی"ہدایت من اللہ" کی دعا دے رہے ہیں۔ سبحان اللہ۔

حکم نمبر ۹۰۳

اور انتظار کرو اس دن کا جب آسمان سے صاف صاف کھلم کھلا دھواں اٹھے گا۔

سُوْرَةُ الدُّخَانِ آیت نمبر ۱۰

ارشاد ہے کہ ”فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ ۝١٠“ منتظر رہو اس دن کے جب آسمان سے صاف صاف واضح طور سے دھواں نکلے گا۔

آیت ھٰذا میں پچھلے حکم کا ہی اعادہ ہے جس میں فرمایا گیا تھا کہ ان کو جلد ہی حقیقت معلوم ہو جائے گی اے رسول ﷺ آپ ان کی طرف سے رخ پھیر لیں۔ یہاں بھی مفہوم یہ ہی ہے کہ قیامت بہت قریب ہے اور وہ دن دور نہیں جب آسمان سے عذاب نازل ہو گا یعنی قیامت آئے گی اور سب دھواں ہی دھواں ہو جائے گا۔

منکرین و کفار اب راہِ راست پر نہیں آتے تو وہ انتظار کریں حسب وعدہ قیامت کے آنے کا جب حقیقت معلوم ہو جائے گی۔

حکم نمبر ۹۰۴

حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے فرعون و آل فرعون سے کہا (بنی اسرائیل کو) اللہ کے بندوں کو میرے حوالے کر دو میں تمہارا امانت دار

رسول ہوں۔۔۔۔اور یہ کہ اللہ کے آگے سرکشی نہ کرو میں تمہارے پاس (اللہ کی کھلی نشانی) اپنی نبوت کی سند پیش کرتا ہوں۔ میں اپنے اور تمہارے رب کی پناہ میں ہوں اس سے کہ تم مجھ کو سنگسار کرو۔۔۔۔اور اگر تم ایمان نہیں لاتے تو مجھ سے الگ ہو جاؤ۔

سُوْرَةُ الدُّخَان — آیت نمبر ۱۸ تا ۲۱

ارشاد ہے کہ "اَنْ اَدُّوْٓا اِلَيَّ عِبَادَ اللّٰهِ ۭ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ۙ؀۱۸" "تم میرے حوالے کردو اللہ کے بندوں کو (بنی اسرائیل کو) میں تمہارے لیئے صاحب امانت رسول ہوں۔ "وَّاَنْ لَّا تَعْلُوْا عَلَى اللّٰهِ ۚ اِنِّىْٓ اٰتِيْكُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۚ؀۱۹" "اور اللہ سے سرکشی نہ کرو۔۔میرے پاس ہے / میں لے کر آیا ہوں تمہارے پاس کھلی سند (اپنی نبوت کی)" "وَاِنِّىْ عُذْتُ بِرَبِّيْ وَرَبِّكُمْ اَنْ تَرْجُمُوْنِ ۡ؀۲۰" "اور میں اللہ کی پناہ میں ہوں اس سے کہ تم مجھ کو سنگسار (یا قتل) کرو "وَاِنْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا لِيْ فَاعْتَزِلُوْنِ ؀۲۱" "اور اگر تم میری بات نہیں مانتے (ایمان نہیں لاتے) تو مجھ سے الگ ہو جاؤ۔

آیاتِ بالا میں حضرت نوح علیہ السّلام کے وہ ارشادات ہیں جو اتمام حجت کے طور پر آپ نے فرعون اور اس کی قوم یا ساتھیوں سے کہے تھے بعد میں آپ کو جو حکم ہوا وہ آگے درج ہے۔

حکم نمبر ۹۰۵

اور اے موسیٰ علیہ السّلام آپ راتوں رات میرے بندوں کو لے کر چلے جائیں بے شک آپ کا تعاقب کیا جائے گا۔ آپ ٹھہرے دریا سے (جو اترا ہوا خشک ہو گا) پار ہو جائیں اور ان کے لشکر کو غرق کر دیا جائے گا۔

سُوْرَةُ الدُّخَان	آیت نمبر ۲۳ ۔ ۲۴

ارشاد ہے کہ "فَاَسْرِ بِعِبَادِیْ لَیْلًا اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ﴿۲۳﴾" تم (اے موسیٰ علیہ السّلام) میرے بندوں کو لے کر راتوں رات چلے جاؤ کہ تمہارا تعاقب کیا جائے گا (فرعون والے تمہارا پیچھا کریں گے)" وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا ؕ اِنَّهُمْ جُنْدٌ مُّغْرَقُوْنَ ﴿۲۴﴾" اور دریا سے پار ہو جانا جو تھما (ٹھہرا، اترا ہوا) ہو گا اور وہ لشکر والے غرق کر دیئے جائیں گے۔

فرعونیوں سے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے یہ فرمانے کے بعد کہ اگر تم ایمان نہیں لاتے تو مجھ سے الگ ہو جاؤ یہ حکم دیا گیا کہ آپ اہل ایمان کو ساتھ لے کر راتوں رات دریا پار چلے جائیں آپ کو دریا راستہ دیدے گا اور جب آپ کے تعاقب میں فرعون اور اس کا لشکر دریا میں داخل ہو گا تو ان سب کو غرق کر دیا جائے گا اور تاریخ گواہ ہے کہ بے شک وہی ہوا جو فرما دیا گیا تھا۔

حکم نمبر ۹۰۶

منکر و شرک و کافر گنہگار کے لیئے روز حشر فرشتوں کو حکم ہو گا۔۔ اسے پکڑو کھینچتے ہوئے لے جاؤ اور بیچ جہنم میں اسے ڈال دو۔ پھر انڈیل دو اس کے سر پر کھولتا ہوا پانی۔۔ اے گنہگار، اب چکھ مزا عذاب کا کہ تو خود کو بڑا صاحب عزت سردار سمجھتا تھا(اور تو نے عذاب کے وعدے کو تسلیم نہ کیا تھا)۔

سُوْرَةُ الدُّخَان	آیت نمبر ۴۷ تا ۴۹

ارشاد ہے کہ " خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ اِلٰى سَوَآءِ الْجَحِيْمِ ۝۴۷ ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَاْسِهٖ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيْمِ ۝۴۸ ذُقْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ ۝۴۹ "پکڑو اسے گھسیٹ کر بیچ جہنم میں ڈال دو۔ پھر اس کے سر پر کھولتا ہوا پانی انڈیل دو۔۔۔۔ چکھ مزا (اس عذاب کا) کہ تو بڑا صاحب عزت سردار بنتا تھا(اور اس عذاب پر شک کرتا تھا)۔

ملحوظ رہے کہ جہنم میں ہمیشہ رہنے اور دائمی عذاب کی سزا کلمہ گو گنہگار کے لیئے نہیں ہے۔ ایسی سزا منکر، مشرک اور کافر گنہگار کے لیئے ہی ہے جو تکبر کر کے قیامت کے وعدے کو جھٹلائیں تھے۔

حکم نمبر ۹۰۷

قیامت کا انکار کرنے والے بھی اسے دیکھنے کے انتظار میں ہیں اے رسول ﷺ آپ بھی انتظار فرمائیے۔

سُوْرَةُ الدُّخَان	آیت نمبر ۵۹

ارشاد ہے کہ " فَارْتَقِبْ اِنَّهُمْ مُّرْتَقِبُوْنَ ﴿۵۹﴾ " آپ بھی انتظار کریں وہ بھی منتظر ہیں۔

یہ سورۃ الدّخان کی آخری آیت ہے جس میں کہا گیا ہے کہ وعدۂ قیامت کو حق تسلیم نہ کرنے والے جیسے کہ اس کے انتظار میں ہیں کہ اگر یہ وعدہ سچا ہے تو ہم بھی دیکھیں گے جب یہ پورا ہو گا۔۔۔ مراد یہ کہ یہ لوگ بغیر دیکھے آپ کے فرمانے پر یا میرے وعدہ پر یقین کرنے والے نہیں ان کو تو یقین اسی وقت آئے گا جب یہ عذاب کا مزا چکھیں گے تو وہ بہت دور نہیں ہے یہ اگر منتظر ہیں تو آپ بھی انتظار فرمائیے کہ یہ قیامت کی سختی اور عذاب خود ہی بھگت لیں یعنی یہ سمجھانے سے ماننے والے نہیں ہیں۔

حکم نمبر ۹۰۸

اللہ کی آیات سن کر جو تکبر کے ساتھ اپنے کفر پر اڑا رہتا ہے "جیسے اس نے سنا ہی نہیں" تو ایسے متکبر گنہگار کو دردناک عذاب کی خبر سنا دیجیے۔ اے رسول ﷺ !

سُوْرَةُ الْجَاثِيَة
آیت نمبر ۸

ارشاد ہے کہ "وَيْلٌ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ۝ يَّسْمَعُ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُتْلٰى عَلَيْهِ ثُمَّ يُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ "افسوس ہلاکت اور تباہی ہے ہر جھوٹے گنہگار کے لیئے۔۔۔۔جو اللہ کی آیات سن کر جب اس کے سامنے تلاوت کی جائیں تو تکبر کے ساتھ اصرار کرتا ہے (اڑا رہتا ہے کفر پر) کہ جیسے اس نے سنا ہی نہیں۔۔۔۔اے رسول ﷺ ایسے شخص کو دردناک عذاب کی خبر سنا دیجیئے۔

مفہوم یہ ہے کہ جس شخص پر اللہ کی آیات سننے کے بعد اثر ہی نہ ہو اور وہ خود کو بڑا سمجھتے ہوئے ایسا بن جائے کہ جیسے اس نے کچھ سنا ہی نہیں ہے۔یعنی قبول کرنا تو کجا اہمیت ہی نہ دے اور نظر انداز کر دے تو یہ کامل گمرہی ہے اور ایسے جھوٹے اور گنہگار شخص کا انجام بروز حشر انتہائی درد انگیز عذاب ہے۔ سرکار ﷺ سے فرمایا گیا کہ اس کو دردناک عذاب عاقبت سے مطلع فرما دیجیئے جو اس کو تکبر اور بے نیازی سے اللہ کے کلام کو اہمیت نہ دینے کے سبب بھگتنا پڑے گا۔

حکم نمبر ۹۰۹

جو لوگ ایمان لائے ہیں اے رسول ﷺ ان سے فرما دیجیئے کہ وہ ان لوگوں کو درگزر کر دیں جو اللہ کے وعدہ کئے ہوئے دنوں پر مشکوک ہیں تا کہ اللہ خود اس گروہ کو اس کے کئے ہوئے کی سزا دے۔

سُوْرَةُ الْجَاثِيَة
آیت نمبر ۱۴

ارشاد ہے کہ "قُلْ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَغْفِرُوْا لِلَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ اَيَّامَ اللّٰهِ لِيَجْزِيَ قَوْمًا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۴﴾" ایمان لانے والوں سے فرما دیجیے اے رسول ﷺ کہ ان لوگوں کو در گزر کر دیں جن کو اللہ کے (بتائے ہوئے / وعدہ کئے ہوئے) دنوں کے آنے کی امید ہی نہیں ہے تاکہ اس گروہ یا قوم کو اللہ خود دبدلا دے؟ ان کے کئے ہوئے کا۔

مقصد بیان یہ ہے کہ مومنین منکرین کی باتوں میں الجھ کر نہ تو جھگڑا کریں اور نہ وقت برباد کریں بلکہ ان کو اس یقین پر چھوڑ دیں کہ اللہ ان کو ان کی بداعمالی کا بدلہ خود ہی دے گا۔

حکم نمبر ۹۱۰

اے رسول ﷺ ہم نے آپ کو مامور کیا اپنے حکم والے دین کے راستے پر پس آپ اسی پر چلیں (اور چلائیں) اور نہ جاننے والوں کی (نادانوں، جاہلوں) کی خواہشات کا پیچھا نہ کریں۔

سُوْرَةُ الْجَاثِيَة آیت نمبر ۱۸

ارشاد ہے کہ "ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَ لَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸﴾" پھر آپ کو ہم نے دینی کام کے سیدھے صاف راستے پر رکھا ہے تو آپ نادانوں کی خواہشات کے پیچھے نہ جایئے۔

آیت ھٰذا میں دراصل اشارہ مشرکین و کفار کی ان پیشکشوں کے لیئے ہے جو وہ وقتاً فوقتاً سرکار ﷺ کو یہ کہہ کر پیش کرتے رہے ہیں کہ آپ ہمارے دیوتاؤں کو برا نہیں کہیں (جھوٹا نہ کہیں) یا ہم کو مفلسوں کے ساتھ نہ بٹھائیں اور ان کو اپنے پاس سے ہٹادیں تو ہم آپ کے ساتھ

ہو جائیں گے ایسی نامعقول پیش کشوں کے ہی حوالے سے یہ بات کہی گئی ہے کہ آپ ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کیجئے یا ان پر نہ جایئے اور جو احکام آپ کو بذریعہ وحی ملتے رہیں ان پر ہی عمل پیرا رہیئے کہ ہم نے اپنے دینی کام کے راستے پر آپ کو اہل ایمان کی رہنمائی کا فریضہ سپرد کیا ہے۔

حکم نمبر ۹۱۱

جاننے بوجھنے کے باوجود اپنی خواہشات کو معبود بنانے والے کے حواس و قلب پر ہم نے گمرہی کی مہریں لگا دی ہیں۔ پھر کون ہے اللہ کے بعد جو اسے ہدایت دے۔۔ تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے!

سُوْرَةُ الْجَاثِيَة	آیت نمبر ۲۳

آیتِ ھٰذا میں کوئی واضح بات حکمیہ طور پر تو نہیں کی ہے مگر عبرت دلا کر نصیحت حاصل کرنے کی زبردست ترغیب دی ہے کہ کوئی شخص بھی جاننے بوجھنے کے بعد اگر اپنی خواہشات کی بندگی کرنے لگے تو اس کے قلب و حواس پر گمرہی کی مہر لگا دی جاتی ہے اور اللہ کے بعد کوئی اس کو ہدایت دینے والا نہیں ہے اس لیئے اپنی خواہشاتِ نفس کی پیروی کرنے سے اہل ایمان کو بچتے رہنا چاہیئے۔ یہ ایک قسم کا ترغیبی حکم ہے۔ ارشاد ہے کہ " اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَ اَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّ خَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَ قَلْبِهٖ وَ جَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ؕ فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۳﴾ " کیا آپ نے اس کو دیکھا جس نے اپنی خواہشات کو اپنا معبود بنا لیا اور باوجود یکہ وہ جانتا اور سمجھتا تھا۔۔ اللہ نے اسے گمراہ کر دیا اور اس کی سماعت و

قلب پر (گمرہی کی) مہر لگادی۔۔ اور اس کی بصارت پر پردہ ڈال دیا۔۔ اب اللہ کے بعد کون ہے جو اسے ہدایت دے تو کیا تم اب بھی نصیحت حاصل نہ کروگے۔

آیتِ ھٰذا میں بات صاف طور پر بتادی گئی ہے کہ جو شخص اپنے نفس کی خواہشات پوری کرنے کے لیئے اللہ کے احکام کو جان بوجھ کر نظر انداز کردے تو اللہ اس کے قلب و حواس پر گمرہی کی ایسی مہر لگادیتا ہے جس کے بعد اس کو ہدایت مل ہی نہیں سکتی۔ مقصد بیان یہ ہے کہ تم جاننے کے بعد دانستہ طور پر اپنی خواہشات کے لیئے اللہ کے احکام کو ہرگز نظر انداز نہ کرو ورنہ گمراہ ہو جاؤ گے۔

حکم نمبر ۹۱۲

اے رسول ﷺ آپ بتادیجیئے کہ اللہ ہی تم کو زندگی دیتا ہے پھر موت دیتا ہے۔۔ پھر وہی تم کو یوم قیامت (دوبارہ زندہ کرکے) اپنے حضور جمع کرے گا۔۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے لیکن بہت سے لوگ یہ نہیں سمجھتے ہیں۔

سُوْرَةُ الْجَاثِيَة	آیت نمبر ۲۶

آیت ھٰذا میں سرکار ﷺ کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ اے رسول ﷺ آپ بتادیجیئے لوگوں جو نہیں جانتے اور جو جانتے ہیں ان کو یاد دہانی کرادیں کہ تمہاری موت اور زندگی پر صرف اللہ کو ہی اختیار ہے وہ ہی پیدا کرتا ہے اور وہ ہی موت دیتا ہے اور وہی تم کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرکے اپنے حضور جمع کرے گا بروز قیامت جس میں کوئی شک کی گنجائش ہی نہیں ہے۔۔ مگر یہ

بات اکثر لوگوں کے علم ویقین سے باہر ہے۔ ارشاد ہے کہ "قُلِ اللّٰهُ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۶﴾" اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بتادیجیے ان کو کہ اللہ ہی تم کو زندگی دیتا ہے پھر وہی موت دیتا ہے اور وہ ہی قیامت کے دن جس میں کوئی شک نہیں ہے تم سب کو اپنے حضور جمع کرے گا۔۔ مگر اکثر لوگ یہ بات جانتے اور مانتے نہیں ہیں۔

مراد یہ ہے کہ اللہ کے حکم کے مطابق اپنی موت آنے اس کے بعد بروز قیامت دوبارہ زندہ کئے جانے اور بروز حشر اللہ کے حضور جمع ہونے اور حساب کتاب کے بعد جزا و سزا پر یقینِ کامل رکھو کہ یہ ایک شرطِ ایمان ہے۔

حکم نمبر ۹۱۳

اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان سے کہیئے کیا تم نے دیکھا کہ انہوں نے زمین پر کوئی چیز تخلیق کی یا آسمان کی چیزوں میں ان کی کوئی شرکت ہے۔۔ جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو۔۔ ذرا مجھے دکھاؤ۔ لاؤ میرے پاس اگر ہے کوئی کتاب اب سے پہلے کی یا کوئی علمی روایت (کا تسلسل) اگر تم سچے ہو۔

سُوْرَةُ الْاَحْقَاف آیت نمبر ۴

آیت ھٰذا میں مشرکین کے وہ معبود جن کو وہ اللہ کے سواپکارتے ہیں / یا پکارتے تھے موہوم قرار دیئے گئے ہیں اور بتایا گیاہے کہ نہ تو ان کے وجود کی کوئی تصدیق ماسبق کتب میں کسی سے ہوتی ہے اور نہ ہی ان سے متعلق کوئی متواتر علمی روایت ملتی ہے۔۔نہ تو روئے زمین پر انہوں نے کوئی شے تخلیق کی ہی اور نہ آسمانی چیزوں کی تخلیق میں ان کی کوئی شرکت ہے۔۔ سرکار ﷺ سے فرمایا گیا کہ آپ ان سے ایسی کوئی سند طلب کریں جس میں ان کے معبودوں کا کوئی جواز ملتا ہو۔۔ ایسا ہر گز نہ ہو گا کہ وہ تو گھڑے ہوے موہوم وجود ہیں جن کی کچھ اصل ہے ہی نہیں۔ ارشاد ہے کہ "قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ۭ اِيْتُوْنِيْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَآ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝" کیا دیکھا ہے تم نے جن کو پکارتے ہو تم اللہ کے سوا کہ انہوں نے کچھ تخلیق کیا ہے زمین میں یا آسمان پر ان کی کوئی شرکت ہے (تخلیق میں)؟ تو مجھے دکھاؤ۔ اور اب سے پہلے کی کوئی کتاب لاؤ یا متواتر علمی روایت اگر تم سچے ہو۔ ظاہر ہے کہ مشرکین کے ٹھہرائے ہوئے معبود خود ساختہ ہیں اس لیئے ان سے متعلق کوئی تاریخی شہادت دستیاب ہو ہی نہیں سکتی۔ قرآن حکیم نے کسی معتبر ثبوت کا مطالبہ کرکے بتوں کی جھوٹی معبودیت کے غُبّارے سے ہوا نکال دی ہے اور باطل ثابت کر دیا ہے کہ ان کی کوئی سند دستیاب یا موجود نہیں ہے۔

حکم نمبر ۹۱۴

فرمادیجیئے اے رسول ﷺ کہ اگر میں نے اس کو (قرآن کو) خود گھڑ لیا ہے (افترا کیا ہے) تو تم میرے لیئے اللہ کے آگے ذرا بھی اختیار

نہیں رکھتے۔۔وہ تمہاری گھسی پٹی باتوں کو خوب جانتا ہے اور وہی میرے اور تمہارے درمیان گواہ کافی ہے۔۔وہ بڑا بخشنے اور رحم فرمانے والا ہے۔

سُوْرَۃُ الْاَحْقَاف — آیت نمبر ۸

ارشاد ہے کہ "اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ" کیا وہ یہ کہتے ہیں کہ اس کو (قرآن پاک کو) خود اس نے (یعنی سرکار نے) افترا کیا ہے (گھڑ لیا ہے) "قُلْ اِنِ افْتَرَیْتُهٗ فَلَا تَمْلِكُوْنَ لِیْ مِنَ اللّٰهِ شَیْــٴًـا" کہہ دیجیئے کہ اگر اس کو میں نے گھڑ لیا ہے تو اللہ کے سامنے میرے لیئے تم کو کوئی اختیار نہیں ہے۔ "هُوَ اَعْلَمُ بِمَا تُفِیْضُوْنَ فِیْهِ" وہ ان گھسی پٹی باتوں کا جاننے والا ہے جو تم قرآن کے لیئے بناتے ہو" كَفٰى بِهٖ شَهِیْدًۢا بَیْنِیْ وَ بَیْنَكُمْ" کافی ہے وہ گواہ میرے اور تمہارے درمیان "وَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ۝۸" اور وہ بڑا بخشنے اور رحم فرمانے والا ہے۔ وہ منکرین قرآنِ حکیم جو اس کو اللہ کا کلام تسلیم کرنے سے انکار کرتے تھے یہ کہتے تھے کہ اس کو سرکار ﷺ نے خود گھڑ لیا ہے یا افترا کیا ہے اللہ نے رسول ﷺ پاک سے فرمایا کہ آپ ان سے کہہ دیں کہ اگر قرآن کو میں نے بقول تمہارے وضع کیا ہے تو اس عمل کے لیئے اللہ کے سامنے کوئی بھی میرا بچاؤ کرنے والا نہیں اور تم کو تو کوئی اختیار ہی نہیں ہے تم جو افترا پردازی کرتے ہو۔۔اللہ اس کی حقیقت کو خوب جانتا پہچانتا ہے۔۔ اور اس کا گواہ ہونا اس معاملے میں میرے اور تمہارے درمیان کافی ہے۔ اللہ تو بڑا بخشنے اور رحم فرمانے والا ہے (کہ وہ اپنی شانِ رحمانی سے تم کو ڈھیل دیئے ہوئے ہے ورنہ تمہارے اس گناہ کی سزا تو تم کو فوراً ہی مل جاتی مگر اس نے تمہارے لیئے عذاب کو یوم حشر پر اٹھا رکھا ہے یہ مہلت بھی اس کی شانِ رحمانی ہے۔

حکم نمبر ۹۱۵

فرمادیجئے (ان رسولوں سے جو آتے رہے ہیں) کہ میں کوئی نرالا نہیں ہوں اور مجھ کو یہ بھی نہیں معلوم کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا ہو گا؟ مجھ پر جو وحی کیا جاتا ہے میں اس کے سوا کسی کی پیروی نہیں کرتا اور میں (عذاب حشر سے) خبر دار کرنے والے / یاخوف دلانے والے کے سوا (تمہارا ذمہ دار) کچھ نہیں ہوں۔

سُوْرَۃُ الْاَحْقَاف	آیت نمبر ۹

آیتِ ھٰذا میں سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی "عبدِ عاجز" والی شانِ عبدیت کا اظہار اس طرح فرمایا گیا ہے کہ آپ وحی کے مطابق لوگوں کو عذاب حشر سے خبر دار کرنے والے کی حیثیت کے علاوہ ہر شان کی نفی کرکے فرمادیں کہ نہ تو مجھ کو غیب کا علم ہے اور نہ میں دوسرے رسولوں سے کارِ رسالت میں مختلف یا انوکھا ہوں۔ میں ہر ہونے والے کام سے واقف بھی نہیں۔ میں تو صرف وہی کہتا اور کرتا ہوں جو کچھ مجھ کو اللہ تعالیٰ وحی فرمادیتا ہے۔ ارشاد ہے کہ "قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَآ اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ ۭ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ وَمَآ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝" فرمادیجئے کہ میں کوئی نرالا رسول نہیں ہوں اور مجھ کو یہ بھی نہیں معلوم / میں یہ بھی نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا ہونا ہے ۔۔ میں پیروی نہیں کرتا اس کے سوا جو مجھ پر وحی کیا جائے اور میں (عذاب آخرت) سے صرف خوف دلانے / خبر دار کرنے والا ہوں۔

حکم نمبر ۹۱۶

اے رسول ﷺ آپ ان سے کہیئے کہ ذرا اس طرح دیکھو اور سمجھو کہ اگر قرآن اللہ کی ہی طرف سے ہے اور تم اس سے انکار کررہے ہو! جبکہ بنی اِسرائیل کے علما میں سے ایک گواہ (حضرت عبداللہ بن سلام) تورات سے گواہی دے کر ایمان لے آئے اور تم پھر بھی تکبر کررہے ہو۔ بے شک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

سُوْرَةُ الْاَحْقَاف آیت نمبر ۱۰

مکّہ کے عرب کفار و مشرکین یہودیوں کے علما کا بہت لحاظ پاس کرتے تھے چنانچہ جب آنحضرت ﷺ کی طرف سے دعوت اسلام کا آغاز ہوا تو انہوں نے اسلام، قرآن اور رسول ﷺ سے متعلق بنی اسرائیل کے علما سے رجوع کرکے ان کی رائے دریافت کی تو ان میں سے حق پسند و حق پرست عالموں میں سے بعض نے تورات کے حوالے سے وادئ بطحامیں پید اہونے والے رسول آخر الزماں کی تصدیق کی اور ان میں سے حضرت عبداللہ بن سلام جیسے بڑے عالم تورات کی پیشن گوئیاں دیکھ کر فوراً ایمان لے آئے اور انہوں نے قرآنِ حکیم اور رسول اکرم ﷺ کی تصدیق کی اور چہرۂ انور کو دیکھ کر کہا کہ یہ چہرہ حق کی غمازی کرتا ہے آیتِ ھٰذا میں ایسے ہی گواہ کا حوالہ دے کر اہل مکہ سے کہا گیا ہے کہ تم ایسی شہادت ملنے کے بعد بھی گھمنڈ میں پھنسے ہوئے ہو اور ایسی ظالم قوم یا گروہ کو اللہ کی طرف سے ہدایت نہیں دی جاتی ہے۔ ارشاد ہے

کہ "قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَ كَفَرْتُمْ بِهٖ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى مِثْلِهٖ فَاٰمَنَ وَ اسْتَكْبَرْتُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۰﴾" کہیے دیکھو اگر یہ (قرآن) اللہ کی ہی طرف سے ہے اور تم اس سے انکار کرتے ہو جبکہ بنی اسرائیل میں ایک گواہی دے چکا ایسی ہی کتاب (تورات) سے اور وہ ایمان لے آیا مگر تم انکار پر ہی اڑے ہوئے ہو۔بے شک اللہ ایسے ظالم لوگوں (قوم یا گروہ) کو ہر گز ہدایت نہیں دیتا۔

یہاں یہ بات ملحوظ رکھنی چاہیئے کہ قرآنِ حکیم میں لفظ "ظالم" کا مفہوم اردو استعمال سے ہٹکر ایک خالص حوالے سے ہے۔ بعض آیات میں ظالم سے مراد وہ لوگ لیئے گئے ہیں جو حق و صداقت یعنی اللہ، رسول، قرآن اور آخرت جیسے بنیادی عقائد سے انکار کر کے خود اپنے لیئے عذاب حشر کا سامان کر کے اپنے ہی اوپر ظلم کرتے ہیں قرآنِ حکیم کے ابلاغ "حقیقت" کا منکر جو خود کو فریب میں ڈالے اپنے نفس کے لیئے ظالم ہے۔

حکم نمبر ۹۱۷

مومن والدین کا کافر بیٹا جب قیامت و حشر اور دوبارہ زندہ کیئے جانے سے انکار کرتا ہے تو اس کے والدین اللہ کی جناب میں فریاد کر کے بیٹے سے کہتے ہیں۔۔۔۔ارے بدنصیب ایمان لے آ۔۔۔۔بے شک اللہ کا وعدہ سچّا ہے اور تو کہتا ہے کہ یہ پرانے لوگوں کے قصّے ہیں۔

سُوْرَۃُ الْاَحْقَاف	آیت نمبر ۱۷

آیت ھٰذا سے پہلے والی آیت پاک میں نیک اولاد یا اچھے بیٹے کے کردار کی تصویر پیش کی گئی ہے جو خود صاحب ایمان ہے اور اپنے اور اپنے والدین اور آنے والی اپنی آئندہ نسلوں کے لیئے توفیقِ ایمان واعمال صالح کے لیئے دعا گو اور اللہ کی عطا کردہ نعمتوں کے لیئے شکر گزار ہے اور آیت ھٰذا میں اس کے برخلاف ایسے ناہنجار وناخلف گمراہ بیٹے کے کردار کی تصویر کشی کی ہے جو اپنے مومن والدین کی طرف سے ایمان لاکر راہ راست پر آنے اور حیاتِ بعد الموت کی نصیحت سن کر نہایت گستاخانہ انداز میں والدین کو بدتمیزی سے جواب دے کر قرآن حکیم کی تکذیب کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

ارشاد ہے کہ "وَالَّذِیْ قَالَ لِوَالِدَیْهِ اُفٍّ لَّكُمَاۤ اَتَعِدٰنِنِیْۤ اَنْ اُخْرَجَ وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُوْنُ مِنْ قَبْلِیْ ۚ وَهُمَا یَسْتَغِیْثٰنِ اللّٰهَ وَیْلَكَ اٰمِنْ ۖ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۚۖ فَیَقُوْلُ مَا هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۱۷﴾" اور وہ شخص جس نے اپنے والدین سے کہا تنفر کے ساتھ (اف، تف) کیا تم مجھ کو یہ وعدہ دیتے ہو (یقین کروانا چاہتے ہو) کہ میں نکالا جاؤں گا (مرنے کے بعد قبر سے) جبکہ مجھ سے پہلے بھی بہت دور گزر چکے ہیں (یعنی پچھلی نسلوں میں سے مرنے والا کوئی بھی نہیں اٹھایا گیا) اور وہ دونوں اللہ کے حضور فریاد کرکے اس سے کہیں گے کہ اے کمبخت، بدنصیب ایمان لے۔۔ اللہ کا وعدہ سچا ہے۔۔ اور وہ کہے گا کہ یہ (قرآن) تو پرانے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔

حکم نمبر ۹۱۸

اے رسول ﷺ ذکر کیجئے (قصہ سنایئے لوگوں کو) قوم عاد کے بھائی کا (حضرت ہود علیہ السّلام کا) جب انہوں نے احقاف میں اپنی قوم

کو نصیحت کی خوف دلایا (عاقبت کے عذاب سے) اور خوف دلانے والے (یعنی اللہ کے رسول ﷺ) ان سے پہلے بھی آچکے تھے اور بعد میں بھی آئے کہ اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرو۔ مجھ کو تمہارے لیئے بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے۔

سُوْرَةُ الْاَحْقَاف	آیت نمبر ۲۱

آیتِ ھٰذا میں سرکار ﷺ سے ارشاد ہوا ہے کہ اے رسول ﷺ آپ ان لوگوں کو قوم عاد میں آنے والے رسول ان کے بھائی حضرت ہود علیہ السّلام کا ذکر سنایئے جب انہوں نے احقاف میں بسنے والی اپنی قوم کو نصیحت کی تھی کہ اللہ کے سوا کسی غیر کی عبادت نہ کرو اور یہی بات ان سے پہلے آنے والے اور ان کے بعد والے رسولوں نے بھی سمجھائی تھی۔۔۔ اور ہود علیہ السّلام نے کہا تھا کہ اے میری قوم اگر تم نے غیر اللہ کی عبادت ترک نہ کی تو مجھ کو اس عذاب کے تصور سے خوف آتا ہے جو تم کو روزِ حشر بھگتنا پڑے گا۔ ارشاد ہے کہ "وَاذْكُرْ اَخَا عَادٍ ؕ اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ بِالْاَحْقَافِ وَقَدْ خَلَتِ النُّذُرُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖۤ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۲۱﴾" اور عاد کے بھائی کا ذکر کیجیئے جب انہوں نے احقاف میں اپنی قوم کو خبردار کیا / نصیحت کی اور ان سے پہلے اور بعد والے خوف دلانے والوں (رسولوں) نے کہا تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو کہ مجھ کو تمہارے واسطے بڑے دن کے عذاب کا خوف ہے۔ قومِ عاد نے نصیحت قبول کرنے کے بجائے بدکلامی کی اور کہا کہ تم جس عذاب سے ہم کو ڈرا کر ہمارے معبودوں سے ہٹانا چاہتے ہو اس عذاب کو ہم پر نازل کر دو پھر ایک آندھی کی طرح ان پر ایسا عذاب نازل ہوا کہ ان کے گھروں کے سوا کچھ بھی باقی نہ رہا۔ گھر خالی پڑے رہ گئے۔

حکم نمبر ۹۱۹

اے ہماری قوم! ہم نے ایک کتاب سنی جو موسیٰ علیہ السّلام کے بعد نازل ہوئی ہے اور جو تصدیق کرتی ہے اس سے پہلے نازل ہونے والی کتابوں کی۔۔اور راہ راست پر اللہ کی طرف ہدایت کرتی ہے۔ اے ہماری قوم اللہ کی طرف بلانے والے کی دعوت قبول کرلو اور اس پر ایمان لے آؤ کہ اللہ تمہارے گناہ معاف کردے گا اور تم کو دردناک عذاب سے بچالے گا۔ جناتوں کی ایک جماعت کا اپنے قوم کے لوگوں کو حکم / یا ترغیب ومشورہ۔

سُوْرَةُ الْاَحْقَاف	آیت نمبر ۳۰۔۳۱

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے رسول ﷺ ہم نے آپ کی طرف جناتوں کی ایک جماعت کو متوجہ کیا اور جب انہوں نے قرآنِ حکیم کی تلاوت سنی تو اپنے ساتھیوں سے کہا کہ خاموش ہوجاؤ اور سنو۔ جب تلاوت ختم ہوئی تو انہوں نے اپنی قوم میں واپس ہو کر کہا" قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ وَ اِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝۳۰ "انہوں نے کہا اے ہماری قوم! ہم نے کتاب سنی جو موسیٰ علیہ السّلام کے بعد نازل ہوئی

ہے اور ان کتب کی تصدیق کرتی ہے جو اس سے پہلے نازل ہوئی ہیں اور ہدایت کرتی ہے حق کی طرف سیدھے راستے پر" یٰقَوْمَنَآ اَجِیْبُوْا دَاعِیَ اللّٰهِ وَ اٰمِنُوْا بِهٖ یَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَ یُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ ۝۳۱ "اے ہماری قوم! اللہ کی طرف بلانے والے (رسول / قرآن) کی بات قبول کرلو اور اس پر ایمان لے آؤ اللہ تمہارے گناہ معاف کردے گا اور تم کو دردناک عذاب سے بچالے گا۔

اگلی آیت میں متنبہ کیا ہے کہ جو دعوت قبول نہ کرے گا وہ روئے زمین پر اللہ کو عاجز نہیں کرسکتا اور کوئی اس کو اللہ سے ہٹ کر مددگار بھی نہیں ملے گا اور قبول نہ کرنے والے کھلی گمراہی میں ہیں۔

حکم نمبر ۹۲۰

جب کافر آگ کے سامنے پیش کئے جائیں گے تو حکم ہوگا اب چکھو ذائقہ اس عذاب کا جس سے تم انکار کرتے تھے۔

سُوْرَةُ الْاَحْقَاف آیت نمبر ۳۴

جب یوم حشر کافروں کو جہنم کے سامنے لایا جائے گا تو پوچھا جائے گا کیا یہ سب جو تمہارے سامنے ہے کیا سچ نہیں ہے؟ تو وہ جواباً کہیں گے کہ بے شک درست ہے۔۔ قسم ہے ہم کو ہمارے رب کی یہ سب حق ہے۔۔ پھر حکم ہوگا کہ تم دنیا میں ہمارے اسی عذاب کے وعدے سے انکار کرتے تھے تو تمہارے کفر کی سزا اب یہی ہے کہ اس عذاب کا ذائقہ چکھو یہ عذاب جہنم ہمیشہ کے لیئے ہے جس میں کبھی کوئی کمی نہیں ہوگی اور تم ہمیشہ اسی میں رہوگے۔۔ ارشاد باری ہے کہ "وَ یَوْمَ یُعْرَضُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ ؕ" اور جب کفر کرنے والے آگ کے

سامنے لائے جائیں گے (روز حشر) "اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ؕ" "تو پوچھا جائے گا ان سے "۔۔۔۔ کیا یہ سچ نہیں ہے "قَالُوْا بَلٰى وَ رَبِّنَا ؕ" "تو وہ کہیں گے ہاں کیوں نہیں ہمارے رب کی قسم یہ سچ ہے۔" "قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۝۳۴" "ان سے کہا جائے گا / ان کو حکم دیا جائے گا اب مزا چکھو اس عذاب کا جس سے تم انکار کرتے تھے۔!

حکم نمبر ۹۲۱

اے رسول صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آپ عالی ہمت وحوصلہ والے رسولوں کی طرح صبر فرمایئے اور ان کے لیئے جلدی نہ چاہیئے۔۔ جس دن وہ حسب وعدہ عذاب دیکھیں گے تو ان کو ایسا لگے گا کہ جیسے وہ دنیا میں دن کی ایک ساعت رہے تھے۔۔ ان کو بتا دیجیئے کہ تباہی و بربادی و ہلاکت تو فاسقوں کے ہی لیئے ہے۔

سُوْرَةُ الْاَحْقَاف	آیت نمبر ۳۵

ارشاد ہے کہ "فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ ؕ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوْعَدُوْنَ ۙ لَمْ يَلْبَثُوْۤا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ ؕ بَلٰغٌ ۚ فَهَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝۳۵" اے رسول صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صبر فرمایئے صاحب عزم رسولوں کی مانند اور ان کے لیئے جلدی نہ چاہیئے۔۔ وہ تو جب وعدہ کیا ہوا (عذاب) دیکھیں گے تو ان کو یہ لگے گا کہ ان کو ایک پل کے

لیئے ڈھیل ملی تھی۔۔۔۔ ان تک یہ بات پہنچادیں کہ فاسق ہی (تباہ وبرباد) ہلاک ہوں گے۔ آیت ھٰذا میں سرکار ﷺ کو صبر کرنے کی تلقین فرمائی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ تمام ہی الوالعزم رسولوں نے اپنی قوموں کے گستاخانہ عمل پر صبر کیا ہے اسی طرح آپ بھی اے رسول برداشت کریں اور ان کے لیئے عجلت نہ چاہیں اور ان سے جو عذاب حشر کا وعدہ کیا گیا ہے اور جس کا وقت مقرر ہے جب وہ منکر اس عذاب کو دیکھیں گے یعنی یوم حشر دوبارہ زندہ کئے جانے کے بعد ان کو ایسا لگے گا کہ ان کو دنیاوی زندگی بس ایک پل کی مہلت تھی۔ اے رسول ﷺ آپ ان کو یہ پیغام پہنچادیں / یہ بتادیجئے کہ فاسق لوگوں کا انجام ہلاکت وتباہی وبربادی کے سوااور کچھ نہیں ہے۔

حکم نمبر ۹۲۲

اے ایمان والو! جب تم کافروں کے مقابل آؤ جہاد میں تو ان کی گردنیں اڑادو۔ یہاں تک کہ تم ان کو خوب قتل کرلو۔ پھر ان کو قیدی بنا کر مضبوطی سے قابو کرواور جب وہ ہتھیار ڈال دیں تو چاہے احسان کر کے ان کو چھوڑ دو یا ان سے فدیہ لے کر چھوڑو۔ اور اللہ چاہتا تو وہ ان سے دوسری طرح بھی نمٹ لیتا مگر وہ تم کو آزمانا چاہتا تھا۔۔ اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل ہوئے ان کے اعمال (قربانی) ہرگز ضائع نہ ہوں گے۔

سُوْرَۃُ مُحَمَّد — آیت نمبر ۴

آیت ھٰذا میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو آداب حرب سکھائے ہیں کہ جب کافر جنگ کرنے پر تلے ہوں اور تم کو تلوار سے ان کا مقابلہ کرنا پڑے تو پوری طاقت سے بھڑ جاؤ اور ان کی گردنیں اڑادو اور ان کو خوب قتل کر چکو اور وہ شکست کھا کے ہتھیار ڈال دیں تو ان کو مضبوطی سے باندھ کر قید کر لو پھر اگر تم احسان کر کے حسب تقاضہ ٔ حالات چھوڑ دینا چاہو تو چھوڑ دو۔

یا فدیہ لینا چاہو تو فدیہ لے لو یہ جو تم سے جہاد کروایا گیا یہ اس لیئے تھا کہ وہ تم کو آزمائے اور اگر وہ چاہتا تو تم سے جنگ کروائے بغیر بھی ان سب سے نمٹ سکتا تھا مگر اس نے ایسا ہی چاہا اور یہ کہ اس طرح جو اہل ایمان اللہ کی راہ میں قتل ہوئے ان کے اعمال ہر گز ضائع نہیں کئے جائیں گے ان کے لیئے اجر عظیم اور اعزاز شہادت ہے۔ ارشاد ہے کہ ”فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ ؕ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ ۙ فَاِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ وَ اِمَّا فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا ۛ۟ ذٰلِكَ ؕۛ وَ لَوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ وَ لٰكِنْ لِّيَبْلُوَا۠ بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ ؕ وَ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَنْ يُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ ۝۴“ اور جب کافروں سے تمہارا مقابلہ ہو تو ان کی گردنیں اڑا دو اور جب تم خوب قتل کر چکو تو ان کو مضبوطی سے باندھ کر قید کر لو۔۔ پھر اگر احسان کر کے چھوڑنا چاہو تو چھوڑ دو اور اگر فدیہ لینا چاہو تو لے لو یہاں تک کہ وہ سب ہتھیار ڈال دیں۔۔ یہ اس لیئے ہے کہ اگر اللہ چاہتا تو دوسرے طریقے سے بھی کام لیتا مگر وہ تم کو باہم آزمانا چاہتا تھا اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے ان کے اعمال (قربانی) ہر گز ضائع نہیں جائیں گے۔

حکم نمبر ۹۲۳

اے ایمان لانے والو! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا اور تم کو ثابت قدم رکھے گا۔

سُوْرَةُ مُحَمَّد	آیت نمبر ۷

ارشاد ہے کہ "یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ یَنْصُرْكُمْ وَ یُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ۝" اے ایمان لانے والو اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو اللہ تمہارا مددگار ہو گا اور تم کو ثابت قدمی (معاملات خیر میں) عطا کرے گا۔

آیتِ ھٰذا میں اللہ کی مدد کرنے سے مراد دین اسلام کے لیئے کوشش کرنا، سرکار ﷺ کی تابعداری اور تعمیل حکم کے ہیں اور اللہ کی مدد کے نتیجے میں تمہاری مدد کرنے اور ثابت قدم رکھنے کا اشارہ بطور خاص جہاد کی طرف ہے کہ نصرت کا لفظ جہاد میں مدد سے قربت رکھتا ہے اور جہاد صرف قتال ہی نہیں بلکہ ہر برائی کے خلاف احکام الٰہی کے مطابق حتیٰ کے اپنی نفسانی خواہش کے خلاف جدوجہد بھی جہاد کے ہی معنیٰ رکھتی ہے۔ چنانچہ اللہ کی مدد کے عملی معنیٰ سرکار کے عہد میں آپ ﷺ کی مدد اور بعدہ، اہل اللہ کی مدد و معاونت۔۔ دین کی خدمت و تبلیغ اور حق کی وصیت کے ہیں اور ارشاد ہے کہ ایسا کرنے والوں کا مددگار اللہ رہتا ہے اور وہ راہ خیر میں ثابت قدمی عطا کرتا ہے۔ آیتِ ھٰذا میں کوئی کھلا حکم تو نہیں دیا گیا ہے مگر راہ دین میں خدمت کرنے کی زبردست ترغیب ہے جس کو بمنزلہ حکم تعبیر کیا جاسکتا ہے اور مفہوم یہ نکلتا ہے کہ ایمان والو! دینِ اسلام کی تبلیغ و جہاد میں کوشش کرتے رہو تم کو تائید غیبی یعنی اللہ کی مدد حاصل رہے گی۔

حکم نمبر ۹۲۴

اور جان لے (اے مخاطب) کہ اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں ہے اور اپنے گناہ کی بخشش طلب کر اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لیئے بھی مغفرت طلب کر اور اللہ تمہارے کام جب تم بہتر جانتا ہے چلتے پھرتے ہو اور آرام کرتے ہو۔

سُوْرَةُ مُحَمَّد	آیت نمبر ۱۹

ارشاد ہے کہ "فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَ مَثْوٰىكُمْ ۠ ﴿۱۹﴾" اور جان لے کہ نہیں ہے کوئی معبود اللہ کے سوا اور مغفرت طلب کر اپنے گناہ کی اور ایمان والے مردوں اور عورتوں کے لیئے بھی اللہ تمہارا چلنا پھرنا اور ٹھہرنا سب جانتا ہے۔

آیت ھٰذا میں یہ فرمانا کہ اللہ تم سب لوگوں کے وہ کام اور مشاغل پوری طرح جانتا ہے جو تم دن یعنی چل پھر کر اور رات یعنی آرام کے وقت ٹھہر کر انجام دیتے ہو یعنی دن اور رات تمہارے تمام مشاغل اور اعمال سے اللہ واقف ہے۔

آیتِ ھٰذا کے آخری حصّے میں مخاطب "جمع حاضر" یعنی تمام ہی لوگ ہیں اور ابتدائی حصّے میں مخاطب ایک فرد "واحد حاضر" ہے۔ بعض شارحین کے مطابق ابتدائی تخاطب سرکار صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے ہے اور بعض کے نزدیک ہر سننے والا اپنی انفرادی حیثیت میں مخاطب ہے ہر دو معنٰی میں لفظ

"ذَنۡۢبِكَ" کے معنیٰ مختلف محسوس ہوتے ہیں۔ اگر مخاطبت سرکار ﷺ سے ہے تو ایک گناہ کے لیئے مغفرت طلب کرنے کا مفہوم مبہم رہتا ہے اس لیئے کہ سرکار ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں کسی گناہ کا حوالہ نہیں ملتا پھر یہ کہ انبیا تو ہوتے ہی "ناجی" ہیں۔ ان کا مغفرت طلب کرنا اپنی امت کے گناہوں کے لیئے ہوتا ہے اپنے گناہ کے لیئے نہیں جیسے سرکار دن میں سو مرتبہ استغفار از خود پڑھتے تھے۔۔ پھر اس کے بعد مغفرت ایک گناہ کے لیئے طلب کرنے کا مفہوم واضح نہیں ہوتا۔ راقم کے نزدیک اگر مخاطبت سرکار ﷺ سے ہی ہے تو "لِذَنۡۢبِكَ" کے معنیٰ جیسا کہ لغت سے ثابت ہے۔ پیچھے آنے والے نقش قدم پر چلنے والے یا Follower کے ہیں کہ سرکار ﷺ اپنی اتباع کرنے والے ہر فرد اور تمام ہی مومنین و مومنات کے لیئے اللہ کے حضور مغفرت کے طلب گار ہوں۔ اور اگر مخاطب عام قاری کو سمجھا جائے تو مراد ہر گناہ سے لی جاسکتی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حکم نمبر ۹۲۵

اے ایمان لانے والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسول ﷺ کی اور اپنے اعمال کو باطل یا برباد مت کرو۔

سُوۡرَةُ مُحَمَّد	آیت نمبر ۳۳

ارشاد ہے کہ "یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَطِیۡعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَ لَا تُبۡطِلُوۡۤا اَعۡمَالَكُمۡ ﴿۳۳﴾" اے ایمان لانے والے لوگو! اے مومنو! اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسول ﷺ کی اور اپنے نیک اعمال کو برباد نہ کرو۔

آیت ھٰذا سے یہ بات واضح ہے کہ بغیر ایمان یعنی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کے بغیر کوئی نیکی قابل قبول ہی نہیں ہے ہر نیکی اور عملِ صالح کی بنیاد اللہ اور رسول کی

فرمانبرداری ہے اپنی حد میں کوئی عمل نہ اچھا ہے اور نہ برا۔ اچھا وہ ہے جو مطابق حکم ہو اور جو خلاف حکم ہے وہ گناہ ہے۔ مثلاً قتل کرنا قاتل کو یا کافر کو حالت جہاد میں ثواب ہے اور حالتِ امن میں ہر انسان کا قتل گناہ ہے۔ عمل صالح وہی ہے جو مطابق حکم ہے۔

حکم نمبر ۹۲۶

اے ایمان والو! اور تم ہمت نہ ہارو اور ان سے صلح کی درخواست بھی نہ کرو۔ تم ہی غالب رہو گے اور اللہ تمہارے ساتھ ہے وہ تمہارے اعمال (محنت و کوشش) کو ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔

سُوْرَۃُ مُحَمَّد	آیت نمبر ۳۵

آیت ھٰذا میں اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کو تبلیغ دین حق کی کوشش میں کافروں کے مقابلے میں پسپائی کے امکان کو رد کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اے ایمان والو تم کافروں کے مقابل ہونے سے سستی اور کم ہمتی نہ دکھانا اور نہ ہی ان کو طاقت ور سمجھ کر ان سے امن و سلامتی کی التجا کرنا بلکہ ہمت کے ساتھ ان کے سامنے ڈٹے رہو اللہ تعالیٰ تم کو ہی غالب رکھے گا اور ہرگز تمہاری کوششوں اور اعمال کو ضائع نہیں فرمائے گا۔ ارشاد ہے کہ "فَلَا تَهِنُوْا وَ تَدْعُوْٓا اِلَى السَّلْمِ ۖ وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ ۖ وَ اللّٰهُ مَعَكُمْ وَ لَنْ يَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ ﴿۳۵﴾ "اور تم ڈھیلے نہ پڑو، سستی نہ دکھاؤ، یا ہمت نہ ہارو کافروں سے مقابلے میں اور ان سے جنگ نہ کرنے یا صلح و سلامتی کی درخواست بھی نہ کرو تم ہی ان پر غالب رہو گے کہ اللہ تمہارے ساتھ ہے اور وہ ہرگز تمہاری محنت و کوشش یعنی اعمال کو ضائع نہیں ہونے دے گا۔

سبق یہ حاصل ہوتا ہے کہ جہادِ حق میں کم ہمتی و کاہلی کو ترک کرکے اس یقین کے ساتھ کہ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔۔۔وہ ہم کو ہی فتح نصیب کرے گا اور ہماری کوششوں اور قربانیوں کو ہر گز ضائع نہیں ہونے دے گا۔۔۔اہلِ ایمان کو جہدِ مسلسل پر عمل پیرا رہنا چاہیئے۔

حکم نمبر ۹۲۷

بے شک ہم نے آپ ﷺ کو بھیجا ہے (وحدانیت کی) گواہی دینے والا(مومنین کو) خوشخبری سنانے اور (کافروں کو عذاب سے)خوف دلانے والا بنا کر۔ تاکہ (اے لوگو!)تم اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لاؤ اور ان کی امداد و توقیر کرو اور صبح و شام اللہ کی تسبیح کرو۔

سُوْرَۃُ الْفَتْح آیت نمبر ۸۔۹

آیات ھٰذا میں رسول پاک ﷺ کی شانِ رسالت بیان کرنے کے بعد لوگوں کو ایمان لانے کی دعوت اور رسول ﷺ کریم کی عزت و توقیر کرنے نیز آپ ﷺ کے ساتھ دینی کاوشوں اور کوششوں میں امداد و تعاون کا حکم دیا گیا ہے۔ ملحوظ رہے رسول ﷺ کی تعظیم و توقیر و معاونت کا حکم صبح و شام اللہ کی تسبیح کرنے کے ساتھ یا اس سے بھی پہلے دیا گیا ہے ظاہر ہے کہ اللہ کو قرآن حکیم میں بیان کردہ تصور واحدانیّت کے ساتھ وہی شخص تسلیم کرے گا جو پہلے رسول پاک ﷺ کو صادق و امین تسلیم کرکے ان کی عظمت و توقیر کا قائل ہو گا۔ اس لیئے کہ دعوتِ ایمان لوگوں کو رسول پاک ﷺ کے ہی ذریعے دی جاتی ہے وہ ہی اللہ کو مانے گا جو آپ ﷺ

کو برحق جانے گا۔ اسی لیئے جگہ جگہ رسول ﷺ کی اطاعت کو اللہ کی اطاعت کہا گیا ہے کہ آپ وہی حکم دیتے تھے جو آپ کو اللہ کی طرف سے وحی کیا جاتا تھا۔ ارشاد ہے کہ "اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا ۙ﴿۸﴾ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُ ؕ وَ تُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا ﴿۹﴾ " بے شک ہم نے آپ کو شاہد وبشیر ونذیر بنا کر بھیجا ہے کہ (اے لوگو) تم ان کی تعظیم وامداد وتوقیر کرتے رہو اور صبح وشام اللہ کی تسبیح کرو۔

حکم نمبر ۹۲۸

رسولِ پاک ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کرنا اللہ کے ہاتھ پر بیعت کرنا ہے اور اللہ سے کی ہوئی بیعت کی خلاف ورزی نہ کرنے کا ترغیبی حکم۔

سُوْرَةُ الْفَتْح آیت نمبر ۱۰

ارشاد ہے کہ "اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ " بے شک جو آپ (آپ کے ہاتھ پر) سے بیعت کر رہے تھے وہ اللہ سے بیعت کر رہے تھے "يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ۚ " اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے "فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ ۚ وَ مَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۰﴾ " اور جو عہد توڑے گا تو وہ اسی کے اوپر ہے (اس کا بوجھ) اور جو اللہ سے کیا ہوا عہد وفا کرے گا اللہ اس کو جلد ہی اجرِ عظیم عطا فرمائے گا۔

قرآن حکیم نے جابجا رسولِ کریم ﷺ کی شان و عظمت بیان کرتے ہوئے یہ بتایا ہے کہ سرکار ﷺ ہر ہر زاویہ سے اللہ کی ہی نمائندگی کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کی اطاعت

اللہ کی اطاعت ہے آپ ﷺ کے فیصلے کو تسلیم کرنا اللہ کو راضی پانا ہے آپ ﷺ خود کچھ نہیں کہتے وہ ہی کہتے ہیں جو اللہ وحی کرتا ہے اسی طرح آیتِ ھٰذا میں فرمایا کہ خود کو آپ ﷺ کے ہاتھ پر بیع کر دینا اللہ کے ہاتھ پر بیع کرنا ہے اور آپ ﷺ سے کیئے ہوئے عہد کو نبھانا اللہ سے کئے ہوئے عہد کو نبھانا ہے اور آپ ﷺ سے بدعہدی اللہ سے بدعہدی ہے اور جو آپ ﷺ سے وفادار ہے اس پر اللہ کا دست شفقت ہے اور اس کے لیئے آخرت میں بھی بڑا اجر ہے۔

حکم نمبر ۹۲۹

سفر حدیبیہ میں سرکار ﷺ کا ساتھ چھوڑ کر مدینے میں رہ جانے والے منافقین سے سرکار ﷺ کو یہ فرمادینے کا حکم کہ اگر اللہ تم کو ضرر یا نفع دینا چاہے تو اس کے آگے تمہارے لیئے کسی کا اختیار نہیں یا کون ہے جو ذرا بھی اختیار رکھتا ہو۔

سُوْرَۃُ الْفَتْح — آیت نمبر ۱۱

سفر حدیبیہ میں جب سرکار ﷺ نے احرام باندھ کر اور قربانی کے جانور ساتھ لے کر مکہ جا کر عمرہ کرنے کا ارادہ فرمایا تو مدینہ کے مضافاتیوں کو بھی ساتھ چلنے کے لیئے کہا مگر وہ قریش سے خوف زدہ ہونے کے سبب اپنے گھر بار، اہل وعیال اور مال و اسباب کی نگرانی کا بہانہ کر کے شریک سفر نہ ہوئے اور اس خیال میں رہے کہ آپ سرکار ﷺ اور آپ کے ہم سفر مومنین کا کافروں سے بچ کر مدینے واپس لوٹنے کا کوئی امکان نہیں ہے اللہ نے حدیبیہ سے واپسی کے سفر میں مدینہ

پہنچنے سے پہلے ہی سرکار ﷺ کو ان منافقین کے حال اور ان کی جانب سے پیش کی جانے والی بہانہ بازی سے راستے میں ہی مطلع فرمادیا تھا، چنانچہ سرکار ﷺ کے مدینہ پہنچنے کے بعد منافقین نے بہانہ بازی کرکے سرکار ﷺ سے معافی کی درخواست کی اس پس منظر میں یہ آیت نازل ہوئی "سَيَقُوْلُ لَكَ الْمُخَلَّفُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ شَغَلَتْنَآ اَمْوَالُنَا وَ اَهْلُوْنَا فَاسْتَغْفِرْ لَنَا" ضرور کہیں گے آپ کے پیچھے رہ جانے والے عرب بدوؤں میں سے کہ ہم اپنے مال واسباب اور اہل عیال میں مشغول تھے اور آپ ہمارے لیئے معافی کی دعا فرمائیں" يَقُوْلُوْنَ بِاَلْسِنَتِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ" یہ اپنی زبانوں سے جو کہتے ہیں وہ ان کے دلوں میں نہیں ہے (یعنی یہ جھوٹے منافق ہیں) "قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا اِنْ اَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا" اے رسول ﷺ ان سے کہیئے کیا کسی میں طاقت ہے تمہارے لیئے اللہ کے آگے اگر وہ تم کو ضرر پہنچائے یا تم کو نفع پہچانا چاہے "بَلْ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۱۱﴾" بلکہ اللہ کو تمہارے تمام اعمال کی خبر ہے۔

حکم نمبر ۹۳۰

سفر حدیبیہ میں ساتھ نہ دینے والوں سے کہہ دیجیے اے رسول ﷺ کہ تم (غنیمت لینے) ہرگز ہمارے ساتھ نہیں چل سکتے۔ تمہارے لیئے اللہ پہلے ہی یہ فیصلہ کر چکا ہے۔

مدینے کے دیہاتی جو حدیبیہ کے سفر میں بہانہ بازی کر کے رسول پاک ﷺ کے ساتھ سفر پر نہیں گئے آپ کی واپسی کے بعد غنیمت حاصل کرنے لیئے ساتھ چلنے کے خواہشمند ہوئے مگر اللہ تعالیٰ نے حدیبیہ سے واپسی کے سفر میں ان کی منافقت سے سرکار ﷺ کو پہلے ہی آگاہ کر دیا تھا چنانچہ ان کی ہمرہی کی درخواست پر سرکار ﷺ کو یہ فرمادینے کا حکم ہوا کہ تم ہرگز ہمارے ساتھ نہیں چل سکتے کہ تمہارے لیئے اللہ نے پہلے ہی یہ فیصلہ کر دیا تھا۔ ارشاد ہے کہ ”سَيَقُولُ الْمُخَلَّفُونَ إِذَا انطَلَقْتُمْ إِلَىٰ مَغَانِمَ لِتَأْخُذُوهَا ذَرُونَا نَتَّبِعْكُمْ ۖ“ کہیں گے پیچھے رہ جانے والے جب تم غنیمتیں لینے جاؤ گے کہ ہم کو بھی ساتھ لے لیں یا ہم بھی ساتھ چلیں ”يُرِيدُونَ أَن يُبَدِّلُوا كَلَامَ اللَّهِ ۚ“ وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے حکم کو بدل ڈالیں ”قُل لَّن تَتَّبِعُونَا كَذَٰلِكُمْ قَالَ اللَّهُ مِن قَبْلُ ۖ“ کہہ دیجیئے کہ تم ہرگز ہمارے ساتھ نہیں چلو گے یہ بات پہلے ہی اللہ فرما چکا ہے ”فَسَيَقُولُونَ بَلْ تَحْسُدُونَنَا ۚ بَلْ كَانُوا لَا يَفْقَهُونَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿١٥﴾“ پھر وہ کہیں گے کہ تم لوگ ہم سے حسد رکھتے ہو بلکہ یہ لوگ بات بہت کم سمجھتے ہیں (مطلب کی بات ہی جانتے ہیں)۔

حکم نمبر ۹۳۱

سفر حدیبیہ میں ساتھ نہ دینے والے مدینہ کے دیہاتیوں کو گناہ کی تلافی کے لیئے آئندہ ہونے والے ایک بڑے جہاد میں ثابت قدم رہنے کی تنبیہ۔

سُوْرَۃُ الْفَتْح	آیت نمبر ۱۶

ارشاد ہے کہ "قُلْ لِّلْمُخَلَّفِیْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰی قَوْمٍ اُولِیْ بَاْسٍ شَدِیْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ یُسْلِمُوْنَ ۚ فَاِنْ تُطِیْعُوْا یُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا ۚ وَ اِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّیْتُمْ مِّنْ قَبْلُ یُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ﴿۱۶﴾ "اے رسول! بتادیجئے پیچھے رہ جانے والے مدینے کے دیہاتیوں کو کہ تم کو بلایا جائے گا ایک بڑی طاقتور قوم سے مقابلے کے لیئے کہ ان کو تم قتل کرو یا وہ اسلام لے آئیں۔ اگر تم نے اطاعت کی تو اللہ تم کو اجر عظیم دے گا اور اگر تم نے پہلے کی طرح منہ موڑ لیا تو تمہارے لیئے دردناک عذاب ہو گا۔

آیت ھٰذا اس وقت نازل ہوئی جب مدینے کے نواح میں رہنے والے بدوؤں نے سفر حدیبیہ میں شرکت نہ کرنے کی بہانہ بازی کر کے جان بچانے کی کوشش کی تھی اور حدیبیہ سے سرکار ﷺ اور مومنین کے زندہ و سلامت واپس آنے پر اپنے سابقہ عمل پر ندامت کا اظہار کر کے مغفرت کی درخواست کی تھی اور ان کی معافی کو ملتوی رکھا گیا تھا اس معرکہ میں ثابت قدمی پر جس کا حوالہ آیت ھٰذا میں موجود ہے اور جس کو بعض شارحین نے غزوۂ حنین سے تعبیر کیا ہے اور بعض کے نزدیک اشارہ شیخین کے عہد میں ہونے والے معرکوں کی طرف ہے۔

حکم نمبر ۹۳۲

اے ایمان لانے والو! اللہ اور رسول ﷺ سے آگے قدم نہ بڑھاؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو (اس کے لیئے تقویٰ کرو) بے شک وہ سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے۔

سُوْرَةُ الْحُجُرٰت — آیت نمبر ۱

سورۂ ھٰذا کا آغاز ہی ایک ایسی نصیحت سے کیا گیا ہے جس سے تابع داری اور فرماں برداری کے ساتھ زیادہ جوش میں آکر حدود احکام میں رہنے اور پیش قدمی نہ کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ عام مشاہدہ ہے کہ بعض لوگ جوش محبت میں اعتدال کا دامن چھوڑ کر مقررہ حد سے تجاوز کر جاتے ہیں مگر یہ جوشیلا طریقہ اچھی معاشرت اور حقیقی فرماں برداری سے تجاوز کے معنٰی رکھتا ہے چنانچہ اخلاقِ اسلامی کی بنیاد اسی حکم پر رکھی گئی ہے کہ جو حکم دیا جائے نہ اس سے کم کرو نہ زیادہ یہ بات بالکل ایسی ہے کہ جیسے کوئی چار رکعات فرض نماز کے بدلے اگر پانچ پڑھ لے تو بھی اور اگر تین پڑھے تو بھی دونوں طرح احکام کی خلاف ورزی ہے۔ آیت ھٰذا میں ایسے ہی تجاوز یا پیش قدمی سے منع کیا گیا ہے۔ یعنی اصول یہ بنانا ہے کہ ''نہ افراط نہ تفریط بلکہ اعتدال'' اور یہ اصول اسی وقت روبہ عمل آسکتا ہے جب بندہ اپنے نفس کی خواہشات پر چلنے کے بجائے تعمیل حکم کے لیئے کوشاں رہے اور حکم کی خلاف ورزی سے ڈرتا رہے اسی کو تقویٰ کہتے ہیں اور آیت ھٰذا میں پیش قدمی نہ کرنے کے ساتھ تقویٰ کرنے کا حکم بھی موجود ہے اور اس تشریح کے ساتھ کہ اللہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔ ارشاد ہے کہ '' يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝۱ '' اے ایمان لانے والو! اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے آگے پیش قدمی نہ کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو، اسی کے لیئے تقویٰ کرو۔ بے شک اللہ سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے۔

حکم نمبر ۹۳۳

اے ایمان والو! رسول ﷺ کی آواز سے اپنی آواز کو بلند نہ کرو اور جس طرح آپس میں زور سے بولتے ہو ان کے سامنے زور سے بھی نہ بولو۔۔۔ ایسا نہ ہو کہ تمہارا کیا دھرا برباد ہو جائے اور تم کو شعور بھی نہ ہو سکے۔

سُوْرَۃُ الْحُجُرٰت	آیت نمبر ۲

سورۂ ھٰذا کی دوسری آیت میں بھی ایک ادب آموز حکم دیا گیا ہے۔ ارشاد ہے کہ "یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝۲" اے ایمان لانے والو! اپنی آواز کو نبی ﷺ کی آواز سے بلند نہ کرو اور آپ ﷺ سے اتنے زور سے بھی نہ بولو جیسے تم باہم زور سے بات کرتے ہو ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تم کو پتہ بھی نہ چلے۔

آیت ھٰذا میں اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو اپنے حبیب پاک ﷺ سے گفتگو کا سلیقہ سکھا رہا ہے اور آپ کے سامنے یا آپ سے بات کرتے وقت زور سے نہ بولنے کی تنبیہ کر رہا ہے خاص کر ایسی آواز سے جو نبی پاک ﷺ کی آواز سے بلند ہو۔ یہ طرز گفتگو ہمیشہ سے اہل ادب کا طریق ہے کہ اپنے سے بڑے کے سامنے اظہار عجز کے طور پر نرم آواز سے گفتگو کی جائے اور پھر یہ کہ دوسرے بڑوں کے مقابلے میں سب سے بڑے یعنی نبی کریم ﷺ کے سامنے تو عجز و کسر نفسی کا

اظہار اس لیئے لازم ہے کہ اس لہجے سے ''انا'' اور ''تکبر'' کی نفی ہوتی ہے کہ یہ اللہ کا پسندیدہ طرز گفتار ہے ویسے تو دوسرے بزرگوں سے بھی آواز میں اظہار عجز پسندیدہ ہے مگر سرکار ﷺ کے حضور لازم ہے کہ ایسا نہ کرنا اتنی بڑی سزا کا موجب ہے کہ اس کے سبب تمام عمر کی نیکیاں ضائع ہو سکتی ہیں اور اس طرح کہ خاطی کو خبر بھی نہ ہو سکے۔

حکم نمبر ۹۳۴

اے ایمان والو! اگر کوئی جھوٹا بدکار فاسق (مراد کافر سے ہے) تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو اس کی تصدیق کر لیا کرو ایسا نہ ہو کہ تم ناواقفیت سے لوگوں کو مصیبت میں ڈال دو اور پھر تم کو اپنے کیئے پر نادم ہونا پڑے۔

سُوْرَةُ الْحُجُرٰت آیت نمبر ۶

آیتِ ھٰذا میں بھی دیا گیا حکم اخلاق آموز ہے جس میں اہل ایمان کو نصیحت کی گئی ہے کہ دشمنوں کی افواہ طرازی کا شکار نہ ہوں اور اگر کوئی ناقابل اعتبار تم کو کوئی خبر دے تو بغیر تحقیق ہر گز اس کی خبر کو تسلیم نہ کرنا کہیں ایسا نہ ہو کہ تم جھوٹ کو سچ سمجھ کر کوئی ایسا قدم اٹھا لو جو دوسروں کے لیئے باعث تکلیف ہو اور تم کو بعد تصدیق اپنے کیئے پر شرمندہ ہونا پڑے۔

ایسی تصدیق اور احتیاط کا حکم معاشرے کو افواہوں سے پاک رکھنے کے لیئے اور صداقت کا پرچم بلند رکھنے کے لیئے نہایت ضروری ہے اسی اصول کو مد نظر رکھتے ہوئے بعد کے علماء نے احادیث رسول ﷺ اور اقوالِ صحابہ کی صحت کے لیئے راوی کے ثقہ ہونے اور نہ ہونے کی تصدیق کے ساتھ بیان کو صحیح یا ضعیف قرار دینے کے اصول وضع کئے کہ انہوں نے بہت فاسقوں کی وضعی احادیث و اقوال کو تسلیم کرتے میں بے حد احتیاط کا مظاہرہ کیا ہے۔ آیت ھٰذا میں ارشاد ہے کہ " يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْۤا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ۝ " اے ایمان والو اگر کوئی فاسق تم کو کوئی خبر دے تو پہلے اس کی تحقیق کر لیا کرو ایسا نہ ہو کہ تم ناواقفیت میں لوگوں کو مصیبت میں ڈال دو اور تم کو بعد میں اپنے کیئے پر نادم ہونا پڑے۔

حکم نمبر ۹۳۵

اے لوگو! اللہ کے رسول پاک ﷺ تمہارے درمیان موجود ہیں یاد رکھو اور جان لو کہ اگر وہ تمہاری اکثر باتیں مان لیا کریں تو تم مصیبت میں پڑ جاؤ گے۔۔ مگر اللہ نے تم کو ایمان کی محبت عطا فرما دی ہے اور اس کو تمہارے دلوں کی زینت بنا دیا ہے اور کفر و فسق و گناہ سے تم میں کراہت پیدا کر دی ہے ۔۔ اور ایسے ہی لوگ رشد و ہدایت یافتہ ہیں۔

سُوْرَۃُ الْحُجُرٰت
آیت نمبر ۷

سورۂ ھٰذا میں پہلے تین احکام میں نبی کریم ﷺ کے آگے مؤدب رہنے اور جھوٹی خبروں پر یقین نہ کرنے کے احکام کے بعد آیت ھٰذا میں ایک نہایت ہی اہم نصیحت کی ہے اور وہ یہ کہ اے ایمان والو! اس بات کو ہمیشہ ملحوظ رکھنا کہ رسول پاک ﷺ اگر تم سے مشاورت فرمائیں تو بے شک اپنی رائے ظاہر کردو مگر اس پر اڑو نہیں اس لیئے کہ اگر رسول ﷺ تمہاری اکثر باتیں مان لیں تو تمہارے لیئے مصیبت ہو سکتی ہے چنانچہ مشورہ تو دو مگر اس پر اصرار نہ کرو کہ رسول پاک ﷺ تو دراصل وہی کرتے ہیں جو اللہ کا حکم ہوتا ہے اور کبھی اللہ تعالیٰ آپ کے فرماں بردا رمحبّین کی زبانون سے بھی ایسی باتیں کہلوادیتا ہے جو اللہ کی مرضی کے مطابق ہوں اور یہ بصیرت رسول پاک ﷺ کے پاس ہے کہ وہ باتوں میں تمیز کر سکیں چنانچہ تمہارے لیئے لازم ہے کہ اپنی مرضی ظاہر تو کردو مگر اس پر ضد نہ کرو اور یہ نہ چاہو کہ اس کو تسلیم بھی کر لیا جائے۔

مفسّرین وشارحین نے حوالہ تو نہیں دیا ہے مگر اندازہ یہ ہوتا ہے کہ یہ حکم غزوۂ احد کے واقعات کی طرف اشارہ ہے جہاں غزوۂ بدر کی فتح سے سرشار مسلمانوں نے احد کے موقع پر مدینے کی فصیلوں پر دفاع کرنے کے بجائے میدان میں جاکر جنگ کرنے پر زور دیا تھا اور سرکار ﷺ نے اس تجویز کو قبول تو کر لیا تھا مگر خود آپ مسلّح ہو کر شریک جہاد ہوئے اور آپ مجروح بھی ہوئے۔ دندان مبارک شہید بھی ہوئے اور مسلمانوں کا بڑا جانی نقصان ہوا۔ دوم یہ کہ احد کی پہاڑی پر متعین چالیس تیر انداز مجاہدین فتح کا یقین ہو جانے پر حکم رسول پر قائم رہنے کے بعد اپنی رائے کے مطابق فتح کا یقین کر کے نیچے اتر آئے جس کے بعد لشکر کفار نے پہاڑی کی پشت سے حملہ کر کے مسلمانوں کو شدید نقصان پہنچایا۔۔۔۔ اور تیسرے یہ کہ جب زخمی نڈھال مجاہدین نے سرکار ﷺ کے حکم کی تعمیل میں اپنی سوجھ بوجھ کو نظر انداز کر کے لشکر کفار کا تعاقب کیا تو کافروں کا لشکر فرار ہو گیا اور شکست کا تصور فتح کے قریب ہوا۔ ہو سکتا ہے کہ آیت ھٰذا کے احکام اس ہی نسبت سے

ہوں۔۔۔۔ آیت ھٰذا میں ارشاد ہے کہ "وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ؕ" جان لو۔۔۔۔ مت بھولو کہ بے شک تمہارے درمیان اللہ کے رسول ﷺ ہیں "لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَ زَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَ كَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَ الْفُسُوْقَ وَ الْعِصْيَانَ ؕ" اور اگر وہ تمہاری اکثر باتیں مان لیا کریں تو تم مشکل میں مبتلا ہو جاؤ گے لیکن اللہ نے تمہارے دلوں کی زینت بنا کر ایمان سے تم کو محبت عطا فرمادی ہے اور کفر و فسق وعصیاں کی طرف سے کراہیت بخشی ہے "اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ۙ" اور ایسے ہی لوگ تو (جیسے تم ہو) ہدایت یافتہ ہوتے ہیں۔۔۔۔ اور ہدایت یافتہ لوگ ایسے ہی ہوتے ہیں۔

حکم نمبر ۹۳۶

مومنین کے دو گروہوں میں باہم جنگ ہونے پر صلح کروادینے کا حکم اور صلح نہ کر کے زیادتی کرنے والے گروہ سے لڑنے کا حکم۔۔ نیز ان کے اللہ کے حکم کی طرف رجوع کرنے پر انصاف کے ساتھ صلح کروانے کا حکم کہ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

سُوْرَةُ الْحُجُرٰت	آیت نمبر ۹

آیتِ ھٰذا میں بھی اسلامی معاشرے میں باہم جنگ وجدال اور خونریزی روکنے کے لیئے باہم لڑنے والوں میں صلح کروادینے کا حکم دیا گیا ہے اور ان میں ظلم وزیادتی کرنے والے گروہ کو طاقت سے دبانے کی بھی اجازت دی گئی ہے تا آنکہ ظلم کرنے والے خود کو احکام الٰہی کے تابع

کرلیں اور اس شکل میں دیگر مومنین کو حکم ہے کہ تم ان کے مابین انصاف کے ساتھ صلح کراؤ یعنی مظلوم پر کیئے گئے ظلم کا بھی اس طرح تدارک کرواؤ کہ کسی کے بھی ساتھ زیادتی نہ ہو اور فساد ختم ہو جائے۔ آگے ارشاد ہے کہ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔ حکم یہ ہے کہ "وَ اِنۡ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اقۡتَتَلُوۡا فَاَصۡلِحُوۡا بَیۡنَہُمَا ۚ فَاِنۡۢ بَغَتۡ اِحۡدٰىہُمَا عَلَی الۡاُخۡرٰی فَقَاتِلُوا الَّتِیۡ تَبۡغِیۡ حَتّٰی تَفِیۡٓءَ اِلٰۤی اَمۡرِ اللّٰہِ ۚ" اگر مومنین کی دو جماعتوں میں قتال (جنگ) ہو جائے تو ان دونوں کے درمیان صلح کروا دو اور اگر ان میں سے ایک دوسرے پر زیادتی کرے تو زیادتی کرنے والی جماعت سے لڑو اور مارو تا آں کہ وہ حکم الٰہی کی طرف لوٹ آئے "فَاِنۡ فَآءَتۡ فَاَصۡلِحُوۡا بَیۡنَہُمَا بِالۡعَدۡلِ وَ اَقۡسِطُوۡا ؕ" اور جب وہ تابع فرمان الٰہی ہو جائے تو ان میں عدل و انصاف سے صلح کرواؤ "اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الۡمُقۡسِطِیۡنَ ﴿۹﴾" کہ اللہ انصاف کرنے (اور کرانے) والوں کو پسند فرماتا ہے۔

حکم نمبر ۹۳۷

بے شک ایمان والے باہم بھائی بھائی ہیں اور تم بھائیوں کے مابین صلح کروا دیا کرو اور۔۔ اللہ کے لیئے برائی سے پرہیز (یعنی تقویٰ) کرو کہ تم پر اللہ رحم فرمائے۔

سُوۡرَۃُ الۡحُجُرٰت	آیت نمبر ۱۰

آیتِ ھٰذا میں بھی دیا ہوا حکم مسلم معاشرے کی تشکیل اور سلامتی کے لیئے ایک اہم ہدایت ہے اس آیت پاک کے ذریعے باہم پر امن رہنے اور ایک دوسرے کے ساتھ برادرانہ تعلق قائم کرنے اور رکھنے پر زور دیا گیا ہے، نیز مومنین کے درمیان اگر کبھی فساد و کشت خون کی نوبت آجائے تو دیگر اہل ایمان کو حکم ہے کہ تم بھی ان دونوں کے درمیان غیر جانب دار اور ہمدرد بھائی کا کردار ادا کر کے ان میں صلح کروا دیا کرو اور ساتھ ہی اپنے نفس کا گناہوں اور برائی سے تحفظ بھی کرو یعنی تقویٰ کرتے رہو اور اس خوف کو ملحوظ رکھو کہ کہیں تم اللہ کے حکم کی خلاف ورزی کر کے آخرت کے عذاب میں مبتلا نہ ہو جاؤ، حقیقی معنوں میں ایسے ہی خوف کو تقویٰ کہتے ہیں جو عام ڈر سے بالکل مختلف کیفیت ہے جس کے سبب انسان ہمیشہ نیکی پر مائل رہنے کی کوشش کرتا ہے۔ ساتھ ہی بتایا گیا ہے کہ ایسا کرنے والوں پر اللہ رحم فرماتا ہے۔ ارشاد ہے کہ "اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿١٠﴾" بے شک سب مومنین آپس میں بھائی بھائی ہیں تو اپنے بھائیوں کے مابین صلح کروا دیا کرو اور اللہ کے عذاب سے ڈرتے رہو کہ تم پر رحم کیا جائے۔

عام طور سے شارحین نے تقویٰ کے معنیٰ خوف کے لیئے ہیں اور "وَاتَّقُوا اللّٰهَ" کے لیئے اللہ سے ڈرنے کا ترجمہ کرتے ہیں یہ ایک نفسیاتی حقیقت ہے اور فطرت انسانی ہے کہ کوئی بھی آدمی یا کوئی دوسرا جاندار ہر اس چیز سے گریز و فرار اختیار کرتا ہے جو اس کے لیئے خوف یا ڈر کا سبب ہو چنانچہ وَاتَّقُوا اللّٰهَ کے معنیٰ اللہ سے ڈرنے کے نہیں لینے چاہئیں بلکہ تقوی سے مراد اللہ کے عذاب سے ڈر کر گناہوں سے پرہیز کے ہیں۔ خوف اللہ کی ذات پاک کے بجائے اس کی جانب سے دیئے جانے والی سزا یا عذاب سے وابستہ کرنا چاہیئے جس کے لیئے برائی اور گناہوں سے دور رہنا لازم ہے اور یہی تقویٰ کا حقیقی مفہوم ہے۔۔۔ اللہ تو رحم فرمانے والا اپنے بندوں پر مہربان بخشنے والا ہے البتہ اس کا عذاب نافرمانوں کے لیئے ہے جس سے ڈرنا یا خوف کھانا ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ

تقویٰ کرنے سے رضائے الٰہی حاصل ہونے کی امید کی جاتی ہے اور اس کی رضا کا حاصل ہونا ہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔

حکم نمبر ۹۳۸

ایمان والے لوگوں کو باہم ایک دوسرے کا تمسخر نہ اڑانے، باہم طعنہ نہ دینے، اور برے لقب سے یاد نہ کرنے، کا حکم نیز ایمان لانے کے بعد فسق سے بچنے کی تنبیہ، اور ماضی کے طریقوں سے توبہ نہ کرنے والوں کو ظالم قرار دینا۔

سُوْرَۃُ الْحُجُرٰت آیت نمبر ۱۱

آیتِ ھٰذا میں اہل ایمان کو باہم بد کلامی و بد گمانی اور ایمان لانے کے بعد فاسقانہ اعمال سے توبہ کرنے کا حکم ہے اور ایسا نہ کرنے والوں کو ظالم کہا گیا ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی وضاحت کی گئی ہے کہ مومنین کو ایک دوسرے کا تمسخر یا مذاق اڑانے سے پہلے یہ سوچ کر پرہیز کرنا چاہیئے کہ وہ جس کا تمسخر اڑا رہے ہیں ہو سکتا ہے کہ وہ اللہ کے نزدیک مذاق اڑانے والوں سے زیادہ اچھا اور مقبول بندہ ہو اور یہی حکم مومنات کے لیئے بھی ہے۔ تمسخر اڑانے کے علاوہ ایک دوسرے کو طعنہ دینے اور عیب جوئی کرنے سے بھی منع کیا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ انہوں نے ایمان لانے سے قبل جو ایک دوسرے کے لیئے برے القاب مقرر کئے تھے ان کو بھی ترک کر دیں اور ایمان لانے کے بعد قبل از ایمان کے اعمال سے توبہ کر کے فسق و فجور سے بچتے رہیں اور جو ایسا نہیں کریں گے وہ اپنے اوپر ظلم کرنے کے گنہگار ہوں گے۔ ارشاد ہے کہ "یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ

عَسٰۤی اَنۡ یَّکُوۡنُوۡا خَیۡرًا مِّنۡہُمۡ وَ لَا نِسَآءٌ مِّنۡ نِّسَآءٍ عَسٰۤی اَنۡ یَّکُنَّ خَیۡرًا مِّنۡہُنَّ ۚ" اے ایمان لانے والو! تم ایک دوسرے کا تمسخر نہ اڑاؤ ہو سکتا ہے وہ تم سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں کا (تمسخر اڑائیں) ہو سکتا ہے وہ ان سے بہتر ہوں۔ "وَ لَا تَلۡمِزُوۡۤا اَنۡفُسَکُمۡ وَ لَا تَنَابَزُوۡا بِالۡاَلۡقَابِ ؕ" اور نہ عیب لگاؤ (غیب میں) لوگوں پر اور نہ ان کو برے نام اور برے لقب سے یاد کرو۔ "بِئۡسَ الِاسۡمُ الۡفُسُوۡقُ بَعۡدَ الۡاِیۡمَانِ ۚ" برا ہے ایمان لانے کے بعد نافرمانیوں اور گناہوں میں نام آنا "وَ مَنۡ لَّمۡ یَتُبۡ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الظّٰلِمُوۡنَ ﴿۱۱﴾" اور جو توبہ نہیں کرتے (یعنی ایمان لانے کے بعد دورِ گمرہی کی باتیں اور طریقے ترک نہیں کرتے) وہ ظالم ہیں یعنی اپنے ہی اوپر ظلم کرنے والے ہیں۔

حکم نمبر ۹۳۹

ایمان والو کو زیادہ گمان کرنے سے بچنے، دوسروں کے بھید نہ ٹٹولنے، غیبت نہ کرنے اور تقویٰ کرتے رہنے کا حکم۔

سُوۡرَۃُ الۡحُجُرٰت	آیت نمبر ۱۲

انفرادی و اجتماعی خیر و فلاح کے لیئے اور پر امن اسلامی معاشرے کے قیام و دوام کے لیئے دیا جانے والا سورۃ ھٰذا کا یہ آٹھواں حکم ہے جس میں چار کرداری نمونوں یا اخلاقی رویّوں کی نشاندہی کی گئی ہے پہلے تین احکام بطور منہیات ہیں:

- زیادہ گمان کرنے سے بچو یعنی تعمیل احکام کی کرو خود اندازے نہ لگاؤ یا دوسروں کے لیئے اپنی خواہشات نفسانی کی پیروی یعنی زیادہ گمان کرنے یا بد گمانی سے بچو۔

- دوسرا حکم یہ ہے کہ دوسروں کے بھید یا راز جاننے کی کوشش میں نہ رہو اپنے کام سے کام رکھو۔ دوسروں کی کمزوریاں معلوم کرنے سے تم کو کوئی ثواب حاصل نہیں ہوگا دوسروں کے بجائے اپنی کمزوریوں پر نظر رکھو اوروں کے بھید نہ ٹٹولو۔
- تیسرا حکم کسی کی غیر موجودگی میں اس کے لیئے بری بات نہ کہنے کا ہے یعنی غیبت سے بچتے رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔
- اور چوتھا اور آخری حکم ہے اللہ کی رضا حاصل کرنے کا یا اللہ واسطے برائیوں اور گناہوں سے اپنے نفس کی حفاظت کا یعنی تقویٰ اختیار کرو۔ ارشاد ہے کہ "يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ" "اے ایمان والو! زیادہ گمان نہ کیا کرو (اندازے ٹھوکنے سے اجتناب کرو) "اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّ لَا تَجَسَّسُوْا وَ لَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا" "بے شک بعض گمان گناہ ہیں اور باہم ایک دوسرے کے راز نہ ڈھونڈو اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کیا کرو" "اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ" "تم میں سے کوئی بھی اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے گا؟ اور تم کو تو اس سے کراہیت ہے "وَ اتَّقُوا اللّٰهَ" "اور اللہ واسطے گناہوں سے اپنے نفس کا تحفظ کرو یعنی تقویٰ کرتے رہو (اللہ کے عذاب سے ڈرو)" "اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲﴾" "بے شک اللہ بڑا توبہ قبول کرنے اور رحم فرمانے والا ہے۔

حکم نمبر ۹۴۰

مدینے کے بدوی (نواحی دیہاتی) کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے (اے رسول ﷺ) ان سے کہہ دیجیئے کہ تم "ایمان نہیں" بلکہ یہ کہو

کہ ہم اسلام لائے ہیں۔ تمہارے قلوب میں ایمان تو داخل ہی نہیں ہوا ہے اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو تو تمہاری کوئی بھی نیکی ضائع نہیں جائے گی کہ اللہ بخشنے اور معاف فرمانے والا ہے۔

سُوْرَۃُ الْحُجُرٰت　　آیت نمبر ۱۴

آیتِ ھٰذا میں زبان و حلق سے اللہ اور رسول ﷺ کے تابع دار ہونے کا دعویٰ اور ہے اور دل کی گہرائی سے مطیع و فرماں بردار ہونا بڑی بات ہے دل میں شکوک شبہات رکھ کر دنیاوی مصلحتوں کے تحت اسلام قبول کرنے والوں سے سرکار ﷺ کو یہ فرمادینے کا حکم دیا گیا ہے کہ تم نے اسلام تو قبول کرلیا ہے مگر تمہارا باطن یعنی قلب و ذہن ابھی تک اسلام کی صداقت سے پوری طرح مطمئن و متفق نہیں ہیں اس لیئے کہ ابھی ایمان تمہارے قلوب میں اُترا ہی نہیں ہے۔ یہ بات ان مدینہ کے مضافاتیوں کے لیئے کہی گئی ہے جو زبان سے اسلام کے معترف ہوگئے تھے مگر ان کے دل ایمان سے محروم تھے ان کو حکم دیا گیا ہے کہ تم صداقتِ قلوب کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول پاک ﷺ کی اطاعت و فرماں برداری قبول کرکے تعمیل احکام کرتے رہو۔ اگر ایسا کروگے تو اللہ تم کو تمہارے نیک اعمال کا اچھا بدلہ ضرور دے گا یعنی تمہارے اعمال اور نیکیوں میں ذرا بھی کمی نہ کرے گا۔ ارشاد ہے کہ مضافاتی بدو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے "قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَ لٰكِنْ قُوْلُوْۤا اَسْلَمْنَا وَ لَمَّا یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ فِیْ قُلُوْبِكُمْ ؕ" ان کو بتادیجیئے کہ تم ایمان نہیں لائے ہو بلکہ یوں کہو کہ ہم اسلام لے آئے ہیں (یعنی ہم نے مان لیا ہے) اور ایمان تو ابھی تمہارے قلوب میں داخل ہی نہیں ہوا ہے" وَ اِنْ تُطِیْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَا

یَلِتۡکُمۡ مِّنۡ اَعۡمَالِکُمۡ شَیۡـًٔا ؕ ”اگر تم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت و فرماں برداری کرتے رہے تو تمہارے اعمال میں ذرا بھی کمی نہ کی جائے گی (یعنی تم کو فرماں برداری، تابع داری اوراطاعت کرنے کا ثواب تمہارے سابقہ اعمال کے سبب ذرا بھی کم نہ کیا جائے گا) “اِنَّ اللّٰہَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۱۴﴾ ”بے شک اللہ بڑا بخشنے اور رحم فرمانے والا ہے۔

حکم نمبر ۹۴۱

اے رسول ﷺ ان سے کہیئے کیا تم اللہ کو اپنے دین کی خبر دیتے ہو؟ اللہ تو وہ سب کچھ جانتا ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے۔ اللہ ذرا ذرا سی ہر چیز کا جاننے والا ہے۔ مدینے کے مضافاتیوں سے سرکار ﷺ کو فرمانے کا حکم

سُوۡرَۃُ الۡحُجُرٰت آیت نمبر ۱۶

آیتِ ھٰذا مدینے کے ان مضافاتی بدوں کے حوالے سے نازل ہوئی جو اپنے قبول اسلام کو ایسے بیان کرتے تھے جیسے وہ اسلام لانے کے اپنے کارنامے سے اللہ کو مطلع کر رہے ہیں۔ ان کے لیئے سرکار ﷺ کو یہ فرمادینے کا حکم ہوا کیا اللہ کو اپنی دین داری جتاتے ہو تم۔۔ اللہ تو زمین و آسمان کی تمام باتوں کا علم خود ہی رکھتا ہے اور وہ ذرا ذرا سی ہر بات کا جاننے والا ہے۔ ارشاد ہوا کہ ”قُلۡ اَتُعَلِّمُوۡنَ اللّٰہَ بِدِیۡنِکُمۡ ؕ“ کیا تم اللہ کو اپنے دین کا علم دیتے

ہو(جتاتے ہو)" وَ اللّٰہُ یَعۡلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الۡاَرۡضِ ؕ" اللہ تو اس سب کا علم رکھتا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے۔" وَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمٌ ﴿۱۶﴾" اللہ تو تمام چیزوں کا جاننے والا ہے۔

حکم نمبر ۹۴۲

یہ لوگ(مدینے کے مضافاتی) آپ پر، اے رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم احسان جتاتے ہیں کہ یہ اسلام لے آئے ہیں۔ اے رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم آپ ان سے فرمادیں کہ تم اپنے اسلام قبول کرنے کا مجھ پر احسان نہ جتلاؤ۔ اگر تم اسلام قبول کرنے کے دعوے میں سچے ہو تو یہ تم پر اللہ کا احسان ہے کہ اس نے تم کو توفیق دی ایمان کی۔

سُوۡرَۃُ الۡحُجُرٰت — آیت نمبر ۱۷

یہ سورۂ ھٰذا کا آخری حکم ہے جس میں سرکار صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے فرمایا گیا ہے کہ اے رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم !یہ مدینے کے دیہاتی بدو اسلام قبول کرنے کا اعلان کر کے آپ پر احسان جتاتے ہیں۔ آپ ان سے فرمادیجیئے کہ تم نے اسلام قبول کر کے مجھ پر کوئی احسان نہیں کیا بلکہ حق تو یہ ہے کہ اگر تم نے واقعی دل سے اسلام قبول کرلیا ہے تو یہ تم پر اللہ کا احسان ہے کہ اس نے تم کو ایمان کا راستہ دکھا کر اس کی ہدایت و توفیق عطا فرمائی۔ ارشاد ہے کہ "یَمُنُّوۡنَ عَلَیۡکَ اَنۡ اَسۡلَمُوۡا ؕ" یہ

لوگ آپ پر احسان جتاتے ہیں کہ وہ اسلام لے آئے ہیں۔" قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ ۚ ان سے کہہ دیجیئے کہ تم اپنے اسلام لانے کا احسان مجھ پر نہ رکھو۔" بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۷﴾" بلکہ اللہ نے تم پر احسان فرمایا کہ اس نے تم کو ایمان کی ہدایت کی اگر تم سچ کہہ رہے ہو۔

حکم نمبر ۹۴۳

حکم ہوگا روز حشر فرشتوں کو کہ ہر کفر کرنے اور عناد رکھنے والے کو جہنم میں جھونک دو۔ یہ خیر کے کاموں سے روکنے اور حد سے تجاوز کرنے والا اور شک میں پڑا ہوا تھا، جس نے اللہ کے ساتھ دوسرے معبود بنا رکھے تھے۔ سو اسے سخت ترین عذاب میں ڈال دو۔

سُوْرَةُ قٓ	آیت نمبر ۲۴ تا ۲۶

جو لوگ دنیا میں اللہ اور اس کے رسول پاک ﷺ کے مخالف اور ایمان و قرآن سے عناد رکھنے والے تھے اور نیکی کے کام کرنے سے دور اور دوسروں کو نیک کاموں سے روکنے والے اور حد سے تجاوز کرنے والے یعنی ظالم بھی تھے اور ایقان وایمان سے محروم، شکوک وشبہات میں مبتلا رہے اور جنہوں نے اللہ کے ساتھ دوسرے جھوٹے معبود بھی بنا رکھے تھے ان کے لیئے روز حشر فرشتوں کو حکم دیا جائے گا کہ ایسے کافروں کو دوزخ میں جھونک کر سخت ترین عذاب میں مبتلا کر دو۔ ارشاد ہے کہ

- "اَلْقِيَا فِيْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ ۝٢٤" ڈال دو جہنم میں ہر کفر کرنے والے جھگڑالو کو۔
- "مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ مُّرِيْبٍ ۝٢٥" روکنے والے نیکی سے، حد سے تجاوز کرنے والے شک میں پڑے ہوئے کو۔
- "الَّذِيْ جَعَلَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَاَلْقِيٰهُ فِي الْعَذَابِ الشَّدِيْدِ ۝٢٦" وہ جس نے بنا رکھے تھے اللہ کے ساتھ دوسرے معبود اس کو شدید عذاب میں ڈال دو۔

حکم نمبر ۹۴۴

حکم ہو گا کہ "سلامتی کے ساتھ داخل ہو جا جنت میں کہ یہ ہمیشہ ہمیشہ قائم رہنے والا دن ہے"۔۔۔اس شخص کو جو یوم حشر "توبہ کرنے اور اللہ سے رجوع کرنے والا دل لے کر آئے گا" اور جو رحمٰن سے بغیر دیکھے ڈرتا رہا ہے۔

سُوْرَةُ قٓ — آیت نمبر ۳۳۔۳۴

ارشاد ہے کہ "مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ وَ جَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبِ ۝٣٣ اِدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ ؕ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ ۝٣٤" ڈرتا رہا جو رحمٰن سے بغیر دیکھے ہوئے اور لے کر آیا توبہ کرنے اور اللہ کی طرف رجوع ہونے والا قلب (اس سے کہا جائے گا) داخل ہو جا جنت میں کہ یہ دن ہمیشہ ٹھہرنے والا ہے۔

مراد یہ کہ خشیت الٰہی اور قلب منیب رکھنے والوں کو جنت میں داخل کر کے وہاں ہمیشہ ہمیشہ نعمتوں سے لطف اندوز ہوتے رہنے کی بشارت بھی دی جائے گی۔

حکم نمبر ۹۴۵

صبر فرمایئے (اے رسول) ان کی باتوں پر اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے رہیئے قبل از طلوع و بعد از غروب آفتاب اور رات کو بھی تسبیح کیجیئے اور نمازوں (سجدوں) کے بعد بھی۔

سُوْرَةُ قٓ	آیت نمبر ۳۹ تا ۴۰

ارشاد ہے کہ "فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَ قَبْلَ الْغُرُوْبِ ﴿۳۹﴾" اے رسول ﷺ! وہ جو کہتے ہیں اس پر صبر فرمایئے اور طلوع و غروبِ آفتاب سے قبل اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے رہیئے "وَ مِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَ اَدْبَارَ السُّجُوْدِ ﴿۴۰﴾" اور رات کے وقت بھی اور سجدوں (نمازوں) کے بعد بھی۔

آیت ھٰذا سے سبق یہ ملتا ہے کہ اہل ایمان بھی گمراہوں کے افعال و اعمال پر برداشت کا مظاہرہ کر کے اللہ کی حمد و ثنا میں خود کو زیادہ مصروف رکھیں۔۔ دور حاضر میں بھی روزمرہ کے Frustration اور Tension کا بھی یہی علاج ہے جیسا کہ سورۂ نشرح میں بھی سرکار ﷺ سے فرمایا گیا ہے کہ اپنے کار منصبی سے فارغ ہونے کے بعد اپنے رب کی طرف رغبت کیجیئے۔ بے شک اللہ کے ذکر سے ہی دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے۔

حکم نمبر ۹۴۶

اور سن لو جس دن پکارنے والا قریب سے ہی پکارے گا (منادی دینے والا ندا دے گا) اس دن ٹھیک سن لیں گے سب لوگ چنگھاڑ (صور پھونکے جانے کی آواز) اور وہی دن (قبروں سے) باہر نکل پڑنے کا دن ہو گا۔

سُوْرَةُ قٓ آیت نمبر ۴۱۔ ۴۲

ان دونوں آیات میں قیامت آنے کی علامت کے طور پر بتایا گیا ہے کہ جب صور پھونکا جائے گا تو ایسا معلوم ہو گا کہ جیسے کسی نے قریب سے ہی پکارا ہے اور وہ پکار سنتے ہی تمام لوگ دوبارہ زندہ ہو کر زمین سے نکل پڑیں گے (خواہ وہ مدفون ہوں یا جلا دیئے گئے ہوں یا غرق ہو گئے ہوں جو بھی مر چکا ہے زندہ ہو گا)۔ صور کی آواز ایک چنگھاڑ کی طرح ہو گی اور زندہ ہو کر نکل پڑنے کے لیئے دی جانے والی آواز ایسی لگے گی جیسے کسی نے قریب سے ہی آواز دی ہے۔ ارشاد ہے کہ "وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ۝۴۱" اور سن رکھو کہ جس دن منادی ندا کرے گا (پکارنے والا قریب سے پکارے گا) قریب سے "يَّوْمَ يَسْمَعُوْنَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ" اس دن لوگ بالکل ٹھیک ٹھیک سن لیں گے (صور کی آواز) "ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوْجِ ۝۴۲" وہی دن نکل پڑنے کا دوبارہ زندہ ہو کر اللہ کے حضور جمع ہونے کا ہو گا۔

حکم نمبر ۷ ۹۴

اے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم !وہ جو ہمارے عذاب و سزا کے وعدے سے خوف کرتا ہے آپ اس کو قرآن کے مطابق نصیحت کرتے رہیں اور ہم جانتے ہیں لوگ جو باتیں بناتے ہیں آپ ان کو زبردستی منوانے والے نہیں ہیں۔

سُوْرَۃُ قٓ	آیت نمبر ۴۵

یہ سورۂ ھٰذا کی آخری آیت ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے فرمایا ہے کہ ہم نے آپ کو منکرین سے زبردستی یا جبراً تسلیم کروانے والا نہیں بنایا ہے۔ ہم جانتے ہیں جو کچھ وہ لوگ یعنی منکرین کہتے ہیں۔ آپ کا کام تو یہ ہے کہ جو ہمارے عذاب و سزا کے وعدے کو سچ جان کر آخرت کا خوف رکھتے ہیں آپ ان کو قرآن حکیم کے مطابق نصیحت کرتے رہیں''نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَقُوْلُوْنَ وَ مَآ اَنْتَ عَلَیْهِمْ بِجَبَّارٍ ''ہم جانتے ہیں وہ جو کچھ کہتے ہیں اور آپ ان پر جبر کرنے والے نہیں ہیں''فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ یَّخَافُ وَعِیْدِ ﴿۴۵﴾'' جو ہمارے عذاب کے وعدے سے خوف کھاتے ہیں آپ ان کو قرآن سے نصیحت کرتے رہیں۔

حکم نمبر ۹۴۸

اے لوگو! دوڑو اللہ کی طرف۔ میں اس کی طرف سے تم کو واضح طور پر تنبیہ کرنے والا ہوں۔

سُوۡرَۃُ الذّٰرِیٰت	آیت نمبر ۵۰

ارشاد ہے کہ "فَفِرُّوۡۤا اِلَی اللّٰہِ ؕ اِنِّیۡ لَکُمۡ مِّنۡہُ نَذِیۡرٌ مُّبِیۡنٌ ﴿ۚ۵۰﴾" دوڑو اللہ کی طرف۔ میں تمہارے لیئے اس کی طرف سے واضح طور پر ڈرانے والا ہوں۔

سرکار ﷺ کی زبانِ مبارک سے دیا ہوا یہ حکم دو بنیادی حقیقتوں کی وضاحت کرتا ہے اول یہ کہ قیامت کا آنا بر حق ہے۔ جب منکرین کو ایسا سخت عذاب دیا جائے گا کہ جس کو سن کر ہی خوف طاری ہو جائے نیز یہ کہ اس کے آنے میں بہت دیر نہیں وہ آنے والا وقت بہت قریب ہے اس لیئے اللہ کی طرف رجوع کرنے میں عجلت برتی جائے جیسے کوئی کسی چیز کو جلد از جلد حاصل کرنے کے لیئے دوڑ لگاتا ہے۔ دوسری بات یہ بیان فرمائی گئی کہ اللہ نے حضور اکرم ﷺ کے ذریعے اس عذاب کی خبر دنیا میں ہی دے دی اور ایسا نہیں کیا کہ لوگوں کو عذاب کی خبر دیئے بغیر ہی ان کو بطور سزا عذاب میں مبتلا کر دیا جائے بلکہ ہر قوم اور ہر امت میں رسولوں کو بھیج کر لوگوں کو قیامت اور اس کے عذاب سے مطلع کیا جاتا رہا ہے اور سرکار ﷺ بھی یہی فرما رہے ہیں کہ میں تم کو انکار و گمرہی کے نتیجے میں ملنے والے عذاب کی پیشگی خبر دینے والا یا اس سے ڈرانے والا ہوں۔ مراد یہ ہے کہ تم اسے مانو یا نہ مانو یہ تمہاری مرضی اور تمہارا نصیب کہ میرا کام تو خبر دار کرنے سے مکمل ہو جاتا ہے۔

حکم نمبر ۹۴۹

کسی دوسرے کو اللہ کے ساتھ معبود نہ بناؤ۔ میں اس کی طرف سے تم کو وضاحت کے ساتھ خبر دار کر دینے والا ہوں۔

سُوْرَةُ الذّٰرِيٰت	آیت نمبر ۵۱

ارشاد ہے کہ "وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ؕ اِنِّيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۚ﴿۵۱﴾" کسی دوسرے کو اللہ کے ساتھ معبود نہ بناؤ بے شک میں تم کو واضح طور پر تنبیہ کرنے والا نصیحت کرنے والا یا عذاب قیامت سے خوف دلانے والا ہوں۔

آیتِ ھٰذا میں بھی سابقہ آیت کی ہی بیان کردہ حقیقت واضح کر کے یعنی یہ بتا کر کہ میرا کام تو عذاب حشر سے تم کو واضح طور پر خبردار کر دینا ہے۔۔۔ تم کو یہ نصیحت کی جاتی ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو عبادت میں اس کا شریک نہ ٹھہراؤ۔ سابقہ آیت میں تنبیہ یا حکم اللہ کی طرف تیزی سے رجوع کرنے کا تھا اور موجودہ آیت میں شرک نہ کرنے کا حکم ہے۔

حکم نمبر ۹۵۰

اے رسول صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ! آپ ان کی طرف سے منہ موڑ لیجیۓ اور اس میں آپ کے لیۓ کوئی برائی کی بات (ملامت) نہیں۔

سُوْرَةُ الذّٰرِيٰت
آیت نمبر ۵۴

ارشاد ہے کہ "فَتَوَلَّ عَنۡهُمۡ فَمَآ اَنۡتَ بِمَلُوۡمٍ ۝۵۴" "آپ ان کی طرف سے منہ موڑ لیں اس میں آپ کے لیئے ہر گز کوئی ملامت (برا کہے جانے) کی بات نہیں۔

آیت ھذا میں سرکار ﷺ کو ان لوگوں سے بے تعلق ہو جانے یا ان کو ان کے ہی حال پر چھوڑ دینے کا حکم ہے جو لوگ آپ ﷺ کو جادو گر یا دیوانہ کہتے تھے۔ ساتھ ہی فرمایا گیا کہ ایسا کرنے پر آپ سے کوئی باز پرس نہیں کی جائے گی جیسا کہ آیات سابقہ میں کہا جا چکا ہے کہ آپ ﷺ کا کام تو صرف خبردار کر دینا ہے، زبردستی کرنا نہیں ہے۔

منکرین آپ ﷺ کے حکم اور ارشاد کی اثر انگیزی دیکھ کر آپ کو ساحر کہتے تھے اور ان دیکھی باتوں کی خبر سن کر دیوانہ کہا کرتے تھے۔ سرکار ﷺ کو ان سے منہ موڑنے کا حکم دے دیا گیا۔

حکم نمبر ۹۵۱

اے رسول ﷺ! آپ نصیحت فرماتے رہیں کہ نصیحت سے اہل ایمان کو فائدہ پہنچتا ہے۔

سُوْرَةُ الذّٰرِيٰت
آیت نمبر ۵۵

ارشاد ہے کہ "وَّذَكِّرۡ فَاِنَّ الذِّكۡرٰى تَنۡفَعُ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ۝۵۵" "اے رسول ﷺ! آپ نصیحت فرماتے رہیں کہ اس سے ایمان والوں کو فائدہ ہوتا ہے۔

آیت سابقہ میں آپ! کو جادو گر اور دیوانہ کہنے والوں سے منہ موڑ لینے کا حکم دیا گیا تھا اور اسی تسلسل میں آیت ھٰذا میں یہ حکم ہے کہ مومنین کو نصیحت کرتے رہیئے کہ وہ آپ کی نصیحت تسلیم کرتے ہیں جس سے ان کو فائدہ ہوتا ہے نصیحت سے مراد اللہ کی جانب سے نازل ہونے والے احکام کی تعمیل پر زور دیتے رہنا ہے کہ یہ اہل ایمان کے لیئے مفید ہے۔

حکم نمبر ۹۵۲

جاؤ آگ میں پڑے جلتے رہو۔۔اب صبر کرو یا نہ کرو سب برابر ہے تمہارے لیئے۔۔اور یہ بدلا ہے اس کا جو تم دنیا میں کرتے رہے ہو (کفر و شرک)۔

سُوْرَةُ الطُّوْر	آیت نمبر ۱٦

آیتِ ھٰذا میں آیات الٰہی کو جھٹلانے والے اور اپنی حجت بازی میں لگے رہنے والوں کو روز حشر دیئے جانے والے حکم کو بیان فرمایا ہے کہ ان کو جہنم میں داخل ہونے اور آگ میں جلتے رہنے کی سزا دی جائے گی خواہ وہ اس پر صبر کریں یا نہ کریں ان کے لیئے سب برابر ہو گا اور یہ سزا بدلا ہو گی ان کے اعمال کفر و شرک کا اور اللہ کی آیات کو جھٹلا کر حجت بازی کرنے کا۔ ارشاد ہے کہ "اِصْلَوْهَا فَاصْبِرُوْٓا اَوْ لَا تَصْبِرُوْا ۚ سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ ۭ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۱٦" جلتی ہوئی آگ میں جا پڑو۔ اب صبر کرو یا نہ کرو تمہارے لیئے برابر ہے اور یہ بدلا ہے اس کا جو عمل تم کرتے رہے ہو۔(یعنی جھٹلانا اور حجت بازی کر کے کفر و شرک میں مبتلا رہنا)

حکم نمبر ۹۵۳

کھاؤ اور پیو مزے کے ساتھ کہ یہ جزا ہے تمہارے اعمال کی۔۔ کہا جائے گا جنت والوں سے۔

سُوْرَةُ الطُّوْر	آیت نمبر ۱۹

ارشاد ہے کہ " كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا هَنِیْٓـًٔۢا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۱۹ " کھاؤ پیو مزے سے یہ بدلا ہے تمہارے نیک اعمال کا۔

آیت ھٰذا سے پہلے والی دو آیات میں ارشاد ہوا ہے کہ تقویٰ کرنے والے جنت النعیم میں (یعنی نعمتوں والے باغوں میں) ہوں گے اور اپنے رب کی عطا سے لطف اندوز ہو رہے ہوں گے کہ ان کو ان کے رب نے عذاب جہنم سے بچایا جو آیت نمبر ۱۶ کے مطابق جھٹلانے والوں پر نافذ ہوا۔۔۔ پھر ان کے رب کی مہربانی اور رضا کے اظہار کے طور پر ان سے کہا جائے گا کہ مزے سے کھاؤ پیو جو چاہو کہ یہ تمہارے رب کی طرف سے تمہارے ایمان، اطاعت، شکر، تقویٰ اور توبہ جیسے نیک اعمال کا صلہ ہے۔

حکم نمبر ۹۵۴

اور اے رسول ﷺ! آپ لوگوں کو خبر دار کرتے رہیں اور نصیحت فرماتے رہیں کہ آپ اپنے رب کے فضل سے نہ کاہن ہیں اور نہ دیوانے۔

سُوْرَۃُ الطُّوْر آیت نمبر ۲۹

آیت ھٰذا میں اللہ تعالیٰ نے جھٹلانے والے اور سرکار ﷺ کو شاعر، کاہن اور مجنون جیسے القاب سے یاد کرنے والوں کے کہنے کو رد فرماتے ہوئے سرکار ﷺ سے ارشاد کیا ہے کہ اے رسول ﷺ ! آپ پر آپ کے رب کا فضل خاص اور آپ کے پاس اس کی عطا کردہ نعمت (نبوت ورسالت) ہے۔ آپ نہ کاہن ہیں اور نہ مجنوں آپ کا کام لوگوں قیامت کے عذاب سے خبردار کرنا اور اعمال صالح کی نصیحت کرنا ہے وہ آپ کرتے رہیئے آپ کو شاعر کہنے والوں کا انجام سامنے آنے ہی والا ہے۔ارشاد ہے کہ "فَذَكِّرْ فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّ لَا مَجْنُوْنٍ ؕ﴿۲۹﴾ "آپ خبر دار کرتے رہیں۔ آپ اپنے رب کی نعمت سے نہ کاہن ہیں اور نہ دیوانے (بلکہ اللہ کے صاحب نعمت رسول ﷺ ہیں)۔

حکم نمبر ۹۵۵

اے رسول ﷺ !ان سے کہہ دیجیئے کہ تم بھی انتظار کرو اور میں بھی تمہارے ساتھ منتظرین میں ہوں۔

سُوْرَۃُ الطُّوْر آیت نمبر ۳۱

حکم سابقہ کے تسلسل میں ہی جہاں فرمایا تھا کہ ہم ان کے لیئے حادثہ ٔوقت / گردش زمانہ کے منتظر ہیں" نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ ﴿۳۰﴾ "آیت ھٰذا میں رسول پاک ﷺ سے فرمایا کہ آپ جھٹلانے والوں۔۔کاہن وشاعر ودیوانہ سمجھنے والوں۔۔سے فرمادیں کہ تم اپنے انجام کو دیکھنے کے منتظر رہو جو جلد ہی سامنے آنے والا ہے اور میں بھی اس کا یقین رکھتے ہوئے اسی کا انتظار کررہا ہوں یا

انتظار کرنے والوں میں (دوسرے مومنین کے ساتھ) ہوں۔ ارشاد ہے کہ "قُلۡ تَرَبَّصُوۡا فَاِنِّیۡ مَعَکُمۡ مِّنَ الۡمُتَرَبِّصِیۡنَ ﴿۳۱﴾" کہہ دیجیئے تم انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں ہوں۔

حکم نمبر ۹۵۶

چھوڑ دیجیئے ان کو (اے رسول) اس وقت تک کہ وہ دیکھ لیں (بھگت لیں) وہ دن جب (ایک شدید چنگھاڑ سے) ان کے ہوش اڑا دیئے جائیں گے۔

سُوۡرَۃُ الطُّوۡر	آیت نمبر ۴۵

ارشاد ہے کہ "فَذَرۡہُمۡ حَتّٰی یُلٰقُوۡا یَوۡمَہُمُ الَّذِیۡ فِیۡہِ یُصۡعَقُوۡنَ ﴿۴۵﴾" چھوڑ دیجیئے ان کو کہ وہ دن مل جائے ان کو جب ان کے ہوش اڑا دیئے جائیں گے۔

آیتِ ھٰذا میں ان کا اشارہ مشرکین کی طرف ہے جن کا ذکر اس سے پہلے والی آیات میں تھا اور وہ دن جب ایک تیز آواز یا چنگھاڑ سنا کر / یا صور پھونکنے سے مشرکوں کے ہوش و حواس باختہ کر کے ان پر بے ہوشی جیسی کیفیت طاری کر دی جائے گی قیامت کی طرف اشارہ ہے۔ مراد یہ ہے کہ یہ شرک کرنے والے تا قیامت راہِ راست پر نہیں آئیں گے تو اے رسول آپ ﷺ ان کو قیامت تک کے لیئے ان کے حال پر چھوڑ دیں جب نہ تو ان کی کوئی ترکیب چلے گی اور نہ ان کو کہیں سے مدد مل سکے گی یعنی وہ یقیناً اس دنیا کے بعد بھی سزا ضرور پائیں گے۔

حکم نمبر ۹۵۷

آپ ﷺ اپنے رب کے حکم کا انتظار صبر کے ساتھ کیجیے۔۔ آپ ﷺ ہر وقت ہماری نظر میں آنکھوں کے سامنے ہیں۔۔ اورآپ تسبیح کرتے رہیں اپنے رب کی جب صبح کو اٹھیں اور رات میں بھی اور ستارے ڈوب جانے کے بعد بھی۔

سُوْرَةُ الطُّوْر	آیت نمبر ۴۸۔ ۴۹

مشرکوں کو قیامت تک ان کے حال پر چھوڑ دینے کے سابقہ حکم کے بعد سرکار ﷺ سے ارشاد ہوا کہ آپ اپنے رب کے حکم کا صبر کے ساتھ انتظار فرمائیں اور آپ ہر وقت ہماری نظروں کے سامنے ہیں چنانچہ جب بھی آپ اللہ کی حمد و ثنا فرمائیں گے ہم دیکھ رہے ہوں گے اس لیئے صبح کو جب اٹھ جائیں اور رات کے کچھ حصّے میں بھی اور ستاروں کے ڈوب جانے کے وقت اپنے رب کی تسبیح کرتے رہیئے اور یہی حکم سرکار ﷺ کی اتباع کرنے والے مومنین کے لیئے بھی ہے۔ ارشاد ہے۔ "وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِينَ تَقُومُ ﴿۴۸﴾ وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَإِدْبَارَ النُّجُومِ ﴿۴۹﴾" اپنے رب کے حکم کے لیئے آپ صبر فرمائیں۔ بے شک آپ ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں اور تسبیح کریں اپنے رب کی جب صبح سو کر اٹھیں اور رات میں بھی تسبیح کریں اور ستارے ڈوبنے کے وقت بھی۔

حکم نمبر ۹۵۸

اے رسول ﷺ ! آپ اُس کی طرف سے منہ پھیر لیجئے جو ہمار ے ذکر/ یاد سے منہ پھیر تا ہے۔۔ اوراس کو اس دنیا کی زندگی کے سوا کچھ نہیں چاہیئے۔

سُوْرَةُ النَّجْم	آیت نمبر ۲۹

ارشاد ہے کہ "فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰی ۬ۙ عَنْ ذِكْرِنَا وَ لَمْ یُرِدْ اِلَّا الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا ۝۲۹" منہ پھیر لیجیے اس سے جو منہ پھیرے ذکر / یاد سے اور جو کچھ نہ چاہے سوائے اس دنیاوی زندگی کے۔

آیتِ ھٰذا میں بیان کردہ حکم سے جہاں یہ بات اخذ ہوتی کہ رسول ﷺ کو ان لوگوں سے منہ پھیر لینے کا حکم ہے جو اللہ کی یاد، اس کے ذکر اور عاقبت کی بھلائی سے منہ پھیرے رہیں اور ان کے ذہن و فکر و خیال اس دنیاوی زندگی کی راحتوں سے آگے حیات مابعد اور اس کی راحتوں کے معترف اور طلبگار ہی نہ ہوں۔ اس حکم سے درپردہ یہ بات بھی اخذ کی جاسکتی ہے کہ مشرکین و منکرین کے برخلاف جو اس دنیاوی زندگی کے علاوہ عاقبت و آخرت میں بھی راحت و خیر کے طلبگار ہوں اور اللہ کے ذکر اور اس کی یاد سے منہ پھیرے ہوئے نہ ہوں ان کی طرف سرکار ﷺ کا لطف و کرم جاری و ساری رہے۔

حکم نمبر ۹۵۹

تم اے لوگو اپنی پاکیزگی کے دعوے نہ کیا کرو کہ اللہ تمہاری اصل سے پوری طرح واقف ہے۔

سُوْرَةُ النَّجْم	آیت نمبر ۳۲

آیت ھٰذا کے ابتدائی حصّے میں ذکر ہے ان لوگوں کا جن کو اعمال صالح انجام دینے کے صلے میں نیک بدلہ دیا جائے گا۔ ان کی خصوصیت یہ بیان کی گئی ہے کہ یہ بڑے بڑے گناہوں سے ہمیشہ اجتناب کرتے ہیں اور بے حیائی کے کاموں سے دور رہتے ہیں ان کے لیئے یہ بھی ارشاد ہے کہ سوائے اس کے کہ ان سے چھوٹے چھوٹے گناہ یا قصور ہو جائیں۔۔۔ آگے ارشاد ہوا کہ تمہارا رب بڑا ہی بخشنے والا ہے۔(اے لوگو! اپنے صغیرہ گناہوں کی معافی سے ہر گز مایوس نہ ہو) اے لوگو اللہ تم کو پوری طرح جانتا ہے۔ جب اس نے تم کو(تمہارے باپ آدم کو) مٹی سے پیدا کیا پھر تم کو (آل آدم کو)ماں کے پیٹ میں جنین کی حیثیت سے رکھا۔ بس تم اپنی پاکیزگی نہ جتاؤ یا خود کو زکی ثابت کرنے کی کوشش نہ کرو "فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ"وہ پرہیز گاروں کو خود ہی جانتا ہے۔" هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى ۝۳۲ ع"

مراد یہ ہے کہ انسان کی اصل تو مٹی اور نطفہ ہے، جس سے اللہ نے ہی انسان کو پیدا کیا ہے اب اگر اپنی اس اصل کے ساتھ بھی خود کو پاکیزہ جتانے کی کوشش کرے تو یہ عجب ہے ویسے یہ کہ جو لوگ تقویٰ کرنے والے یعنیٰ اللہ کے لیئے گناہوں سے پرہیز کرتے ہیں اللہ کے علم سے باہر نہیں ہیں۔ اللہ ان کو خوب پہچانتا ہے اور ان کو اپنی پاکیزگی جتانے کی ضرورت نہیں ہے۔

حکم نمبر ۹۶۰

اللہ کو سجدہ کرو اور اس کی ہی عبادت کرو (یہ آیت سجدہ ہے اور اس کے پڑھنے یا سننے پر سجدہ واجب ہے)۔

سُوْرَةُ النَّجْم	آیت نمبر ۶۲

ارشاد ہے کہ "فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَ اعْبُدُوْا عليه السّلام ۶۲" سجدہ کرو اللہ کے آگے اور (اسی کی) بندگی / عبادت کرو۔

آیت ھٰذا سے قبل آیات میں انسان کو قربِ قیامت کی خبر دے کر منکرین سے کہا گیا ہے کہ جس خبر کو سن کر اے منکرو! تم مضحکہ کرتے ہو اس خبر پر تم کو رونا چاہیئے اپنی غفلت اور بے حسی پر۔ پھر حکم (سجدہ و عبادت) / عبدیت کھل کر دیا گیا ہے کہ ایسی آیات سن کر سجدہ لازم ہو جاتا ہے جس کو آیات سجدہ کہتے ہیں قرآن حکیم میں ایسی آیات کی تعداد (۱۴) چودہ ہے۔

آیت ھٰذا سورۂ نجم کی آخری آیت ہے۔

حکم نمبر ۹۶۱

آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم ان کی طرف سے منہ پھیر لیجیئے اے رسول صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم! جس دن ان کو بلائے گا بلانے والا دشوار، نامرغوب، انجان

چیز (حساب و قیامت) کی طرف۔۔تووہ سہمی ہوئی نگاہوں کے ساتھ اپنی قبروں سے بکھرے ہوئے ٹڈی دل کی طرح نکل پڑیں گے۔

سُوْرَةُ الْقَمَر آیت نمبر ۶۔۷

آیت ھٰذا میں عذابِ قیامت سے ڈرانے والی کتاب یعنی قرآنِ حکیم سے منہ پھیر لینے اور اپنی خواہشات کی پیروی کرنے والوں کے متعلق ارشاد ہوا کہ اے رسول ﷺ یہ لوگ ہدایت قبول کرنے والے نہیں ہیں اس لیئے آپ ان کے ٹھیک ہونے کا خیال ترک کرکے ان کی طرف سے منہ پھیر لیں۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ اس وقت اور اس دن تک یقین نہیں کریں گے جس روز قیامت برپا ہوگی اور بلانے والا ان کو حساب کتاب کے لیئے طلب کرے گا اس دن یہ لوگ خوف زدہ ہوکر سہمی ہوئی نظروں کے ساتھ ایک منتشر سی حالت میں ٹڈی دل کی طرح اپنی اپنی قبروں سے نکل پڑیں گے۔ یہاں یہ بات ملحوظ رکھنی چاہیئے کہ مردے خواہ زمین میں دفن کیئے گئے ہوں یا پانی میں غرق ہوئے ہوں یا جلا کر ان کی خاک اڑادی گئی ہو یا کوئی جانور ان کو نگل گیا ہو یہ تمام حالتیں جو مرنے اور دوبارہ زندہ ہونے سے پہلے کی ہیں سب قبر کی تعریف میں آتی ہیں کہ قبر کے مرادی معنٰی پوشیدہ اور چھپے ہوئے یعنی نظر نہ آنے کی حالت کے بھی ہیں چنانچہ جب مرے ہوئے لوگوں کو روز قیامت بلایا جائے گا تو وہ اپنی پوشیدگی کی حالت سے ظاہر ہوجائیں گے اسی تصور کو "یَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ" کی اصطلاح میں بیان فرمایا ہے۔ ارشاد ہے کہ "فَتَوَلَّ عَنْهُمْ ۘ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ اِلٰى شَيْءٍ نُّكُرٍ ۙ﴿۶﴾" آپ منہ پھیر لیں ان کی طرف سے کہ جس دن بلائے گا ان کو بلانے والا ناپسندیدہ چیز (حساب کتاب) کی طرف (یا اجنبی صورت حال کی طرف مراد حساب و عذاب قیامت کی طرف ہے جس سے منکرین نا آشنا / یا منکر ہیں) تو "خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ

كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ ۙ﴿۷﴾ مُّهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ ؕ ''سہمی ہوئی نظروں کے ساتھ وہ اپنی قبروں سے منتشر ٹڈیوں کی طرح (یعنی لاتعداد) نکل پڑیں گے اور بلانے والے کی طرف دوڑتے ہوئے جائیں گے۔

حکم نمبر ۹۶۲

آپ ضبط کیجیے اور راستہ دیکھتے رہیں کہ ہم ان کی پرکھ / آزمائش کے لیئے (پتھر سے نکال کر) اونٹنی بھیجنے والے ہیں۔ حضرت صالح کو قوم ثمود سے متعلق صبر کی تلقین اور تنبیہ کرنے کا حکم

سُوْرَةُ الْقَمَر	آیت نمبر ۲۷۔۲۸

ارشاد ہے کہ ''اِنَّا مُرْسِلُوا النَّاقَةِ فِتْنَةً لَّهُمْ فَارْتَقِبْهُمْ وَاصْطَبِرْ ﴿۲۷﴾ وَنَبِّئْهُمْ اَنَّ الْمَآءَ قِسْمَةٌۢ بَيْنَهُمْ ۚ كُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ ﴿۲۸﴾ ''ہم ان کو آزمانے کے لیئے اونٹنی بھیجنے والے ہیں۔ آپ (اے رسول حضرت صالح علیہ السّلام) صبر وضبط سے دیکھتے رہیئے اور ان کو نصیحت کردیجئے آگاہ فرمایئے / بتادیجئے کہ ہم ان کے درمیان پانی کی تقسیم کررہے ہیں اور وہ سب اپنے اپنے حاضر ہونے کے دن پانی پیا کریں گے۔

آیت ھٰذا کا شانِ نزول یہ ہے کہ قوم ثمود نے حضرت صالح علیہ السّلام سے تصدیق نبوت کے طور پر ایک معجزہ طلب کیا تھا اور فرمائش کی تھی کہ ''پتھر کی چٹان کے اندر سے ایک دس ماہ کی گابھن سرخ رنگ کی اونٹنی برآمد کردو'' اس مطالبے کے پس منظر میں یہ آیت نازل ہوئی۔۔۔

اور یہ ہوا کہ جب وہ اونٹنی پانی پینے کے لیئے کنویں پر جاتی تو دوسرے جانور اس سے ڈر کر بھاگ جاتے اور پیاسے رہتے اس پر اللہ نے ان کے لیئے پانی پینے کی باری مقرر کر دی تھی مگر اس قوم نے نافرمانی کر کے اونٹنی کو قتل کروادیا اور ان پر عذاب نازل ہوا۔

حکم نمبر ۹۶۳

اب مزا چکھو میرے عذاب کا جس سے تم کو ڈرایا جاتا تھا۔

حضرت لوط علیہ السّلام کی قوم سے نزول عذاب کے وقت مخاطبت۔

سُوْرَةُ الْقَمَر	آیت نمبر ۳۷ اور ۳۹

ارشاد ہے کہ "فَذُوْقُوْا عَذَابِىْ وَ نُذُرِ ﴿۳۷﴾ فَذُوْقُوْا عَذَابِىْ وَ نُذُرِ ﴿۳۹﴾" ذائقہ چکھو میرے عذاب اور ڈرانے کا۔ یہی مضمون دونوں آیات کے آخر میں ارشاد ہوا ہے۔

آیات ھٰذا کا شانِ نزول یہ ہے کہ جب حضرت لوط علیہ السّلام نے اپنی قوم کو اللہ کی پکڑ سے ڈرایا اور قوم نے اس میں شک کیا اور جو فرشتے خوبصورت لڑکوں کی شکل میں اللہ نے حضرت لوط علیہ السّلام کے پاس عذاب نازل کرنے کے لیئے بھیجے تھے ان کی حفاظت سے جب قوم نے حضرت لوط کو باز رکھنا چاہا تو ان لوگوں کو اندھا کر دیا گیا اور یہی ارشاد ہوا کہ چکھو ذائقہ میرے عذاب کا اور میرے ڈرانے یا تنبیہ (نہ ماننے کا) کا۔

حکم نمبر ۹۶۴

اب جہنم کی آگ کا مزہ چکھو۔ یوم حشر آل فرعون کو حکم دیا جائے گا۔

سُوْرَةُ الْقَمَر
آیت نمبر ۴۸

ارشاد ہے کہ "يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ ؕ "اس دن یہ لوگ منہ کے بل گھسیٹ کر آگ میں جھونکے جائیں گے اور ارشاد ہو گا "ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ ﴿۴۸﴾ "ذائقہ چکھو اب آگ کے لپٹنے کا۔ یہ ارشاد ویسے تو تمام ہی دوزخیوں پر منطبق ہوتا ہے مگر آیات بالا کے مضامین کی رو سے خصوصی اشارہ فرعون اور اس کے ساتھیوں کے لیئے ہے جنہوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلایا اور اپنی جماعت کو مضبوط سمجھتے ہوئے گمرہی کی دیوانگی میں مقید رہے اور حضرت موسیٰ علیہ السّلام اور حضرت ہارون علیہ السّلام کے ذریعے پہنچائی ہوئی ہدایت سے منہ پھیر کر ان کے درپۓ آزار ہوئے اور مآل کار غرق دریا ہوئے۔

"پانی میں لعیں غرق ہوئے نار میں پہنچے"

حکم نمبر ۹۶۵

انصاف کے ساتھ وزن قائم رکھو اور میزان میں کمی نہ کرو۔

سُوْرَةُ الرَّحْمٰن
آیت نمبر ۹

تاریخ و روایات کے مطابق لفظ رحمٰن عربی زبان میں پہلی بار قرآن حکیم میں "بیان یا استعمال" ہوا ہے۔ لغات القرآن کے مطابق یہ لفظ قرآنِ حکیم میں ترپن (۵۳) جگہ آیا ہے اور اس کے "۴۳" حوالے رکوع اور پارے کی نشاندہی کے ساتھ درج کئے گئے ہیں۔ قاموس القرآن میں لفظ رحیم کے موازنے کے بعد مباحث کو مختصر کر کے تحریر کیا گیا ہے کہ رحمان ہونا اللہ کی وہ صفت ہے جو تمام انسانوں پر بغیر تفریق ملت و مذہب اس کی عطا اور مہربانیوں کی آئینہ دار ہے اور دنیاوی

زندگی کے حوالے سے ہے جبکہ اس کے رحیم ہونے کی صفت مومنین اور آخرت کے انعامات و رحم و کرم کی آئینہ دار ہے۔

یہی وجہ ہے کہ بسم اللہ شریف میں اسم ذات اللہ کے ساتھ دنیا و آخرت دونوں حوالوں کے لیئے "الرحمٰن و الرحیم" کی صفات بیان کی گئی ہیں۔

قریش اس لفظ سے نا آشنا تھے اور انہوں نے پوچھا تھا کہ رحمٰن کیا ہے جس کا جواب ایک طور پر سورۂ ھٰذا میں یوں دیا گیا ہے کہ رحمٰن وہ ہے جس نے انسان کو تخلیق کیا، علم قرآن عطا کر کے انسانوں کو آواز سے بولنا اور بیان کرنا سکھا، یا سورج اور چاند اور ستارے اور درخت پیدا کئے اور آسمان کو بلند کر کے توازن قائم کیا۔ اس کے بعد حکم ہوا کہ "وَ اَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَ لَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ۝ ۹" تم وزن قائم رکھو اور کم مت تولو۔

آیت ھٰذا میں "قیام وزن انصاف" کے ساتھ اور میزان میں خسارہ نہ کرنا نہایت ہی بلیغ حکم ہے۔

عمومی سطح پر یہ ناپ تول میں کمی نہ کرنے اور لین دین میں ٹھیک تولنے اور ڈنڈی نہ مارنے کا حکم ہے، لیکن آیات نمر (۷) اور نمبر (۸) کے حوالے سے یہ اندازہ بھی ہوتا ہے کہ آیت ھٰذا پوری زندگی کی "انفرادی نفسیاتی" اور "اجتماعی سماجیاتی" زندگی میں متوازن رہنے کا درس ہے۔ جس طرح اجرام فلکی ایک دوسرے کے ساتھ آسمان کی بلندیوں پر متوازن کئے گئے ہیں اسی طرح کرۂ ارض پر انسانوں کو باہم انصاف و توازن کے ساتھ روابط قائم کر کے میزان کے خسارے سے بچنا چاہیئے " اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيْزَانِ ۝ ۸ " تاکہ تم عدل و توازن میں خلل نہ ڈالو کے معنٰی لغات القرآن کے مطابق حد سے نہ بڑھنے اور سرکشی نہ کرنے کے ہیں۔ مختصر یہ کہ صرف لین دین کی ہی ناپ تول میں نہیں، باہم روابط میں بھی۔ اچھے برے، خیر و شر حسن و قباح اور صحیح و غلط میں تمیز و تفریق یا توازن کے قیام کا حکم ہے۔

حکم نمبر ۹۶۶

اپنے رب کی بے شمار نعمتوں کو نہ جھٹلانے کا درپردہ ترغیبی حکم

سُوْرَةُ الرَّحْمٰنِ آیت نمبر ۱۳

ارشاد ہے کہ ''فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ⑬ ''تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو (کتنی نعمتوں کو) جھٹلاؤ گے۔

آیتِ ھٰذا میں نہ کوئی کھلا حکم دیا گیا ہے اور نہ ہی کسی حکم کے لیئے کوئی واضح اشارہ ملتا ہے مگر یہ آیت پاک سورۃ ھٰذا میں (۳۱) اکتیس مرتبہ دوہرائی گئی ہے۔استفہامیہ بیان کی اتنی زبردست تکرار سے یہ اخذ کیا جانا لازم آتا ہے کہ اللہ ثقلین یعنی زمین پر بسنے والے انسانوں اور جناتوں دونوں کو یہ حکم دے رہا ہے کہ اپنے رب کی بے شمار نعمتوں کو ہر گز نہ جھٹلانا بلکہ ان کو تسلیم کر کے شکر ادا کرتے رہنا''تُكَذِّبٰنِ'' کا معنیٰ دو کا جھٹلانا ہے۔ یہاں دو (۲) سے مخاطبت انسانوں اور جناتوں دونوں سے ہے۔

حکم نمبر ۹۶۷

اے گروہ جِن وانس اگر تم میں طاقت ہے تو زمین اور آسمانوں کی سرحد سے باہر نکل کے دکھاؤ!تم باہر نہ جاسکو گے کہ تم میں وہ طاقت ہی نہیں ہے۔

آیتِ ھٰذا کے مفہوم کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے یہ بات ذہن نشین کرنی چاہیئے کہ سورۂ ھٰذا میں اللہ تعالیٰ نے اہلِ زمین یعنی جن وانس کے گروہ سے ۳۱ مرتبہ خطاب فرما کر یہ بات کہی ہے کہ اے جن وانس کے گروہ یعنی کرۂ ارض پر آباد وہ مخلوق جس کو روزِ حشر حضورِ حق جمع ہو کر دنیا میں کئے ہوئے اپنے عمل کا بدلا ملنا اور حساب کتاب ہونا ہے یہ بات ملحوظ رکھیں کہ اللہ کی نعمتوں کے لیئے ان کو شکر گزار ہو کر اس کی بندگی بغیر شرکت غیر کرنی چاہیئے اور اس کی عظمت وشان کو سمجھنے کے لیئے اس کی عطا کردہ نعمتوں کو جھٹلانا نہیں چاہیئے۔ ساتھ ہی یہ بات بھی ملحوظ رکھنی لازم ہے کہ انسان اور جنّات میں سے جو خود کو صاحبِ ارادہ و طاقتور سمجھتے ہیں اپنی بے بسی اور حدود کو ملحوظ رکھیں اللہ نے ان کو جس کا پابند کیا ہے مثال کے طور پر یہ بات کہی گئی ہے جسے ایک آزمائش حکم کہا جاسکتا ہے کہ تم دونوں اگر خود کو طاقتور سمجھتے ہو تو ذرا کوشش کرو آسمان اور زمین کی حدوں سے آگے نکلنے کی اس حکم کے ساتھ ہی آگاہ کر دیا گیا ہے کہ تم اللہ کی قدرت و طاقت کے بغیر ہرگز ایسا نہیں کر سکو گے۔ ارشاد ہے کہ "یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا ؕ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ۚ﴿۳۳﴾" اے گروہ جن وانس اگر تم طاقت رکھتے ہو کہ نکل جاؤ آسمانوں اور زمین کی حدوں سے تو نکل کر دیکھو تم ہرگز ایسا نہ کر سکو گے (اللہ کی طرف سے عطا کردہ طاقت۔ "سلطان"۔) طاقت کے بغیر۔

حکم نمبر ۹۶۸

فرما دیجیئے، اے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کہ اگلے اور پچھلے سارے ہی لوگ ایک مقرّرہ دن اور وقت پر اللہ کے حضور جمع کئے جانے والے ہیں۔

سُوۡرَةُ الۡوَاقِعَة — آیت نمبر ۴۹ ۔ ۵۰

ارشاد ہے کہ "قُلۡ اِنَّ الۡاَوَّلِيۡنَ وَ الۡاٰخِرِيۡنَ ﴿۴۹﴾ لَمَجۡمُوۡعُوۡنَ ۬ۙ اِلٰى مِيۡقَاتِ يَوۡمٍ مَّعۡلُوۡمٍ ﴿۵۰﴾" کہہ دیجیے اے رسول ﷺ ! کہ بے شک اگلے اور پچھلے تمام ہی لوگ جمع کئے جائیں گے (روز حشر اللہ کے سامنے) ایک مقررہ دن اور وقت پر۔

یہ آیات منکرین کے اس سوال کے جواب میں نازل ہوئی ہیں کہ وہ بے یقینی اور تمسخر کے ساتھ پوچھتے تھے کہ جب مرنے کے بعد ہم ہڈیاں اور مٹی ہو جائیں گے تو کیا ہم پھر زندہ کئے جائیں گے اور کیا ہمارے باپ دادا بھی؟ اس سوال کے جواب میں ارشاد ہوا کہ بے شک تمام اول و آخر!

حکم نمبر ۹۶۹

اے لوگو! اپنے رب عظیم کے نام کی تسبیح (پاکی بیان) کیا کرو۔

سُوۡرَةُ الۡوَاقِعَة — آیت نمبر ۷۴

آیت ھٰذا سے قبل والی آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ اور تخلیق کی بعض نشانیاں یا مظاہر بیان کرنے اور اپنے احسانات کی یاد دہانی کرانے کے بعد لوگوں کو اپنے (ربّ عظیم کے) نام کی پاکی بیان کرنے یعنی تسبیح کرتے رہنے کا حکم دیا ہے۔ ارشاد ہے کہ "فَسَبِّحۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ الۡعَظِيۡمِ ﴿۷۴﴾" "پس آپ تسبیح کیا کریں اپنے ربّ عظیم کے نام کی۔

آیتِ ھٰذا میں مخاطبت تو واحد حاضر سے ہے یعنی ارشاد رسول کریم ﷺ سے فرمایا جارہا ہے مگر حکم کا اطلاق تمام ہی اہل ایمان پر ہوتا ہے اور تسبیح کرنے کے معنیٰ قلب و زبان کی ہم آہنگی

سے اللہ کو تمام عیوب نقائص اور سلبی صفات سے منزّہ قرار دینے کے ہیں یعنی ان تمام باتوں سے پاک برتر اور ارفع واعلیٰ سمجھنے کے ہیں جو منکرین ومشرکین اس کی ذات اقدس سے متعلق گھڑتے ہیں۔ ایسی صفات سے منزّہ ذات کے لیئے لفظ سبحان استعمال ہوتا ہے اور حدیث شریف کے مطابق ایک بار ''سبحان اللہ'' کہنے سے دس نیکیاں ملتی ہیں۔

آیتِ ھٰذا کا تکرار سورۂ ھٰذا کی آخری آیت ۹۶ کے طور بھی کیا گیا ہے اور اس سے پہلے والی آیات میں جھٹلانے والے گمراہ کے دوزخ میں داخل کئے جانے اور کھولتے ہوئے پانی سے اس کی تواضع کا ذکر ہے۔

حکم نمبر ۹۷۰

اے لوگو! ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول ﷺ پر۔۔ اور اس مال میں سے (راہ خدا میں) خرچ کرو جس پر اس نے تم کو خلیفہ بنایا ہے۔

سُوْرَۃُ الْحَدِیْد	آیت نمبر ۷

ارشاد ہے کہ ''اٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ وَ اَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَکُمْ مُّسْتَخْلَفِیْنَ فِیْہِ ؕ'' ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول ﷺ پر اور (راہِ خدا میں) خرچ کرو وہ مال جس میں اس نے تم کو خلیفہ بنایا ہے ''فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَ اَنْفَقُوْا لَھُمْ اَجْرٌ کَبِیْرٌ ۝'' اور تم سے جو ایمان لائیں اور (اللہ کے واسطے) خرچ کریں ان کے لیئے بڑا بدلہ یعنی اجر عظیم ہے۔

آیتِ ھٰذا میں "تم کو خلیفہ بنایا" سے مراد اکثر شارحین نے یہ لی ہے کہ مال سب اللہ کا ہے اور اس نے انسان کو اپنا خلیفہ بنا کر اس پر عارضی تصرف دیا ہے۔ اور چند مفسرین نے یوں بھی تعبیر کیا ہے کہ اس مال میں سے خرچ کرو جو تم کو اپنے باپ دادا سے بطورِ اخلاف ملا ہے۔ زیادہ مناسب تعبیر و تفسیر یہ ہی معلوم ہوتی ہے کہ خلافت کی نسبت اللہ تعالیٰ کی ذات سے ہے جس نے حضرت آدم علیہ السّلام کے لیئے اعلانِ خلافت فرمایا تھا۔

ہر دو مفاہیم میں مقصد بیان یا حکم اللہ واسطے مال خرچ کرنے کا ہے اور جن مدّات کو اللہ کی راہ میں خرچ کہا گیا ہے ان میں خرچ کرنے والے سے بڑے اجر و ثواب کا وعدہ ہے۔۔ حدیث شریف کے مطابق یہ اجر سات سو گنا یا اس سے بھی زیادہ ہو سکتا ہے کہ دنیا کی کسی دوسری مد میں خرچ کرنے سے اتنا بڑا بدلہ نہیں مل سکتا۔

حکم نمبر ۱۷۹

اللہ کو قرضِ حسنہ دے کر دوگنا ثواب اور عزت کا صلہ حاصل کرنے کی ترغیب۔

سُوۡرَۃُ الۡحَدِیۡد	آیت نمبر ۱۱

ارشاد ہے کہ "مَنۡ ذَا الَّذِیۡ یُقۡرِضُ اللّٰہَ قَرۡضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَہٗ لَہٗ وَ لَہٗۤ اَجۡرٌ کَرِیۡمٌ ﴿۱۱﴾" "کون ہے جو اللہ کو قرض دے بطور قرض حسنہ کہ اللہ اس کو اس کے لیئے دوگنا کر دے اور اس کا نیک بدلہ عطا فرمائے۔

قرضِ حسنہ کے معنیٰ کسی کی ضرورت پوری کرنے کے لیئے ایسا قرض دینا ہے جس کے صلے میں کوئی لالچ یا غرض شامل نہ ہو اور اللہ کو قرض حسنہ دینے کے معنیٰ اللہ کی راہ میں بے لوثی کے ساتھ خرچ کرنے کے ہیں جس کے لیئے ارشاد ہوا ہے کہ جو شخص ایسا کرے گا اس کے لیئے خرچ کیئے ہوئے مال کو دوگنا کر دیا جائے گا اور اس کے لیئے اس کا نیک بدلا اجرِ کریم بھی ہے۔

حکم نمبر ۹۷۲

جان لو، لوگو!" سمجھو" یا غور کرو کہ اللہ زمین کو اس کے مردہ ہو جانے کے بعد زندہ کر دیتا ہے۔۔بے شک ہم نے اپنی آیات / نشانیاں تمہارے لیئے واضح طور پر بیان کر دی ہیں کہ تم عقل سے کام لو۔

سُوْرَةُ الْحَدِيْد آیت نمبر ۱۷

ارشاد ہے کہ " اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝۱۷ "جان لو، سمجھ لو بے شک اللہ زمین کو اس کے مرجانے کے بعد زندہ کر دیتا ہے۔بے شک ہم نے بیان / واضح کر دیں تمہارے لیئے اپنی نشانیاں کہ تم عقل سے کام لو۔

اللہ تعالیٰ نے مردہ زمین (خشک ہو جانے کے بعد) کو دوبارہ زندہ کرنے (سرسبز و شاداب اور ہرا بھرا کرنے) کی مثال دے کر اپنی اس قدرت کاملہ کا اظہار فرمایا ہے کہ مرے ہوئے کو دوبارہ زند کر دینا اس کے لیئے آسان بات ہے؛ ساتھ ہی یہ بھی ترغیب دی ہے کہ تم عقل سے کام لو۔

حکم نمبر ۳۷۹

اللہ تعالیٰ نے دنیاوی زندگی کو کھیل، تماشہ اور وقتی سجاوٹ قرار دے کر اموال واولاد کی کثرت پر فخر کرنے اور طلب کرنے کو موسمی بہار سے تشبیہ دی ہے (جس کے بعد خزاں لازم ہے) اور فرمایاہے کہ آخرت میں عذاب بھی شدید ہے۔۔اوراللہ کی مغفرت اور خوشنودی بھی!

سُوْرَۃُ الْحَدِیْد آیت نمبر ۲۰

آیت ھٰذامیں دنیاوی زندگی کو اللہ تعالیٰ نے ایک عارضی اور وقتی کھیل تماشے کی طرح قرار دے کر واضح فرمایاہے کہ لوگ اس کو ہی سب کچھ سمجھ کر اموال واولاد کی کثرت چاہتے ہیں اور ان کے میسَر آجانے پر فخر کرتے ہیں۔ یہ ایک دھوکے کے سوا کچھ بھی نہیں ہے کہ یہ مال و دولت دنیااور رشتہ وپیوند ایک وقتی اور عارضی موسم بہار کی سجاوٹ کی طرح ہے کہ جب کھیتی سر سبز وشاداب ہوتی ہے تو بہت ہی بھلی لگتی ہے مگر جب وقت اور موسم بدلتاہے تو ساری سبزی شادابی ختم ہو جاتی ہے۔ یہی حال دنیا کا ہے کہ یہ سب کچھ مزے "تارِ نفس" کے ساتھ ہیں جو دم نکلتے ہی ختم ہو جائیں گے اور قائم رہنے والی زندگی آخرت کی ہے جہاں منکرین و مشرکین کے لیئے سخت عذاب ہے اور مومنین کے لیئے اللہ کی مغفرت اور رضا و خوشنودی ہے جو ہمیشہ ہمیشہ کے لیئے ہے۔یہ سب کچھ بیان کرنے کے ساتھ حکم ہواہے کہ اے لوگو تم غور کرو اور عقل سے کام لو یعنی عارضی راحت دنیا کو دائمی راحت آخرت پر ترجیح دیکر خسارے کا سودانہ کرو۔ یہ حیات دنیا تو محض متاع غرور ہے۔ارشاد ہے کہ "اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّ لَهْوٌ وَّ زِیْنَةٌ وَّ تَفَاخُرٌۢ

بَيۡنَكُمۡ وَ تَكَاثُرٌ فِى الۡاَمۡوَالِ وَ الۡاَوۡلَادِ ؕ" جان لو/ یاد رکھو کہ دنیا کی زندگی اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ کھیل، تماشہ / وقتی سجاوٹ باہم تفاخر، مال اور اولاد کی کثرت (کی طلب) "كَمَثَلِ غَيۡثٍ اَعۡجَبَ الۡكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيۡجُ فَتَرٰىهُ مُصۡفَرًّا ثُمَّ يَكُوۡنُ حُطَامًا ؕ" دنیاوی زندگی کی مثال ایسی ہے کہ جیسے بارش سے اگنے والی سبزی دیکھ کر کاشتکار خوش ہوجاتا ہے پھر تم دیکھتے ہو کہ وہ بھس بن کر زرد ہوجاتی ہے۔ "وَ فِى الۡاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيۡدٌ ۙ وَّ مَغۡفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضۡوَانٌ ؕ" اور آخرت کا عذاب بھی شدید ہے اور اللہ کی مغفرت اور رضا بھی (مستقل) "وَ مَا الۡحَيٰوةُ الدُّنۡيَاۤ اِلَّا مَتَاعُ الۡغُرُوۡرِ ۝٢٠" اور نہیں ہے یہ حیات دنیاوی مگر ایک دھوکہ کی ٹٹی (متاع ومال دھوکہ ہے)۔

حکم نمبر ۹۷۴

اے لوگو! سبقت کرو (ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی) اپنے رب سے مغفرت کے لیئے اور اس کی جنت کے لیئے جس کی وسعت آسمانوں اور زمین کی طرح ہے اور جو تیار کی گئی ہے ایمان والوں کے لیئے۔۔ یہ اللہ کا فضل ہے جس کو وہ چاہے عطا کردے کہ وہ بڑا ہی فضل کرنے والا ہے۔

سُوۡرَةُ الۡحَدِيۡد
آیت نمبر ۲۱

ارشاد ہے کہ "سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ" دوڑو لپکو سبقت کرو اپنے رب سے مغفرت کے لیئے اور جنت کے لیئے جس کی وسعت زمین اور آسمانوں کی طرح (بہت بڑی) ہے۔ "اُعِدَّتْ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ" جو تیار کی گئی ہے ان کے لیئے جو ایمان لائیں اللہ اور اس کے رسولوں ﷺ پر۔ "ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ" یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عطا کردے "وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ﴿۲۱﴾" اور اللہ بڑا فضل کرنے والا ہے۔

آیت ھٰذا میں اکثر مترجمین نے "سابقو" کے معنٰی دوڑ اور لپکنے کہ لکھے ہیں جو ہرگز غلط نہیں ہیں مگر عربی محاورے میں اکیلے آدمی کے دوڑنے کو سبقت نہیں کہتے حقیقی معنٰی ایک دوسرے سے آگے نکل جانے یا اپنے ہدف پر پہلے پہنچنے کی کوشش کرنے کے ہیں۔ چنانچہ یہ ایک اجتماعی حکم ہے کہ اللہ کی مغفرت اور جنت حاصل کرنے کے لیئے ایک دوسرے سے آگے نکلنے اور بازی لے جانے کی کوشش کرتے رہو۔ یعنی حکم "سابقوا" پورے مسلم معاشرے کے ہر فرد کے لیئے نیکی کرنے میں ایک دوسرے سے آگے رہنے کی مسلسل کوشش کرتے رہنے کے لیئے ہے۔۔ اور اس حکم کے ساتھ ہی جنت کی وسعت کا حوالہ اس لیئے ہے کہ اگر سارے ہی لوگ ایسا کرتے رہیں تو سب کے سب جنت میں سما سکیں گے کہ اس کی وسعت زمین اور آسمانوں کی وسعت کی طرح ہے اور وہ بنائی ہی گئی ہے یا تیار ہے اہل ایمان کے لیئے مگر یہ کہ اس کا حاصل کرنا کسی کا حق نہیں بلکہ یہ اللہ کی مرضی اور اس کے فضل و کرم پر ہے کہ جس کو وہ چاہے عطا کردے۔ مگر اس بات سے یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ جنت چند ہی لوگوں کو ملے گی اسی لیئے کہا گیا ہے کہ اللہ بڑے فضل والا ہے یعنی یہ کہ بالآخر تمام ہی کلمہ گو جنت میں داخل کیئے جائیں گے مگر دنیا میں اس کے حاصل کرنے کی کوشش میں ایک کو دوسرے پر بازی لے جانے میں کوشاں رہنا چاہیئے۔

حکم نمبر ۹۷۵

نہ غم کرو اس کا جو تم سے چلا جائے اور نہ اتراؤ اس پر جو تمہارے پاس ہو۔ اللہ کسی اترانے والے شیخی خورے کو پسند نہیں فرماتا۔

سُوْرَةُ الْحَدِيْد	آیت نمبر ۲۳

ارشاد ہے کہ "لِّكَيْلَا تَأْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ ۭ" تاکہ تم غم نہ کرو اس کا جو تم سے چلا گیا اور نہ ہی اتراؤ اس پر جو تم کو عطا کیا گیا" وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرِۨ ۝ "اور اللہ کسی ایسے کو پسند نہیں کرتا جو خود کو بڑا سمجھنے اور فخر کرنے والا ہو۔ اور آگے ارشاد ہے کہ ان لوگوں کو بھی پسند نہیں کرتا جو بخل کریں اور دوسروں کو بھی کنجوسی سکھائیں۔ آیت ھٰذا سے پہلے ارشاد ہوا ہے کہ دنیا میں اور خود تم پر ایسی کوئی مصیبت نہیں آتی جو پہلے سے لکھی ہوئی نہ ہو۔ اسی مفہوم کے تسلسل میں آیت ھٰذا "لِّكَيْلَا" کے "مُشَدَّد لام" (لّ) سے شروع کی گئی ہے اور سابقہ آیت کے آخری لفظ "يَسِيْرٌ" کی "ر" کا وصل لام مشدّد سے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آیتِ ھٰذا پچھلی آیت کے حوالے کے بغیر سمجھی نہیں جاسکتی اور نہ ہی اگلی آیت کے بغیر مفہوم مکمل ہوتا ہے۔

بطورِ مجموعی یہ ایک درس ہے یا ترغیبی حکم ہے "جو نقصان ہوا اس پر غمزدہ نہ ہونے کا اور جو فائدہ ہوا اس پر فخر نہ کرنے یا اترانے کا۔ ساتھ ہی بخل کرنے اور اس کی دوسروں کو ترغیب دینے سے بھی منع کیا گیا ہے کہ یہ سماجی رویّہ ہی حقیقت پسندانہ اور صحت مند نفسیاتی کردار کی معاشرتی مطابقت کے لیئے لازم ہے۔

حکم نمبر ۹۷۶

اے ایمان لانے والو! اللہ کے لیئے تقویٰ کرواوراس کے رسول ﷺ پر بھی ایمان لاؤ تاکہ وہ تم کو اپنی رحمت سے دوگنا اجر عطا کرے اور تم کو ایسی روشنی دے کہ تم اس میں راہِ ہدایت پر چلتے رہو اور تمہاری مغفرت کی جائے۔ اللہ بڑا بخشنے اور رحم فرمانے والا ہے۔

سُوْرَةُ الْحَدِيْد	آیت نمبر ۲۸

ارشاد ہے کہ " يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَيَغْفِرْ لَكُمْ "اے ایمان لانے والو اللہ کے لیئے تقویٰ کرو اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لاؤ تاکہ تم کو اس کی رحمت سے دوگنا اجر دیا جائے اور تمہاری مغفرت کی جائے۔" وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۲۸ "اور اللہ تو ہے ہی معاف کرنے اور رحم فرمانے والا۔۔۔۔ آگے ارشاد ہے کہ یہ باتیں اس لیئے بتائی گئی ہیں کہ اہل کتاب سمجھ لیں کہ ان کو اللہ کے فضل وعطا پر ذرا بھی اختیار نہیں ہے اور سارے کا سارا فضل اللہ کے ہی ہاتھ میں ہے کہ وہ جس کو جو چاہے عطا کرے کہ وہ صاحب فضلِ عظیم ہے۔

آیت ھٰذا سے پہلے مصیبت پر غم زدہ نہ ہونے اور فائدے پر نہ اترانے نیز بخل نہ کرنے اور نہ کروانے کے حکم کے بعد آیت ھٰذا میں اہل ایمان کو اللہ کے احکام کے مطابق برائیوں سے اپنے نفس کا تحفظ یعنی تقویٰ کرنے اور عذاب آخرت سے ڈرتے رہنے۔۔ رسول ﷺ پاک پر ایمان لانے کا حکم ہے کہ یہ دونوں باتیں ماننے والوں کو دوگنا اجر دیا جائے اور ایسی روشنی عطا کی جائے جس کے سہارے وہ ہدایت کی راہ پر چلتے رہیں اور مآل کار اللہ کی بخشش ومغفرت سے

نوازے جائیں کہ اللہ بڑا ہی بخشنے اور رحم فرمانے والا ہے۔ ان مضامین کو بیان کرنے کے بعد ارشاد کیا کہ اہل ایمان کو یہ باتیں کھول کھول کر اس لیئے بتائی گئی ہیں کہ اہل کتاب جو اللہ پر تو ایمان رکھتے ہیں محمد ﷺ پر بھی ایمان لے آئیں اور سمجھ لیں کہ اللہ کے فضل و کرم میں ان کو کوئی اختیار مداخلت نہیں ہے۔ یعنی یہ کہ ان پر اتاری گئی کتاب اور ان کے رسولوں کے بعد اللہ نے جو سرکار ﷺ کو نبی آخر الزّماں بنایا اور قرآن حکیم کو آخری کتاب ہدایت بنا کر نازل کیا۔۔ اس کے خلاف اہل کتاب کو کسی مداخلت کا اختیار نہیں۔۔ البتہ یہ کہ وہ اگر رسول پاک ﷺ پر ایمان لے آئیں تو یہ ان پر اللہ کا فضل و کرم ہو گا اور وہ بڑا ہی بخشش کرنے اور رحم فرمانے والا ہے۔ یہ سورۃ الحدید کی دو آخری آیات ہیں اور اس کے بعد اٹھائیسواں پارہ ''قد سمع اللہ ''سورۃ المجادلہ سے شروع ہوتا ہے۔

حکم نمبر ۹۷۷

بیوی کو ماں (کی طرح) کہہ دینے کا کفّارہ ادا کرنے کے احکام اور اس سے قبل باہم جنسی تعلق پر پابندی۔

سُوْرَةُ الْمُجَادَلَة آیت نمبر ۲ تا ۴

اسلام سے پہلے بیوی کو طلاق دینے کی ایک شکل ''ظہار'' تھی ظہر عربی میں پیٹھ کو کہتے ہیں۔ چنانچہ دورِ قدیم کے لوگ جب اپنی منکوحہ کو طلاق دیتے تو کہہ دیتے تھے کہ تو''میری ماں کی پشت (پیٹھ) کی طرح ہے''یعنی مجھ پر تیرے ساتھ مجامعت حرام ہے۔ اسلام نے ایسی بیہودہ بات کہنے کے بعد قبل از مجامعت کفّارہ لازم کرنے کے متبادل احکام دیئے ہیں جن کی تعمیل حسب استطاعت لازم قرار دی گئی ہے۔ ارشاد ہے کہ '' اَلَّذِیْنَ یُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَآىِٕهِمْ مَّا

هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ؕ" جولوگ تم میں سے اپنی بیویوں کو "ظہار" کریں (یعنی ماں کہہ بیٹھیں ان کے کہنے سے) وہ ماں نہیں ہو جاتیں "اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓـِٔیْ وَلَدْنَهُمْ ؕ" ان کی مائیں تو وہ ہی جن کے پیٹ سے وہ پیدا ہوئے "وَ اِنَّهُمْ لَیَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَ زُوْرًا ؕ" بے شک انہوں نے نامعقول غلط بات کہی ہے "وَ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ۝۲" اور بے شک اللہ معافی دینے اور بخشنے والا ہے۔

آیت بالا میں بیوی کو ماں کی مانند کہنے کی بات کو بے حقیقت اور بے ہودگی قرار دینے کے بعد آیت نمبر ۳ میں ارشاد کیا ہے کہ اگر ایسا کہنے کے بعد اپنی بات سے لوٹنا چاہیں یعنی پھر بیوی کی طرف راغب ہوں تو وہ ہم بستر ہونے سے پہلے ایک غلام کو آزد کریں (بطور کفّارہ) "وَ الَّذِیْنَ یُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآىِٕهِمْ ثُمَّ یَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِیْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّتَمَآسَّا ؕ" اور آگے ارشاد ہے کہ "ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ ؕ" اس حکم کے ذریعے تم کو نصیحت کی جاتی ہے۔ "وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ۝۳" اور اللہ ہر اس کام کی خبر رکھتا ہے جو تم کرتے ہو۔ آگے آیت نمبر چار (۴) میں ارشاد فرمایا۔ "فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ فَصِیَامُ شَهْرَیْنِ مُتَتَابِعَیْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّتَمَآسَّا ۚ" اور جو ایسا نہ کر سکے (یعنی غلام آزاد کرنے کی استطاعت نہ رکھتا ہو) وہ بیوی سے قبل مجامعت دوماہ کے مسلسل روزے رکھے۔ "فَمَنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّیْنَ مِسْكِیْنًا ؕ" جو ایسا بھی کرنے کے لائق نہ ہو تو وہ ساٹھ (۶۰) محتاجوں کو کھانا کھلائے۔ "ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ؕ" یہ اس لیئے ہے کہ اللہ اور رسول ﷺ پر تمہارا ایمان راسخ رہے "وَ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ"
اور اللہ کی مقرر کردہ حدیں (سزائیں یا کفّارہ) ہیں "وَ لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝۴" اور نہ ماننے والے لوگوں کے لیئے دردناک عذاب ہے۔

حکم نمبر ۹۷۸

اے ایمان والو! گناہ، ظلم و تعدی اور رسول ﷺ کی نافرمانی کی سرگوشیاں ہرگز نہ کرنا بلکہ نیکی اور پرہیز گاری کی۔۔۔اور اللہ کے لیئے تقویٰ کرتے رہنا کہ تم کو اس کے ہی حضور جمع ہونا ہے۔

سُوْرَةُ الْمُجَادَلَة آیت نمبر ۹

آیتِ ھٰذا میں مومنین کو منافقین جیسی سرگوشیاں کرنے سے منع کیا گیا ہے کہ وہ لوگ گناہ زیادتی اور رسول پاک ﷺ کی نافرمانی کے لیئے سرگوشیاں کرتے تھے اہل ایمان کو ایسی باہم سرگوشیاں کرنے یا ان میں شریک ہونے کے خلاف زبردست تنبیہ کی گئی ہے اور ایسی سرگوشیوں کو شیطانی کام قرار دے کر بچنے کی تلقین کی ہے اور ساتھ ارشاد کیا ہے کہ اگر کبھی باہم خاموشی سے مشاورت یا سرگوشی ضروری ہو تو نیکی اور پرہیز گاری کی سرگوشی کی جاسکتی ہے۔ ساتھ ہی تقویٰ کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور تقویٰ کے معنیٰ اپنے نفس کو گناہ اور برائی سے محفوظ رکھنے اور اللہ کے عذاب سے ڈرتے رہنے کے ہیں۔ تقویٰ کرنے کا حکم دینے کے ساتھ ہی اس حقیقت کی یاددہانی بھی کروادی گئی ہے کہ روزِ محشر سب کو اللہ کے حضور جمع ہو کر اپنے اعمال کا حساب دینا ہو گا اور اس کی بنیاد پر لوگوں کو جزا و سزا کا سامنا کرنا ہو گا ارشاد ہے کہ "یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا تَنَاجَیْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ وَ مَعْصِیَتِ الرَّسُوْلِ وَ تَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَ التَّقْوٰى ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْۤ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝۹ "اے لوگو جو ایمان لائے ہو اگر تم کو سرگوشی کرنی ہو تو ہرگز گناہ اور

زیادتی اور رسول ﷺ کی نافرمانی کی سرگوشی نہ کرنا بلکہ باہم خموشی یا چپکے سے / سرجوڑ کر اگر باتیں کرو تو نیکی اور پرہیزگاری کی۔ اور اللہ کے لیئے تقویٰ یعنی برائی اور گناہ سے بچنے کی مسلسل کوشش کرتے رہو کہ تم سب کو بالآخر اسی کے حضور جمع ہو کر جواب دینا ہے۔

حکم نمبر ۹۷۹

بے شک شیطانی سرگوشیاں اہل ایمان کو دکھ پہنچانے کے لیئے ہوتی ہیں لیکن اللہ کی مرضی کے خلاف اہل ایمان کو کوئی ذرا سا بھی ضرر نہیں پہنچا سکتا اور مومنوں کو اللہ پر بھروسہ رکھنا چاہیئے۔

سُوْرَةُ الْمُجَادَلَة	آیت نمبر ۱۰

آیت ھٰذا سے قبل مومنین کو گناہ اور زیادتی اور رسول پاک ﷺ کی نافرمانی سے متعلق منافقین کی سرگوشیوں کا حوالہ دے کر مومنین کو ایسی سرگوشیوں سے دور رہنے کا حکم دیا گیا اور آیت ھٰذا میں فرمایا گیا ہے کہ منافقین کی باہم ایسی سرگوشیاں دراصل ایمان والوں کو رنج اور دکھ پہنچانے کے لیئے ہوتی ہیں۔ ساتھ ہی اہل ایمان کو یہ کہہ کر اطمینان بھی دلوا دیا ہے کہ ایسی شیطانی سرگوشیوں سے کوئی مومنین کو اللہ کی مرضی کے خلاف معمولی سا بھی نقصان نہیں پہنچا سکتا اور مومنین کو اس بارے میں بھی اللہ پر ہی توکل اور بھروسہ کرتے رہنا چاہیئے کہ اللہ کی مرضی کے خلاف منافقین کی سرگوشیوں سے اہل ایمان کو کوئی ضرر نہیں پہنچ سکتا۔ ارشاد ہے کہ "اِنَّمَا النَّجْوٰى مِنَ الشَّيْطٰنِ لِيَحْزُنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ لَيْسَ بِضَآرِّهِمْ شَيْئًا اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَ عَلَى

اللہِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰﴾ ”بے شک یہ سرگوشیاں شیطان کی ہی طرف سے ایمان والوں کو دکھ پہنچانے کے لیئے ہوتی ہیں مگر ان کو کوئی ذرا سا بھی ضرر اللہ کے حکم کے خلاف نہیں پہنچا سکتا اور ایمان والوں یعنی مومنوں کو تو اللہ پر ہی توکل کرتے رہنا چاہیئے۔

حکم نمبر ۹۸۰

اے ایمان والو جب تم سے کہا جائے کہ مجالس میں دوسروں کے لیئے جگہ دو یا کشادگی پیدا کرو تو کشادگی دیا کرو، اللہ تمہارے لیئے کشادگی عطا کرے گا۔۔ اور جب کہا جائے کہ محفل میں کھڑے ہو جاؤ تو ہو جایا کرو۔ ایسا کرنے والے / مومنین کو اور ان کو جنہیں علم دیا گیا ہے، اللہ مدارج میں بلندی عطا کرے گا۔

سُوْرَةُ الْمُجَادَلَة	آیت نمبر ۱۱

آیات ھٰذا میں اللہ تعالیٰ اہلِ ایمان کو اپنے حبیب پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی ہم نشینی کے آداب مجلسی سکھا رہا ہے اسی لیئے حکم دیا گیا ہے کہ ”یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قِیْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِی الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا یَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ ۚ“ اے ایمان لانے والو اگر تم سے کہا جائے کہ مجلسوں میں کشادگی پیدا کرو (دوسروں کو جگہ دو) تو جگہ دے دیا کرو اللہ تمہارے لیئے (جگہ) کشادگی پیدا کرے گا ”وَ اِذَا قِیْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا یَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ﴿۱۱﴾ ”اور جب تم سے کہا جائے کہ اٹھ جاؤ تو اٹھ جایا کرو؛ اللہ

درجات بلند کرے گا ایسا کرنے والوں میں ان کے جو تم میں سے ایمان لائے ہیں اور جن کو علم عطا کیا گیا ہے۔ اللہ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔

مقصدِ بیان یہ ہے کہ رسول پاک ﷺ کی مجالس میں اپنی نشست کو اپنا حق نہ جانو بلکہ بیٹھنے یا اٹھنے کے معاملے میں رسول ﷺ پاک کے احکام کی تعمیل کرو۔ ایسا کرنے والے لوگوں کو جنہیں اللہ نے توفیق ایمان عطا کی ہے اور قرآنِ حکیم اور احکاماتِ رسول ﷺ کے ذریعے بہت کچھ سکھایا ہے اگر آداب مجلس میں بھی تعمیل احکام کرتے رہیں گے تو اللہ ان کے درجات بلند فرما کر اپنے حضور ان کو جگہ عطا فرمائے گا اور ان کو کشادگی نصیب ہو گی۔

حکم نمبر ۹۸۱

اے ایمان والو! اگر تم رسولِ پاک ﷺ سے راز داری میں کوئی سرگوشی کرو تو اس سے پہلے کچھ صدقہ دے دیا کرو اس میں تمہارے لیئے خیر اور پاکیزگی ہے اور اگر صدقہ نہ دے سکو تو بھی اللہ بڑا بخشنے اور رحم فرمانے والا ہے۔

سُوْرَةُ الْمُجَادَلَة	آیت نمبر ۱۲

محولہ بالا آیت پاک سے یہ تاثر ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بات کی ہمت افزائی کرنا نہیں چاہتا کہ لوگ ذاتی معاملات کی راز داری میں سرکار ﷺ کو سرگوشیوں میں مصروف رکھیں۔ ایسا یعنی نجی مشاورت یا راز داری کی بات کو منع تو نہیں کیا گیا ہے مگر ایسا کرنے سے پہلے کچھ صدقہ کرنے کی

ہدایت کی گئی اور وہ بھی صاحبان استطاعت کے لیئے ہے کہ ایسا نہ کر سکنے والوں یعنی صدقہ دینے کی استطاعت نہ رکھنے والوں کے لیئے معافی کا بھی در پردہ اعلان یہ کہہ کر کیا گیا ہے کہ اللہ بڑا بخشنے اور رحم فرمانے والا ہے۔ارشاد ہے کہ "یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَاجَیْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ؕ" اے ایمان والو! جب تم رسول پاک ﷺ سے کوئی راز دارانہ سرگوشی کرو تو اس سے پہلے کچھ صدقہ کر دیا کرو "ذٰلِكَ خَیْرٌ لَّكُمْ وَ اَطْهَرُ ؕ" یہ تمہارے لیئے خیر ہے اور پاکیزہ ترین ہے "فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۲﴾" اور اگر تم ایسا کرنے کے قابل نہیں ہو تو اللہ بڑا بخشنے اور رحم کرنے والا ہے۔

آیتِ ھٰذا کے آخر میں یہ کہہ کر کہ اللہ بڑا بخشنے اور رحم کرنے والا ہے صدقہ سے انفرادی چھوٹ تو دے دی گئی ہے، مگر اصولاً اجازت نہیں دی ہے کہ صدقہ ادا نہ کرو۔

حکم نمبر ۹۸۲

رسول پاک ﷺ سے راز داری کی سرگوشی کرنے سے پہلے صدقہ دینے کے حکم پر استثنیٰ کا ذکر فرماتے ہوئے اہلِ ایمان کو نماز پڑھتے رہنے اور زکوٰۃ ادا کرنے اور اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کرنے کی تاکید اور یاد دہانی۔۔ کہ اللہ تمہارے تمام اعمال سے باخبر ہے۔

سُوْرَةُ الْمُجَادَلَة — آیت نمبر ۱۳

ارشاد ہے کہ "ءَاَشۡفَقۡتُمۡ اَنۡ تُقَدِّمُوۡا بَیۡنَ یَدَیۡ نَجۡوٰىكُمۡ صَدَقٰتٍ" "کیا تم اس بات سے ڈر گئے کہ سرگوشی میں راز داری کرنے سے پہلے صدقہ دے دیا کرو" فَاِذۡ لَمۡ تَفۡعَلُوۡا وَ تَابَ اللّٰهُ عَلَیۡكُمۡ فَاَقِیۡمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ اَطِیۡعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوۡلَهٗ ؕ وَ اللّٰهُ خَبِیۡرٌۢ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۳﴾ "اور اگر ایسا نہ کر سکو تو بھی اللہ نے تم کو معافی دے دی ہے تو نماز پڑھتے رہو، زکوٰۃ دیتے رہو اور اطاعت کرتے رہو اللہ کی اور اس کے رسول ﷺ کی بھی۔۔۔اور اللہ کو تمہارے کئے ہوئے کی پوری پوری خبر رہتی ہے۔

آیتِ ھٰذا میں سرگوشی اور کاناپھوسی کرنے پر صدقہ نہ دے سکنے کی معافی کا ذکر فرماتے ہوئے تین باتوں کی تاکید بھی فرمائی ہے:

اوّل نماز کی پابندی کرنا

دوم زکوٰۃ باقاعدگی سے ادا کرتے رہنا

سوم دیگر جملہ معاملات میں اللہ اور اس کے رسول پاک ﷺ کے احکام کی تعمیل کرتے رہنا۔

درج بالا ہدایات و تاکید کے ساتھ یہ بھی یاد دلایا ہے کہ تم اس بات کو ہرگز نہ بھولنا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے تمام چھوٹے اور بڑے کاموں سے یعنی جو کچھ تم کرتے ہو اس سب کی خبر رکھتا ہے اور کوئی کام تمہارا اس سے پوشیدہ نہیں ہے۔

حکم نمبر ۹۸۳

اے صاحبانِ نظر عبرت حاصل کرو (بنو نصیر کی بربادی سے)

سُوْرَةُ الْحَشْر
آیت نمبر ۲

ارشاد ہے کہ "فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ ۝" مندرجہ بالا ارشاد آیت ھٰذا کا آخری حصّہ ہے۔ ابتدائی کلمات اللہ تعالیٰ نے مدینے کے مشرق میں آباد یہود کی مضبوط قلعوں والی بستی سے ان کے اخراج اور بے دخلی کا ذکر فرما کر آنکھ والوں کو مخاطب فرما کے کہے ہیں۔۔۔۔"اے اہل نظر! یا اولی الابصار! بنو نصیر کے واقعے سے عبرت حاصل کرو۔۔۔۔" واقعہ یوں ہے کہ مدینہ کے مشرق میں یہود کی ایک بستی تھی جس میں ان کے مضبوط قلعہ جیسے مکانات تھے اور وہ بڑے مال دار متموّل لوگ تھے۔ بعدِ ہجرت انہوں نے مسلمانوں سے جنگ نہ کرنے اور ان کے دشمنوں سے معاونت نہ کرنے کا معاہدہ کیا تھا، مگر ان کے سردار کعب بن اشرف نے مکہ کے کفار سے مسلمانوں کے خلاف عہد شکنی کر کے ساز باز شروع کر دی جس کے چند دن بعد سرکار ﷺ کے حکم سے محمد بن مسلمہ انصاری نے اسے قتل کر دیا اور یہود کی عہد شکنی اور معاہدے کی خلاف ورزی پر سرکار ﷺ نے ان کا محاصرہ کر کے ان کو مدینے سے نکل جانے کا حکم دیا اور اجازت دی کہ وہ اپنا جو ساز و سامان ساتھ لے جانا چاہیں لے جائیں چنانچہ انہوں نے مسلمانوں کے رعب میں آ کر اس آبادی کو خالی کر کے مدینہ چھوڑ دیا اور اپنے مضبوط قلعہ نما مکانوں کو خود ہی توڑ پھوڑ کر اس کے دروازے کھڑکیاں اور کواڑ وغیرہ بھی نکال کر ساتھ لے گئے بلکہ ان کے مکانوں کی توڑ پھوڑ میں مسلمانوں نے بھی ان کی معاونت کی اور ان کی ناقابل منتقلی ملکیت زمین، کھیت، باغ اور مکانات وغیرہ بطور غنیمت سرکار ﷺ کو حاصل ہوئے۔ اسی حوالے سے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ ہی وہ صاحبِ حکمت اور غلبہ والا ہے جس نے ان کے دلوں میں ایسی دہشت ڈال دی کہ خود اپنے اور مومنین کے ہاتھوں اپنے قلعے خود ہی اجاڑنے لگے اور نہایت ہی مضبوط اور مال دار ہونے کے باوجود ایسے مرعوب اور دہشت زدہ ہوئے کہ اس کا گمان بھی مشکل تھا۔ یہ ارشاد کرنے کے بعد صاحبانِ نظر سے کہا گیا ہے کہ وہ اس واقعے سے عبرت حاصل کریں اور دیکھیں کہ اللہ کے حکم اور

مرضی کے خلاف نہ تو طاقت کام آتی ہے اور نہ ہی مال وزر اور دیگر اسباب کہ اللہ غالب اور حکمت والا ہے اور آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ سارے کے سارے ہی اللہ کی تسبیح کرتے ہیں۔

حکم نمبر ۹۸۴

رسول ﷺ جو کچھ تم کو دیں وہ لے لیا کرو اور جس سے منع کریں اس سے باز رہو۔ اللہ کے لیئے پرہیز گاری اختیار کرو۔ بے شک اللہ شدید عذاب دینے والا (بھی) ہے۔

سُوْرَةُ الْحَشْر آیت نمبر ۷

ارشاد ہے کہ "وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ" اور جو دیں رسول ﷺ تم کو وہ لے لو اور جس سے منع کریں اس سے باز رہو "وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ" اور اللہ کے واسطے پرہیز گاری اختیار کرو یا اس کے عذاب سے ڈرتے رہو "اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝" "بے شک اللہ عذاب دینے میں بھی سخت ہے۔

یہ آیتِ ھٰذا کا آخری جزو ہے۔ اس کے ابتدائی کلمات میں اس مال و اسباب کا ذکر ہے جو لشکر کشی کے بغیر سرکار ﷺ کو حاصل ہوا۔ یہ مال و اسباب مال غنیمت سے مختلف ہے کہ اس میں نہ تو مجاہدین نے شمشیر زنی کی ہے اور نہ ہی (۴/۵) ان کا حصہ ہے۔ یہ سب مال اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا ہے جو سرکار ﷺ کے رشتے داروں، یتیموں، حاجت مندوں اور مسافروں کے لیئے مخصوص ہے۔ اس وضاحت کے بعد مذکورہ حکم نافذ ہے اور اس کے ساتھ ہی اہل ایمان کو پرہیز گاری اور نافرمانی سے بچنے اور اللہ کے عذاب سے ڈرتے رہنے یعنی تقویٰ کرتے رہنے کا حکم

ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی واضح کر دیا گیا ہے کہ قرآن حکیم کی مختلف آیات میں جو اللہ تعالیٰ کی غفّاری، ستّاری اور فضل و رحم کے اعلانات ہیں ان کے ساتھ یہ بات بھی حقیقت ہے کہ اللہ نافرمانوں کو عذاب دینے میں بھی بہت سخت ہے۔ مقصد بیان تعمیلِ حکم کی تاکید ہے۔

حکم نمبر ۹۸۵

اے ایمان لانے والو! اللہ کے حکم کے مطابق پرہیز گاری اختیار کرو(تقویٰ کرتے رہو)اور اپنے اوپر نظر رکھو(خود کو دیکھتے رہو) کہ تم نے آنے والے کل کے لیئے کیا کچھ سامان آگے بھیجا ہے۔ اور تقویٰ کرتے رہو اللہ کے لیئے کہ وہ تمہارے تمام اعمال سے پوری طرح باخبر ہے۔

سُوْرَۃُ الْحَشْر — آیت نمبر ۱۸

آیتِ ھٰذا میں اہلِ ایمان کو مخاطب کر کے پہلی بات تو یہ ہی دوہرائی گئی ہے، بلکہ دوبار جتائی گئی ہے کہ تم اللہ کے احکام کی تعمیل کر کے اپنے نفس کی حفاظت کرتے رہو ان برائیوں اور گناہوں سے جن سے تم کو روکا گیا یعنی یہ کہ احکام قرآنی کے مطابق تقویٰ کرتے رہو اور بعض مترجمین کے مطابق اللہ سے ڈرتے رہو۔۔ جس کے معنیٰ بے وجہ خوف کھانے کے نہیں ہیں بلکہ اپنی بداعمالیوں کے نتیجے میں اللہ کی طرف سے ملنے والی سزا سے خوف کھانے اور پرہیز گاری کرنے کے ہیں۔ دوسری اہم تربات یاہدایت یہ کی گئی ہے کہ تم اس پر بھی نظر کرو کہ تم نے آنے والے کل کے لیئے کیا کچھ آگے بھیجا ہے۔ یعنی روز حشر کے حساب کتاب کے لیئے کچھ نیکیاں بھی کی ہیں؟

گناہوں سے اجتناب کیا ہے؟ احکامات کی تعمیل کی ہے؟ یعنی یہ کہ اپنے اعمال کا محاسبہ کرتے رہو یوم حشر کے حساب کتاب کے لیئے۔

آخری اور تیسری بات اللہ کی صفتِ علم کا بیان ہے کہ اللہ تمہارے تمام اعمال سے پوری طرح باخبر ہے۔ ارشاد ہے کہ "يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ لْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ج" اے ایمان والو ڈرو اللہ سے / تقویٰ کرو اللہ کے لیئے اور نظر رکھو اپنے اوپر کہ تم نے کل کے لیئے کیا کچھ آگے بھیجا ہے" وَاتَّقُوا اللّٰهَ ط اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸﴾ "اللہ کے لیئے تقویٰ کرتے رہو کہ بے شک اللہ تمہارے تمام اعمال کی خبر رکھتا ہے۔

حکم نمبر ۹۸۶

اے لوگو! ایمان والو! تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو اللہ کو بھلا بیٹھے ہیں اور اللہ نے خود ان کو ان کی ذاتوں سے غافل کر دیا ہے کہ وہ فاسق لوگ ہیں۔

سُوْرَةُ الْحَشْر آیت نمبر ۱۹

ارشاد ہے کہ "وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰهُمْ اَنْفُسَهُمْ ط" اے لوگو! تم ان کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا ہے اور اللہ نے ان کو خود اپنے آپ سے غافل کر دیا ہے "اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۱۹﴾" یہی وہ لوگ ہیں جو سچائی سے ہٹے ہوئے یعنی فاسق ہیں۔ صاحبانِ فکر اگر غور کریں تو آیت ھٰذا میں بیان کردہ یہ بڑی حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ کے منکر اس کو بھلا دینے والے لوگ دراصل وہی ہیں جو خود اپنی ذات سے آگاہ نہیں ہیں ورنہ انسان کو اگر اپنے وجود کا

صحیح ادراک ہو جائے تو وہ ہر گز اللہ تعالیٰ کی ذات پاک سے نہ انکار کر سکتا ہے اور نہ اس کو بھلا سکتا ہے۔۔یہی بات یہاں قدرے مختلف پیرائے میں بیان میں یوں کہی گی ہے کہ حقیقت کو جھٹلانے والے یا اس کو تسلیم نہ کرنے والے فاسق لوگ وہی ہیں جو اپنی اصل سے غافل ہونے کے سبب اللہ کو بھلا بیٹھے ہیں ورنہ حق تو یہی ہے کہ جس نے خود کو پہچان لیا وہ ہر گز اللہ کی ذات پاک کا انکار نہیں کر سکتا کہ اپنا عرفان ہی اللہ کا عرفان ہے اور اس سے دوری یا انکار ہی فاسق ہونا ہے۔

حکم نمبر ۹۸۷

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کے اور اپنے دشمنوں کو مت اپناؤ۔ تم ان کو دوستی کا پیغام دیتے ہو جو انکار کر چکے ہیں اس سچائی سے جو تم پر نازل کی گئی۔۔اور جو تم کو اور رسول ﷺ کو اس لیئے تمہارے گھروں سے بے گھر کر چکے ہیں کہ تم اپنے رب اللہ پر ایمان لائے ہو۔۔اور جب تم میری رضا حاصل کرنے کے لیئے جہاد پر نکلے ہو تو تم کو زیب نہیں دیتا کہ تم چھپ کر ان کو دوستی کی طرف بلاؤ۔بے شک اللہ اس سب سے واقف ہے جو کچھ بھی تم چھپ کر یا علی الاعلان کرتے ہو اور جو ایسا کرے وہ سیدھے راستے سے بھٹک گیا۔

سُوْرَةُ الْمُمْتَحِنَة
آیت نمبر ۱

آیت ھٰذا کی شانِ نزول یہ ہے کہ جب سرکار ﷺ نے فتح مکہ کے لیئے تیاریاں شروع کیں اور چاہا کہ اس کی خبر کفار مکہ تک نہ پہنچے تو صاحبان بدر میں سے ایک صحابی جن کا نام حاطب تھا اور جن کے بال بچے سب مکہ میں رہ گئے تھے انہوں نے اپنے بال بچوں کو کفار کے ظلم سے بچانے اور ان کی دیکھ بھال کرنے کی غرض سے کفار مکہ کو چھپ کر ایک خط لکھا جس میں ان کو بتایا گیا تھا کہ تمہارے اوپر محمد ﷺ ایک بڑا حملہ کرنے والے ہیں اور یہ بھی تحریر تھا کہ اگر وہ تنہا بھی تم پر حملہ کریں تو بھی وہ کامیاب ہوں گے اللہ ان کی مدد فرماتا ہے۔ اس مضمون کا خط انہوں نے ایک عورت کے ذریعے کفار کو بھجوایا تھا، مگر اس کی خبر وحی کے ذریعے سرکار ﷺ کو دے دی گئی اور وہ خط پکڑا گیا جواب طلبی پر حاطب نے اپنے ایمان لانے اور قائم رکھنے کی تصدیق کرتے ہوئے سرکار ﷺ سے کہا کہ یاسیدی میں نے یہ خط اپنے اہل وعیال کے مفاد میں لکھا تھا میں بے شک صاحب ایمان ہوں اس پر سرکار ﷺ نے ان کو یہ کہہ کر معاف کر دیا اور دوسروں کو برا کہنے سے روکا کہ اللہ نے صاحبان بدر کی خطائیں معاف فرما دی ہیں۔ آیت ھٰذا یوں ہے کہ " يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَ عَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَ قَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ ۚ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَ اِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ ؕ اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ وَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ ۖ تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ ۖ وَ اَنَا اَعْلَمُ بِمَاۤ اَخْفَيْتُمْ وَ مَاۤ اَعْلَنْتُمْ ؕ وَ مَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ① " اے لوگو جو ایمان لائے ہو نہ بناؤ میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست۔۔۔ دوستی کرتے ہو تم ان کے ساتھ جو انکار کر چکے ہیں اس کو ماننے سے جو حق تمہارے پاس آچکا ہے اور جو جلا وطن کر چکے ہیں تم کو اور رسول پاک ﷺ کو اس لیئے کہ تم اللہ پر ایمان لائے ہو جو تمہارا رب ہے۔ نہ بناؤ دوست ان کو اگر تم میرے راستے میں میری رضا حاصل کرنے کے لیئے جہاد پر نکلے ہو۔ تم کو یہ زیب نہیں دیتا کہ تم چھپ

کر انہیں دوستی کا پیغام بھیجو جب کہ میں خوب جانتا ہوں وہ سب کچھ جو تم چھپ کر یا علی الاعلان کرتے ہو۔۔۔اور تم میں سے جو ایسا کرے گا وہ بھٹک گیا سیدھے راستے سے۔

حکم نمبر ۹۸۸

اللہ تم کو منع نہیں کرتا ان لوگوں سے جنہوں نے نہ تم سے جنگ (قتال) کی دین کے معاملے میں اور نہ تم کو تمہارے گھروں سے نکالا۔۔کہ تم ان سے اچھا سلوک کرو۔۔اور ان کے ساتھ انصاف کا برتاؤ۔بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

سُوْرَةُ الْمُمْتَحِنَة آیت نمبر ۸

سورۂ ھٰذا کی پہلی آیت میں ایک واقعے کے حوالے سے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے دوستی کی پینگیں بڑھانے نے کے لیئے منع فرمایا ہے جنہوں نے دینِ حق کو قبول کرنے سے انکار کرکے اللہ کے رسول پاک ﷺ اور مومنین کو بے گھر کیا اور آیتِ ھٰذا میں یہ وضاحت فرمائی گئی ہے کہ جن لوگوں نے دین کے معاملے میں نہ تو جنگ کی اور نہ مومنین کو گھروں سے بے گھر کیا ایسے لوگوں کے ساتھ جنہوں نے اہل ایمان کے ساتھ کوئی ظلم وزیادتی نہیں کی اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ حسنِ سلوک اور انصاف کے برتاؤ کو منع نہیں کرتا بلکہ اس کی ہمت افزائی کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے "ان سے اچھا سلوک کرو اور انصاف کا برتاؤ کہ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔" عام لوگوں کے ساتھ حسن سلوک اور انصاف کا برتاؤ اسلامی اخلاق کی بنیاد ہے، مگر اسلام

اور مسلمانوں کے بدخواہ اور دشمنوں سے چھپ کر دوستی کرنا ناپسندیدہ عمل ہے اور راہ سے بھٹک جانے کی علامت ہے۔

آیتِ ھٰذا میں ارشاد ہے کہ "لَا یَنۡهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِیۡنَ لَمۡ یُقَاتِلُوۡكُمۡ فِی الدِّیۡنِ وَلَمۡ یُخۡرِجُوۡكُمۡ مِّنۡ دِیَارِكُمۡ اَنۡ تَبَرُّوۡهُمۡ وَ تُقۡسِطُوۡۤا اِلَیۡهِمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الۡمُقۡسِطِیۡنَ ﴿۸﴾" نہیں منع کرتا اللہ تم کو ان لوگوں کے ساتھ نیکی اور انصاف کے برتاؤ سے جنہوں نے نہ تو دین کے معاملے میں تم کو قتل کیا اور نہ بے گھر کیا۔۔۔ اللہ تو انصاف کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

حکم نمبر ۹۸۹

بے شک اللہ منع فرماتا ہے تم کو ان سے دوستی کرنے کے لیئے جنہوں نے تم سے دین کے معاملے میں جنگ کی اور تم کو تمہارے گھروں سے نکالا یا نکالنے والوں کی مدد کی اور وہ لوگ جو ایسا کریں بے شک ظالم ہیں۔

سُوۡرَةُ الۡمُمۡتَحِنَة	آیت نمبر ۹

سابقہ آیات کے معنوی تسلسل میں ہی اللہ تعالیٰ نے مومنین و کافرین کے تعلقات کے بارے میں اپنے حکم کی تشریح کرتے ہوئے اہل ایمان خاص کر مہاجرین، سے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تم کو ان لوگوں (یعنی قریش مکہ) سے دوستی کرنے اور تعلقات رکھنے سے روکتا ہے جنہوں نے

تمہارے ساتھ دین کی مخالفت میں جنگ کی (بدر واحد میں) اور تم کو مکہ سے نکال کر ہجرت کرنے پر مجبور کیا یا ایسا کرنے والوں سے معاونت کی۔ ارشاد ہے کہ "اِنَّمَا یَنۡهٰکُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِیۡنَ قٰتَلُوۡكُمۡ فِی الدِّیۡنِ وَ اَخۡرَجُوۡكُمۡ مِّنۡ دِیَارِكُمۡ وَ ظٰهَرُوۡا عَلٰۤی اِخۡرَاجِكُمۡ اَنۡ تَوَلَّوۡهُمۡ ۚ وَ مَنۡ یَّتَوَلَّهُمۡ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوۡنَ ﴿۹﴾" اللہ تم کو منع فرماتا ہے ان لوگوں سے دوستی کرنے کو جنہوں نے تم سے دین کے بارے میں جنگ کی اور تم کو تمہارے شہر (اور گھروں) سے نکالا یا نکالنے والوں کی مدد کی اور جو لوگ ان سے دوستی کریں گے (اپنے اوپر ظلم کرینگے) وہی لوگ ظالموں میں سے ہیں۔

حکم نمبر ۹۹۰

مکّہ سے ہجرت کر کے آنے والی مومنات سے مہر ادا کر کے نکاح کرنے کی اجازت۔۔ اور ان کو کفّار کی طرف سے ادا شدہ رقم واپس کرنے کی ہدایت۔ نیز اپنے قبضے یا زوجیت میں کافر خواتین کو جو ایمان نہ لائیں کافروں کو واپس کر کے ان پر اپنا خرچ شدہ (مہر) مال واپس لینے کی اجازت۔

سُوۡرَةُ الۡمُمۡتَحِنَة آیت نمبر ۱۰

ارشاد ہے کہ "يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ ۚ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ؕ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ ؕ وَاٰتُوْهُمْ مَّاۤ اَنْفَقُوْا ؕ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ اِذَاۤ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ؕ وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَسْـَٔلُوْا مَاۤ اَنْفَقْتُمْ وَلْيَسْـَٔلُوْا مَاۤ اَنْفَقُوْا ؕ ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ ؕ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۰﴾" ترجمہ۔اے ایمان والو! جب تمہارے پاس مومن خواتین ہجرت کر کے آئیں تو (ان کے مومنہ ہونے کی) خوب جانچ پڑتال کر لیا کرو اور اللہ ان کے ایمان کا جاننے والا ہے۔

اس حکم کا رمز یہ ہے کہ کہیں کافر جاسوسی وغیرہ کے لیئے کافر عورتوں کو جھوٹ موٹ مومنہ بنا کر مدینہ نہ بھیج سکیں۔

آگے ارشاد ہے کہ جب تم کو علم یا یقین ہو جائے ان کے مومنہ ہونے کا تو ان کو کافروں کی طرف واپس نہ کرو اور نہ ہی ایسی عورتوں کا کافر شوہر کے ساتھ رہنا جائز ہے اور نہ وہ کافروں کے لیئے جائز ہیں اور کافروں نے ان عورتوں کو جو مہر ادا کئے ہیں وہ کافروں کو واپس کر دو اور اگر تم ان سے نکاح کر لو ان کے مہر ادا کر کے تو تم پر کچھ گناہ نہیں ہے۔ اور تم کافر عورتوں کو اپنے لیئے زوجیت میں مت رکھو اور ان کے مہر واپس مانگ لو جو تم نے ان کو ادا کئے تھے اور کافروں کو بھی چاہیئے کہ وہ اپنے ادا کئے ہوئے مہر واپس مانگیں۔ یہ اللہ کا حکم ہے جس کے مطابق وہ تمہارے درمیان فیصلہ کر رہا ہے اور اللہ سب کچھ جاننے والا اور بڑی حکمت والا ہے۔

مندرجہ بالا حکم صلح حدیبیہ کے مطابق طے شدہ شرائط کی روشنی میں مومنین کو مقابل سے تعلقات کی خوشگواری کے لیئے انتہائی منصفانہ انداز میں دیا گیا ہے۔ مسلمانوں نے تو حسب الحکم تعمیل کی مگر کفار نے ایسا نہ کیا۔ اس پر اگلا حکم نافذ ہوا۔

حکم نمبر ۹۹۱

اور اگر مومنین کی کافر رہ جانے والی بیویوں کے واپس جانے کے بعد کافر ان کا وصول کردہ مہر واپس نہ کریں تو اے ایمان والو اُن مردوں کو "ان کی بیویوں کو ادا شدہ مہر کی رقم" اپنے ہاتھ آئے ہوئے مال میں سے ادا کر دو۔

سُوْرَةُ الْمُمْتَحِنَة	آیت نمبر ۱۱

سابقہ آیت کی رو سے مومنین نے تو کافروں کے ادا کردہ مومنات کا مہر ادا کرنے کے حکم کی تعمیل کی مگر کافروں نے اس سے دامن تہی کی اس پر درج ذیل آیت نازل ہوئی "وَاِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ اِلَى الْكُفَّارِ فَعَاقَبْتُمْ فَاٰتُوا الَّذِيْنَ ذَهَبَتْ اَزْوَاجُهُمْ مِّثْلَ مَآ اَنْفَقُوْا ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ۝۱۱" اور اگر رہ جائے کچھ تمہاری بیویوں کے مہر میں سے کافروں کی طرف پھر تمہیں موقع ہاتھ آجائے تو دے دو ان لوگوں کو جن کی بیویاں چلی گئی تھیں اتنا مہر جو انہوں نے ادا کیا تھا ان بیویوں کو۔۔ اور پرہیز گاری اختیار کرو اللہ کے لیئے جس پر ایمان لائے ہو۔

آیتِ ھٰذا میں "پھر تمہیں موقع ہاتھ آجائے "فَعَاقَبْتُمْ" سے مراد یہ ہے کہ اگر ان کے ادا کئے ہوئے مہر کے برابر رقم ان کو دینے کے لیئے تم کو مال غنیمت سے مل جائے یعنی فتح کے بعد کافروں سے حاصل کیا ہوا مال ان مومنین کے ادا شدہ مہر کے برابر ان کو دے دو جن کا مال واپس کرنا کافروں پر لازم تھا مگر انہوں نے نہیں ادا کیا۔ یعنی کافر جو واجب رقم ادا نہیں کرتے وہ ان سے حاصل کئے ہوئے مالِ غنیمت میں سے ادا کر دو۔

حکم نمبر ۹۹۲

رسول پاک ﷺ کو بیعت کے لیئے آنے والی خواتین کے لیئے بیعت سے قبل چند اہم شرائط کا بیان۔

سُوْرَةُ الْمُمْتَحِنَة آیت نمبر ۱۲

ارشاد ہے کہ "يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰٓى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَّ لَا يَسْرِقْنَ وَ لَا يَزْنِيْنَ وَ لَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَ لَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَ اَرْجُلِهِنَّ وَ لَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲﴾ "اے نبی ﷺ جب آپ کے پاس مومن عورتیں بیعت کرنے کے لیئے آئیں کہ:

اللہ کے ساتھ نہ تو شرک کریں گی
نہ چوری کریں گی
نہ زنا کریں گی

اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی

نہ اپنے ہاتھ پاؤں میں خود گھڑے ہوئے بہتان لائیں گی اور نیک کاموں کے لیئے آپ کی نافرمانی نہیں کریں گی۔ تو آپ ﷺ (اے نبی ﷺ) ان سے بیعت لے لیجئے اور ان کے لیئے بخشش طلب فرمایئے۔ بلاشبہ اللہ بڑا بخشنے اور رحم فرمانے والا ہے۔

آیت بالا میں خواتین کو بیعت کرنے کے لیئے سرکار ﷺ کو جو شرائط بیان فرمائی گئی ہیں یہ سب کے سب بالعموم وہ کام ہیں جو کافر عورتوں کا مشغلہ تھے۔ ان کو ترک کرنے اور سرکار ﷺ کی نافرمانی نہ کرنے کی شرائط پر بیعت کی اجازت دی گئی ہے۔ ان شرائط پر کاربند ہونے سے صحت مند معاشرے کی تعمیر میں مطلوبہ نسوانی کردار واضح ہوتا ہے۔

حکم نمبر ۹۹۳

اے ایمان والو! ان سے دوستی نہ کرنا جن پر اللہ کا غضب نازل ہوا اور جو آخرت سے ایسے ناامید ہیں جیسے مرے ہوئے کافروں کے زندہ ہو جانے سے۔

سُوْرَةُ الْمُمْتَحِنَة	آیت نمبر ۱۳

آیتِ ھٰذا بھی اسلامی معاشرتی استحکام کے لیئے اور خود مومنین کی انفرادی فلاح اور تحفظ ایمان اور کردار سازی کے لیئے ایسے لوگوں کی صحبت اختیار کرنے اور ان سے دوستی اور قربت کے روابط قائم کرنے سے روکتی ہے جن پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوا (اور جو وحدانیت، رسالت، آخرت اور پوری انسانیت کے لیئے باعث ننگ اور دنیا ہی میں موجب سزا و عذاب قرار دیئے گئے

ہیں۔ ایسے لوگوں کو ہی اصطلاحاً مغضوبین کہتے ہیں اور ان کی صحبت سے مومنین کو بچنے کی ہدایت ہے)۔ اور جو آخرت کے منکر ہیں یعنی ان کے نزدیک قیامت وآخرت ایسا ہی ناممکن وقوعہ ہے جیسے ان کے مرے ہوئے مدفون اعزاواقارب کا قبروں سے نکل کر واپس آجانا۔ ارشاد ہے "یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ قَدْ یَىٕسُوْا مِنَ الْاٰخِرَةِ كَمَا یَىٕسَ الْكُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ ﴿۱۳﴾" اے ایمان لانے والو! دوستی نہ کروان لوگوں سے جن پر اللہ کا غضب ہوا کہ وہ آخرت سے ایسے بے امید (مایوس) ہیں کہ جیسے کافر مُردوں کے زندہ ہو جانے سے۔

حکم نمبر ۹۹۴

مومنین کو ایسی بات نہ کہنے کی ترغیب جو وہ خود نہ کرتے ہوں کہ قول وعمل کا تضاد اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے۔

سُوْرَۃُ الصَّف آیت نمبر ۲۔۳

محوّلہ بالا دونوں آیات میں کوئی بات حکمیہ انداز میں تو نہیں کہی گئی ہے یعنی کوئی کھلا ہوا حکم نہیں ہے مگر قول وفعل کے تضاد پر اللہ تعالیٰ کی سخت ناپسندیدگی کا اظہار کر کے ایسا نہ کرنے کی زبردست ترغیب بمنزلۂ حکم ہے کہ قول اور فعل کا ہم آہنگ نہ ہونا دراصل ایک قسم کی منافقت ہے اور حق کی طرف سے بے عملی کا ارزل طریقہ ہے کہ اگر یہ طرز گفتار یا کردار کسی معاشرے میں رواج پا جائے تو اس کا انحطاط یا تباہی لازمی ہے نیز انفرادی طور سے یہ روش یا تو دھوکہ دہی ہے یا حُمق ہے۔ جو کسی بھی طرح ذہنی صحت اور صداقت پسندی کی آئینہ دار نہیں اور یہ بھی کہ ایسے رویّہ اور کردار والا آدمی معاشرے میں غیر معتبر اور اس کی بات بے اثر ہو جاتی ہے۔ ارشاد ہے کہ

"يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۲﴾" اے ایمان لانے والو وہ بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں" كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۳﴾ "سخت ناپسندیدہ ہے اللہ کے نزدیک یہ کہ تم جو کہو وہ کرو نہیں۔

بڑیں مارنا، جھوٹے وعدے کرنا اور وہ باتیں کرنا جو عملاً نہ ہو سکیں مومنین کی شان کے اس لیئے خلاف ہیں کہ اللہ جھوٹے دعوے پسند نہیں فرماتا بلکہ اس کے نزدیک یہ خراب اور برا طریقہ ہے جو اس کو سخت ناپسند ہے۔

حکم نمبر ۹۹۵

اُس سے بڑھ کر ظالم کون ہو گا جو اللہ پر بہتان لگائے جبکہ اس کو اسلام کی دعوت دی جا رہی ہو۔

سُوْرَةُ الصَّف آیت نمبر ۷

ارشاد ہے کہ "وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَ هُوَ يُدْعٰۤى اِلَى الْاِسْلَامِ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۷﴾ "اس سے بڑھ کر ظالم کون ہو گا جو اللہ پر بہتان لگائے یعنی اللہ کی طرف سے جھوٹ گھڑے جبکہ اس کو (سلامتی کے راستے) اسلام کی طرف بلایا جا رہا ہو۔ ایسے لوگوں کو اللہ کبھی ہدایت نہیں دیتا۔

آیتِ ھٰذا میں اللہ پر جھوٹ گھڑنے والے پر اظہارِ تعجب / یا حیرت کے ساتھ یہ بات کہی گئی ہے کہ جس شخص کو اللہ تو سلامتی یا راہِ راست کی طرف دعوت دے رہا ہو اور وہ اللہ پر جھوٹ گھڑے تو یہ نہایت ہی ظالمانہ بات ہے۔ بظاہر تو یہ ایک بیان ہے کوئی حکم نہیں ہے مگر اس میں تنبیہ

ہے اللہ کی طرف سے جھوٹ نہ گھڑنے کے لیئے چنانچہ اس تنبیہ کو بمنزلۂ حکم تعبیر کرکے یہ کہا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات پاک کی نسبت سے جھوٹ گھڑنے کو سختی کے ساتھ منع فرماتا ہے کہ یہ دوہرا گناہ ہے۔ ویسے تو کوئی بھی جھوٹ اسلام کے اخلاقی نظام میں روا ہی نہیں ہے پھر طرفہ ستم یہ کہ ایک تو جھوٹ اور پھر اس کو اللہ کی ذاتِ پاک سے وابستہ کرنا بڑا ہی گناہ ہے ہر بندے کو خاص کر اہلِ ایمان کو اس معاملے میں انتہائی محتاط رہنے کی ضرورت ہے کہ وہ کسی نیک بات کو بھی خلافِ حقیقت اللہ کی ذات سے وابستہ نہ کریں کہ بہتان طرازی اور افترا پردازی قطعاً ممنوع ہے۔ اور اللہ ایسے لوگوں کو کبھی بھی ہدایت نہیں دیتا۔

حکم نمبر ۹۹۶

اللہ اور رسول ﷺ پر ایمان لانے اور جان ومال سے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کو ایسی تجارت قرار دینا جو اہلِ ایمان کو دردناک عذاب سے بچا کر جنت میں داخل کرے۔

سُوْرَۃُ الصَّف	آیت نمبر ۱۰ تا ۱۲

ارشاد ہے کہ "یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِیْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ ﴿۱۰﴾ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۱﴾ یَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَ یُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَ مَسٰكِنَ طَیِّبَةً فِیْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ﴿۱۲﴾" اے ایمان والو!

کیا میں تم کو ایسی تجارت بتادوں جو تم کو دردناک عذاب سے بچائے۔(۱۰) وہ یہ کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھو اور اللہ کی راہ میں اپنی جان اور مال سے جہاد کرو۔ یہ تمہارے لیئے بہترین ہے اگر تم سمجھ سکو۔ (۱۱) کہ اللہ تمہارے گناہ معاف کردے گا اور تم کو جنت میں داخل فرمائے گا۔ جہاں ہمیشہ رہنے والے باغات میں نہایت صاف ستھرے مکانات ہونگے اور ایسا ہونا بڑی ہی کامیابی ہے۔

بظاہر تو بحد بیان اللہ نے ایک ایسی تجارت سے مطلع فرمایا ہے کہ جہاں اللہ اور رسول صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم پر ایمان لاکر اور اس کی راہ میں جان ومال سے جہاد کرکے دردناک عذاب سے نجات اور نہایت پُر بہار باغوں میں ہمیشہ رہنے کے لیئے پاکیزہ مکانات اور جنت کی دیگر نعمتیں اور راحتیں دی جائیں گی۔ دراصل یہ بیان ایک ترغیبی حکم ہے آخرت میں نجات حاصل کرنے کے لیئے اللہ کی راہ میں جان ومال سے جہاد کرنے کا اور جہاد کے معنیٰ صرف تلوار کے ذریعہ کافروں سے ہی جنگ کرنا نہیں ہے۔۔۔۔ بلکہ یہ اپنی نفسانی خواہشات سے بھی ایک پیکارِ مسلسل ہے اللہ اور رسول صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم اور آخرت پر یقین رکھنے کے ساتھ۔ جس کا خلاصہ دو الفاظ میں ”ایمان اور تقویٰ“ ہے۔

حکم نمبر ۷۹۹

اے رسول! آپ مومنین کو ایک اور خوشخبری سنادیں کہ وہ فتح ان کو جلد نصیب ہوگی جس کی ان کو خواہش ہے۔

سُوْرَةُ الصَّف — آیت نمبر ۱۳

ارشاد ہے کہ ''وَ اُخْرٰی تُحِبُّوْنَهَا ؕ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَتْحٌ قَرِیْبٌ ؕ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۳﴾ ''اور ایک چیز جس کے تم آرزو مند ہو وہ اللہ کی مدد سے جلد ہی حاصل ہونے والی فتح ہے۔اے رسول ﷺ !آپ مومنین کو اس کی خوشخبری سنا دیجئے۔

حکم سابقہ میں اللہ نے مومنین کو جس تجارت کے فوائد بیان کئے ہیں وہ تو حیات بعد الموت سے تعلق رکھتے ہیں مگر اسی تسلسل میں ایک اور (آخری) دنیاوی فائدے کا بھی بیان ہے جس کو اللہ نے اپنی مدد سے مومنین کو حاصل ہونے والی کھلی فتح قرار دیا ہے اور اس کے واقع ہونے کے لیئے سرکار ﷺ کو حکم دیا گیا ہے کہ اے سول ﷺ !آپ مومنین کو اس فتح مبین کی خوشخبری سنا دیجئے۔ اللہ کی مدد سے حاصل ہونے والی فتح مبین کا اشارہ فتح مکہ کی طرف ہے کہ مومنین کو جس کی آرزو تھی اور جو فتح بغیر خون خرابے کے خالص اللہ کی مدد سے حاصل ہوئی۔

حکم نمبر ۹۹۸

اے ایمان والو! اللہ کے مدد گار بنو جیسا کہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السّلام نے اپنے حواریوں سے اللہ کی طرف بلانے میں مدد گار رہنے کے لیئے کہا تھا۔

سُوْرَۃُ الصَّف	آیت نمبر ۱۴

ارشاد ہے کہ '' یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْۤا اَنْصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ لِلْحَوَارِیّٖنَ مَنْ اَنْصَارِیْۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ فَاٰمَنَتْ طَّآىِٕفَةٌ مِّنْ

بَنِيٓ اِسۡرَآءِيۡلَ وَ كَفَرَتۡ طَّآئِفَةٌ ۚ فَاَيَّدۡنَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا عَلٰى عَدُوِّهِمۡ فَاَصۡبَحُوۡا ظٰهِرِيۡنَ ﴿۱۴﴾ ”اے ایمان لانے والو! بنو اللہ کے مدد گار جیسا کہ عیسیٰ علیہ السّلام ابن مریم نے اپنے حواریوں سے کہا تھا ”کون ہے میرا مدد گار اللہ کی طرف بلانے میں؟“۔۔۔تو حواریوں نے کہا تھا ”ہم ہیں اللہ کے مدد گار“ پھر بنی اسرائیل سے ایک گروہ ایمان لے آیا اور دوسرے گروہ نے انکار کر دیا سو ہم نے ایمان والوں کی مدد کی ان کے دشمنوں کے مقابلے میں سو وہ ہی غالب رہے۔

آیتِ ھٰذا میں عیسیٰ بن مریم علیہ السّلام کی دعوت اور حواریوں کے مدد گار ہونے کے اقرار کا حوالہ اور اس کے ساتھ بنی اسرائیل کے ایک گروہ کا ایمان لا کر مخالفین پر غالب ہونے کا بیان دراصل اہل ایمان کو دعوت ہے تبلیغ دیں میں سرکار ﷺ کی مدد اور معاونت کرنے اور اس کے نتیجے میں حاصل ہونے والی فتح اور کامیابیوں کی درپردہ بشارت بھی ہے کہ ازابتدا تا انتہا حضرت نوح علیہ السّلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السّلام تک انبیا کے معاونین و مومنین کو ہی غلبہ حاصل ہوا ہے۔ یہ اہل ایمان میں خدمت دین اور اطاعت رسول ﷺ کی تحریک پیدا کرنے کے لیئے تاریخ کے حوالے ہیں۔

حکم نمبر ۹۹۹

اے رسول ﷺ ! ان سے کہیئے کہ خود کو یہودی اور اللہ کے واحد دوست کہنے والو! اگر تم اپنے بیان یا دعوے میں سچے ہو تو اس کی راہ میں موت کی تمنا کر کے (جان دے کر) بتاؤ۔

سُوۡرَۃُ الصَّف　　　آیت نمبر ۶

ارشاد ہے کہ "قُلۡ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ هَادُوۡۤا اِنۡ زَعَمۡتُمۡ اَنَّكُمۡ اَوۡلِیَآءُ لِلّٰهِ مِنۡ دُوۡنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الۡمَوۡتَ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ ۝۶ "اے رسول ﷺ! ان سے کہیئے کہ اے لوگو تم جو خود کو یہود (پشیمان ہو کر حق کی طرف لوٹنے والا) کہتے ہو اور تم کو زعم ہے اللہ کے دوست اور ایسے چہیتے ہونے کا کہ ایسا کوئی اور نہیں تو تم ذرا اللہ کی راہ میں مرنے کے لیئے تیار ہو کر (موت کی تمنا کر کے) دکھاؤ۔

آیت ھٰذا کے نفس مضمون سے یہ بات ثابت ہوتی کہ اللہ کا دوست ہونے والا اس کی راہ میں جان نثار کرنے کے لیئے ہر وقت تیار رہتا ہے یعنی خان نثاری ہی اصل دوستی ہے اور اس کے بغیر چاہت کے دعوے بس زبانی ہیں۔۔۔۔ تو اگر یہودیوں کو اللہ کی دوستی اور چاہت کا زعم ہے تو اس کے لیئے ذرا موت کی تمنا کر کے دکھائیں ورنہ ان کا دعویٰ دوستی کا باطل دعویٰ ہے۔ اس میں درپردہ مومنین کو اس امر کی ترغیب بھی ہے کہ اگر اللہ کی راہ میں جان بھی دینی پڑے تو گریز نہ کریں جیسا کہ ایک سابقہ آیت میں جان و مال دے کر دردناک عذاب سے بچنے اور جنت کے انعامات و راحتیں حاصل کرنے کو بہترین لین دین (تجارت) قرار دیا گیا ہے۔

حکم نمبر ۱۰۰۰

ان سے کہہ دیجیئے کہ جس سے تم بچتے ہو وہ موت تو تم کو آکر ہی رہے گی۔ اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے جو ہر ظاہر و باطن

کا جاننے والا ہے۔ پھر وہ تم کو وہ سب کچھ بتادے گا جو تم کرتے رہے ہو۔

سُوْرَةُ الْجُمُعَة آیت نمبر ۸

ارشاد ہے کہ ''قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِیْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِیْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۸''اے رسول ﷺ ان سے کہہ دیجیئے کہ بلاشبہ وہ موت جس سے تم فرار اختیار کرتے ہو وہ تو ضرور تم کو آکر رہے گی اور تم ظاہر و باطن کو جاننے والے اللہ کے حضور پیش کئے جاؤ گے پھر وہ تم کو بتادے گا کہ تم کیا کرتے رہے ہو۔

آیتِ ھٰذا سابقہ حکم کا ہی تسلسل ہے جس میں کہا گیا تھا یہود سے کہ اللہ سے دوستی کا دعویٰ کرنے والو! اس کی راہ میں موت قبول کرنے کے لیئے تیار ہو کر دکھاؤ اور اگلی آیت میں واضح کر دیا گیا تھا کہ وہ ہرگز ایسا نہیں کریں گے اس کے بعد آیت ھٰذا میں ان کو متنبہ کر کے یاد دہانی کرائی گئی ہے کہ موت تو تم کو بہر حال آنی ہے خواہ اس کی آرزو کرو یا اس سے بھاگو۔ بالآخر تم کو مرنا اور دوبارہ زندہ ہو کر اللہ کے حضور جمع ہونا ہے۔ جہاں تم کو اپنے اعمال کا انجام معلوم ہو جائے گا۔

دنیاوی زندگی کو ہی سب کچھ سمجھنے اور اس سے محبت کرنے والوں کی پہچان یہی ہے کہ وہ موت سے ڈرتے ہیں اور اس کو قبول کرنے کے لیئے ہرگز تیار نہیں ہوتے مگر اہل ایمان موت کو برحق جاننے اور راہِ خدا میں ہر وقت جان و مال کی قربانی کے لیئے تیار رہتے ہیں۔ صاحبانِ ایمان موت سے نہیں ڈرتے مگر عذاب الٰہی سے ڈرتے رہتے ہیں۔

حکم نمبر ۱۰۰۱

مومنین کو اَذان جمعہ سنتے ہی کاروبار ترک کرکے اللہ کے ذکر (نماز) کے لیئے دوڑپڑنے کا حکم اور بعد نماز تلاش رزق (کسب حلال) کے لیئے زمین پر پھیل جانے کی ہدایت اور اللہ کو کثرت سے یاد کرتے رہنے کا حکم۔

سُوْرَةُ الْجُمُعَة آیت نمبر ۹۔۱۰

ارشاد ہے کہ " يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَ ذَرُوا الْبَيْعَ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝۹ فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَ ابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَ اذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝۱۰ " اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کے لیئے اَذان دی جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف (نماز کے لیئے) چل پڑو اور خرید و فروخت ترک کر دو۔ تمہارے لیئے اسی میں اچھائی ہے اگر تم سمجھ سکو۔۔۔ پھر جب نماز ختم ہو تو زمین پر (شہر میں بستی میں) پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل (کسب حلال) تلاش کرو اور اللہ کو کثرت سے یاد کرتے رہو کہ تم کو فلاح نصیب ہو۔

آیاتِ ھٰذا کے احکام میں اجتماعی سطح پر حضور الٰہی جمع ہو کر عبادت کرنے کا حکم ہے۔ ویسے تو تمام ہی نمازیں باجماعت ہیں مگر جمعہ کے لیئے بڑے اجتماع میں شرکت پر خاص زور ہے اور اس کے لیئے کاروبار اور لین دین سب کچھ موقوف کرکے مسجد میں حاضر ہونے کا حکم ہے۔ اس حکم کے

پس پردہ سماجی سطح پر اہل ایمان کو مربوط و منظم اور پابند احکام رہنے کی تربیت دی گئی ہے۔ اس حکم کی اہمیت کا اندازہ اس حدیث شریف سے لگایا جاسکتا کہ سرکار ﷺ نے فرمایا کہ جو لوگ (مرد) جمعہ کی نماز میں شرکت نہ کریں اگر میرا بس ہو تو ان کے گھروں کو آگ لگادوں۔

حکم نمبر ۱۰۰۲

وہ لوگ جو تجارت یا دوسرے کسی شغل (تماشہ) کے لیئے اے رسول ﷺ! آپ کو کھڑا چھوڑ کر چل دیں ان کو بتادیجئے کہ جو کچھ اللہ کے پاس ہے (تمہارے لیئے) وہ تجارت اور دیگر مشاغل سے بہت بہتر ہے اور اللہ ہی سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔

سُوْرَةُ الْجُمُعَة	آیت نمبر ۱۱

آیت ھٰذا کا پس منظر یہ ہے کہ ایک مرتبہ جب شہر میں اناج وغیرہ کی قلت تھی تو جمعہ کے دن عین نماز کے وقت بلکہ جب سرکار خطبہ دے رہے تھے (اس وقت جمعہ کا خطبہ بعد نماز ہوتا تھا) تو شہر میں ایک تجارتی قافلہ داخل ہوا اور اس کے آنے کا اعلان سن کر کاروباری لوگ غلہ وغیرہ کی خرید و فروخت میں پہل کرنے کی کوشش میں خطبہ کے دوران مسجد سے باہر چلے گئے اس وقت یہ حکم نازل ہوا "وَ اِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا انْفَضُّوْٓا اِلَيْهَا وَ تَرَكُوْكَ قَآئِمًا ؕ قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَ مِنَ التِّجَارَةِ ؕ وَ اللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝۱۱" اور جو لوگ تجارت اور دیگر کم اہم مشاغل دیکھ کر ان کی طرف لپک جاتے ہیں اور آپ کو کھڑا چھوڑ دیتے ہیں ان کو بتادیجئے اے

رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کہ اللہ کے پاس جو کچھ ہے وہ اس تجارت اور کھیل تماشے کے مشاغل سے بہت ہی زیادہ بہتر ہے اور یہ کہ اللہ سب سے بڑا رزق دینے والا ہے۔

مقصد بیان یہ واضح کرنا ہے کہ اللہ کے حضور رہنے اور رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی باتیں (خطبہ) سُنا دنیاوی مفادات کے حصول اور تفریح کے مشاغل سے بہت زیادہ افضل ہے اور جاننے والوں کو یا اہلِ ایمان کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ سرکار صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی مجلس چھوڑ کر حصولِ رزق کے خیال سے باہر چلے جائیں۔ حقیقت یہ ہے کہ رزق دینے والا تو اللہ ہے اور وہ ہی سب سے بہتر رزق دیتا ہے۔ اس کو چھوڑ کر اسباب واموال دنیا کی طرف رغبت کرنا مناسب نہیں ہے۔

حکم نمبر ۱۰۰۳

منافقین کو اہل ایمان کا دشمن قرار دے کر ان سے دور رہنے کا حکم۔

سُوْرَۃُ الْمُنٰفِقُوْن آیت نمبر ۴

ارشاد ہے کہ "وَ اِذَا رَاَیْتَھُمْ تُعْجِبُکَ اَجْسَامُھُمْ ؕ وَ اِنْ یَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِھِمْ ؕ کَاَنَّھُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَۃٌ ؕ یَحْسَبُوْنَ کُلَّ صَیْحَۃٍ عَلَیْھِمْ ؕ ھُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْھُمْ ؕ قٰتَلَھُمُ اللّٰہُ ؗ اَنّٰی یُؤْفَکُوْنَ ﴿۴﴾" اور جب تم انہیں دیکھو تو وہ بظاہر سُڈول (خوب قامت) نظر آئیں اور جب وہ بات کریں تو تم سنتے رہ جاؤ۔ وہ دیوار کے ساتھ چنی ہوئی لکڑیوں کے کندے (صرف دیکھنے کی حد تک) ہیں وہ ہر آواز (زور سے کہی جانے والی بات) کو اپنے خلاف سمجھتے ہیں۔۔ یہی دشمن ہیں ان سے دور رہو۔۔ اللہ ان کو ہلاک کرے ان کے منہ حق کی طرف سے پھرے ہوئے ہیں کہ یہ گمراہ اور بھٹکے ہوئے لوگ ہیں۔

آیت ھٰذا میں ان لوگوں کا اشارہ منافقین کی طرف ہے جن کے ظاہری روپ اور باتوں سے ان کی داخلی نفسیاتی حقیقتوں کا اندازہ نہیں ہوتا۔ یہ باہر سے کچھ اور اندر سے کچھ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے دوہرے پن یا منافقت سے خود مطلع فرمارہا ہے اور ان کی مثال چوبِ خشک سے دی ہے کہ جن میں ظاہر ہی ظاہر ہے اندر کچھ نہیں اور جن کا انجام آگ ہے۔ فرمایا گیا ہے کہ یہی لوگ ایمان اور مومنین کے دشمن ہیں ان سے بچنے اور ان کے فریب میں نہ آنے کے حکم کے ساتھ اُن کی تباہی کی بددعا بھی ہے کہ وہ راہ پر آنے والے ہیں ہی نہیں۔

حکم نمبر ۱۰۰۴

اے ایمان والو!۔۔ تمہارے مال واسباب اور تمہاری اولاد کہیں تم کو اللہ کی یاد سے غافل نہ کردیں کہ ایسا کرنے والے گھاٹا اٹھانے والے ہیں۔

سُوْرَةُ الْمُنٰفِقُوْن	آیت نمبر ۹

ارشاد ہے کہ " یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَ لَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَ مَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۞ "اے ایمان والو! تمہارے اموال و اولاد تم کو اللہ کی یاد سے غافل نہ کردیں اور جو لوگ ایسا کریں گے وہ خسارہ اٹھانے والے ہوں گے۔ انتباہی حکم۔

جیسا کہ قرآنِ حکیم (سورۂ تغابن، آیت نمبر ۱۵) میں ارشاد کیا گیا ہے کہ اے لوگو! تم کو جو اللہ نے مال و اسباب واولاد عطا کی ہے وہ دراصل تمہاری آزمائش کے لیئے ہے۔ آیت ھٰذا میں

اسی تصورِ آزمائش کی وضاحت کی گئی ہے کہ ایک طرف تو فطرتِ انسانی میں اولاد کے جبلّی محبت ہے اور دوسری طرف حکماً یہ احتیاط بھی ہے کہ یہ محبت کہیں حد سے تجاوز کر کے اللہ کی یاد سے غافل نہ کردے۔ اللہ کو یاد کرتے رہنا یعنی فریضۂ عبدیت ادا کرنا ہی تخلیقِ انسانی کا مقصد ہے اور دوسری طرف نسل انسانی کی افزائش وبقا کے لیئے والدین کو اولاد کی محبت بھی دی گئی ہے کہ وہ اس کے سبب بچوں کی صحیح دیکھ بھال، پرورش اور تربیت کرکے ان کو اس لائق بنادیں کہ خود کفالت کے ساتھ فریضۂ عبدیت ادا کرتے رہیں۔

مقصد بیان یہ ہے کہ اولاد کی محبت نفسیاتی تقاضہ ہے مگر اس کی مقصدیت مناسب پرورش ہے۔ حکم نیک تربیت کرنے کا ہے محبت بڑھانے کا نہیں ہے۔"ماں باپ کے لیئے اولاد ہو یا اولاد کے لیئے ماں باپ" دونوں کو ایک دوسرے کی محبت میں اتنا نہیں بڑھنا چاہیئے کہ اس میں ڈوب کر آدمی اللہ کو بھلادے۔ اسلامی اخلاق والدین کا احترام اور جائز حدوں میں فرماں برداری کا حکم دیتا ہے اور اولاد کے لیئے مناسب پرورش اور صحیح تربیت اور نیک سیرت و تعلیم و شخصیت کی تعمیر کا حکم ہے اب ان حدوں سے اگر والدین آگے بڑھ جائیں تو یہ اسلامی اخلاق کے خلاف ہے۔ اسلامی اخلاق کا بنیادی اصول اعتدال و تعمیل حکم ہے حُبّ اولاد کی ہی طرح حُبّ مال و زر بھی غلط تصور ہے کہ زر و مال مقصد زندگی نہیں بلکہ مقصد زندگی کے حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ اور جو لوگ حُبّ زر اور حُبّ دنیا (جاہ و حشم و قار و تکبر) کی طرف بڑھتے ہیں وہ ہی بھٹک جاتے ہیں۔ چنانچہ آیت ھٰذا میں اسی فریب و گمرہی کے خلاف تنبیہ ہے کہ آدمی زر واولاد کی محبت میں اللہ کی یاد سے غافل نہ ہو جائے ورنہ وہ خسارے کا سودا کرے گا۔

یہ مال و دولت دنیا یہ رشتہ و پیوند
بتانِ وہم و گماں لاالٰہ الا اللہ

حکم نمبر ۱۰۰۵

ہم نے تم کو جو رزق دیا ہے اس میں سے راہِ حق میں خرچ کرو ایسا نہ ہو کہ تم میں سے کسی کو موت آجائے اور وہ یہ کہے ''اے میرے رب تو نے مجھے اور تھوڑی مہلت نہ دی کہ میں صدقہ کر کے صالحین میں شامل ہو جاتا''۔

سُوْرَةُ الْمُنٰفِقُوْن آیت نمبر ۱۰

ارشاد ہے کہ ''وَ اَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْ لَاۤ اَخَّرْتَنِيْۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَ اَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ۝۱۰''

اور خرچ کرو (اللہ کی راہ میں) اس رزق میں سے جو تم کو دیا گیا ہے قبل اس کے کہ تم میں سے کسی کو موت آجائے اور وہ کہے کہ اے میرے رب تو نے مجھے اور تھوڑی مہلت کیوں نہ دی کہ میں صدقہ دے کر صالحین میں شامل ہو جاتا۔

حکم سابقہ میں جو اموال و اولاد کی محبت کے خلاف اللہ کی یاد سے غافل نہ ہونے کی تنبیہ کی گئی ہے۔ اس آیت پاک میں اس کے ایک پہلو یعنی ''حُب زر'' کی وضاحت ہے۔ اسلامی معاشی اصول یہ ہے کہ اپنی بنیادی ضرورتوں کی تکمیل کے بعد جو بھی ہو وہ اللہ کی راہ میں اقارب و مساکین و مسافرین و مستحقین میں اور ضرورت ہو تو جہاد کے لیئے خرچ کیا جائے پیسہ بچا کر سونے اور چاندی کی شکل میں جمع کر کے (بینک بیلنس وغیرہ) رکھنا اور اللہ واسطہ خرچ نہ کرنا موجب عذاب الیم ہے

بلکہ خرچ کرنے میں تاخیر بھی ناپسندیدہ عمل ہے۔ ہو سکتا ہے کہ تاخیر کے نتیجے میں خرچ کرنے سے پہلے موت آجائے اور پھر پچھتانا پڑے۔ سچ تو یہ ہے کہ جو اللہ کے واسطے خرچ کیا گیا وہ ہی بچت ہے اور جو بچا کے رکھا گیا وہ اپنے لیئے نہیں، بلکہ اوروں کے لیئے ہے۔ اسلامی معاشی قانونِ صرف "محل و مقدار" کی مناسبت سے مستحقین پر خرچ کرنا ہے بچانا نہیں ہے۔

راقم اکثر کہتا ہے اللہ والوں کے ہاتھ میں دولت ایسے ہے جیسے "خازن کیشئر" کے پاس ہوتی ہے کہ بظاہر تو اس کے ہاتھ میں پیسہ بہت ہوتا ہے، مگر وہ حسب حکم مقررہ مدّات میں خرچ کرنے کا پابند ہے۔ اسی طرح اللہ کا دیا ہوا زر و مال و اسباب ہے کہ وہ حقیقت میں ملکیت اللہ کی ہے مگر اس کو اپنے ہاتھوں مقررہ مدّات میں ہی خرچ کرنا مناسب بلکہ ضروری ہے۔

حکم نمبر ۱۰۰۶

کفر کرنے والوں کو یہ زعم (گمان یا خوش فہمی) ہے کہ وہ مرنے کے بعد اٹھائے نہیں جائیں گے۔ آپ ان سے کہہ دیجئے کہ میرے رب کی قسم تم ضرور اٹھائے جاؤ گے اور پھر تم کو بتا دیا جائے گا جو تم (دنیا میں) کرتے رہے ہو اور یہ میرے اللہ کے لیئے بہت آسان ہے۔

سُوْرَةُ التَّغَابُن	آیت نمبر ۷

ارشاد ہے کہ "زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا ۭ قُلْ بَلٰى وَ رَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ۭ وَذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝" کافروں کا دعویٰ گمان یا غلط فہمی یہ ہے کہ وہ

مرنے کے بعد دوبارہ زندہ نہیں کئے جائیں گے۔(اے رسول ﷺ) آپ ان سے کہہ دیجیئے کہ میرے رب کی قسم تم ضرور اٹھائے جاؤ گے (مرنے کے بعد) اور پھر تم کو بتادیا جائے گا جو کام تم کرتے رہے ہو اور یہ اللہ کے لیئے بہت آسان ہے۔

اسبابِ ظاہرہ تک محدود نظر رکھنے والے مادہ پرستوں کے نزدیک زندگی صرف ولادت سے موت تک کی مدّت ہے مگر زندگی کا بھرپور تصور رکھنے والے صاحبانِ بصیرت وہدایت جانتے اور مانتے ہیں کہ زندگی ولادت و حمل سے قبل بھی کچھ تھی (ازل میں) اور مرنے کے بعد بھی کچھ ہے (ابد تک)

مر کے ٹوٹا ہے کہیں سلسلۂ قید حیات
صرف اتنا ہے کہ زنجیر بدل جاتی ہے

عقیدۂ اسلامی کے مطابق زندگی ایسی ہے جیسے اذان اور نماز کے درمیان کا وقفہ ہو کہ جب مسلم گھرانوں میں بچہ پیدا ہوتا ہے تو اذان دی جاتی ہے اور جب مرتا ہے تو نماز پڑھائی جاتی ہے، مگر جو لوگ ہدایت یافتہ نہیں ہیں وہ یہی سمجھتے ہیں کہ زندگی موت کے ساتھ ختم ہو جاتی ہے۔ قرآن حکیم کے مطابق مرنے کے بعد پھر سے زندہ ہونا، اللہ کے حضور جمع ہونا پھر حساب کتاب اور جنت یا دوزخ میں ہمیشہ ہمیشہ رہنا ہے۔ کہ فنا تو زمین پر جو کچھ ہے اس سب کے لیئے ہے۔ اسی حوالے سے رسولِ پاک ﷺ سے فرمایا گیا ہے کہ آپ منکرین کو اپنے رب کی قسم کھا کر بتادیں یا سمجھادیں یا کہہ دیں کہ تم مرنے کے بعد دوبارہ ضرور زندہ کیئے جاؤ گے اور وہاں بتادیا جائے گا کہ تم دنیا میں کیا کرتے رہے ہو اور یہ بات (چاہے عقل عامہ کے نزدیک مشکل ہی کیوں نہ نظر آئے) میرے رب کے لیئے یہ بہت آسان ہے۔

اگر انسان اپنے تخلیقی عمل یعنی نطفے کی نوعیت، اس کے اتصال جنین کی قبل از پیدائش نشوونما، جنس کے تعین، اعضا کے مناسب وظائف نیز دیگر عضویاتی، کیمیاوی اور نفسیاتی اعمال کی وقوع پذیری پر غور کرے تو اس کو بے شک یہی کہنا پڑے گا کہ جس نے پہلی بار پیدا کیا عام انسان کو۔۔۔ اور آدم علیہ السّلام کو بغیر ماں، باپ کے۔۔۔ بی بی حوّا کو بغیر ماں کے۔۔۔ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو بغیر باپ کے۔۔۔ حضرت اسحاق علیہ السّلام کو بانجھ ماں کے شکم سے۔۔۔ اور حضرت یحییٰ کو ضعیف باپ سے جو توانائیاں کھو چکا تھا۔۔۔ تو بے شک مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنا اس (اللہ) کے لیئے، کوئی مشکل نہیں ہے۔

حکم نمبر ۱۰۰۷

اور تم ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ پر اور اس روشنی (نور۔ قرآن) پر جس کو نازل کیا گیا۔۔ اور یہ کہ اللہ تمہارے ان سب اعمال سے واقف ہے جو تم کرتے ہو۔

سُوْرَةُ التَّغَابُن	آیت نمبر ۸

ارشاد ہے کہ "فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ النُّوْرِ الَّذِیْۤ اَنْزَلْنَا ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ﴿۸﴾" اور لاؤ ایمان اللہ پر اور اس کے رسول صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ پر اور اس نور پر جو نازل کیا گیا اور اللہ تو ان سب سے باخبر ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔

اسلام کا تصور ایمان پانچ عوامل پر مشتمل ہے:۔

۱۔ وہ ذات پاک واحد ولاشریک ہے۔ جس نے ہدایت یانور ہدایت کو نازل فرمایا۔

۲۔ اللہ کے فرشتے اور خاص کر جبریل علیہ السّلامجن کے ذریعے کتاب اللہ باطن سے ظاہر میں منتقل کی گئی۔

۳۔ نور ہدایت یعنی قرآنِ پاک اور دیگر آسمانی کتب۔

۴۔ وہ ذاتِ اقدس محمد ﷺ جن پر قرآن پاک یا نور ہدایت نازل ہوا نیز دیگر انبیا جن پر کتب اور صحیفے نازل ہوئے۔

۵۔ کتبِ الٰہی میں بیان کردہ حقائق واحکام خاص کر عقیدۂ آخرت اور وحدانیّت۔

مندرجہ بالا پانچ میں سے آیاتِ ھٰذا میں تین اساسی باتوں پر ایمان لانے کا حکم ہے:

اوّل۔ اللہ۔۔۔۔واحد ولاشریک معبود

دوم۔ رسول اللہ۔۔۔۔نبی آخر الزّماں۔ خاتم المرسلین ﷺ جن کی صداقت تسلیم کرنا اور ان کے احکام کی تعمیل ہی ایمان ہے۔

سوم۔ قرآنِ حکیم۔۔۔۔نور ہدایت سب کے لیئے جس کی صداقت تسلیم کرنا اور اس کے احکام کی تعمیل ہی ایمان ہے۔

ایمان لانے کے حکم کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے کہ تم کفر و شرک کرو یا منافقت یا صدقِ دل سے ایمان لا کر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کے طور پر اعمال صالحہ انجام دیتے رہو تقویٰ کرتے رہو۔ تم جو کچھ بھی کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کی پوری پوری خبر رکھتا ہے۔

حکم نمبر ۱۰۰۸

اور اللہ کی اطلاعات کرو اور رسول ﷺ کی اطاعت کرو اور اگر تم اطاعت نہ کروگے تو ہمارے رسول ﷺ کے ذمہ تو بس واضح کر کے ہدایت / پیام پہنچادینا ہے۔

سُوْرَةُ التَّغَابُن آیت نمبر ۱۲

ارشاد ہے کہ "وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۲﴾ "اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول پاک ﷺ کی اور اگر تم منہ موڑو گے (یعنی تسلیم نہ کروگے) تو ہمارے رسول ﷺ کی ذمہ داری (تم سے تسلیم کروانا نہیں بلکہ) ہمارا حکم اور پیغام تم کو وضاحت کے ساتھ بتادینا ہے۔

آیتِ ھٰذا میں کھلا ہوا حکم اطاعت کا ہے جس کے لیئے فرمایا جاچکا ہے کہ رسول ﷺ کی اطاعت بھی اللہ کی ہی اطاعت ہے۔ یعنی احکام الٰہی (قرآن پاک) کی طرح احکامِ رسول ﷺ (احادیث رسول ﷺ) کو تسلیم کرنا اور ان کی تعمیل بھی ضروری ہے۔۔۔ اور اگر وہ لوگ جن تک ہمارا پیغام اور ہماری ہدایت رسول پاک ﷺ نے واضح طور پر کھول کھول کر پہنچادی ہیں اگر وہ تسلیم و تعمیل نہ کریں بلکہ ان سے منہ پھیرلیں تو اس کا مواخذہ؟ رسول ﷺ پر نہیں منہ موڑنے والو سے ہی کیا جائے گا اس لیئے کہ کار رسالت تسلیم کروانا نہیں حکم پہنچادینا ہے۔ اور حکم سابقہ میں یہ بھی بتادیا گیا ہے کہ تم جو کچھ تسلیم و تعمیل یا انکار و تردید کرو اللہ اس سب سے پوری طرح باخبر ہے۔۔۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو جب یوم حشر تم اللہ کے حضور جمع کئے جاؤ گے تو تم کو تمہارے اعمال اور ان کا انجام معلوم ہو جائے گا۔ جزا و جنت یا عذاب و جہنم!۔

حکم نمبر ۱۰۰۹

اللہ وہ ہے کہ جس کے سوا کوئی معبود یعنی لائق عبادت نہیں ہے اور ایمان والوں کو تو اللہ پر ہی بھروسہ کرنا چاہیئے۔

سُوْرَةُ التَّغَابُن آیت نمبر ۱۳

ارشاد ہے کہ "اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۳﴾ "اللہ ہے وہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور مومنوں کو اللہ پر ہی بھروسہ رکھنا چاہیئے۔

احکام سابقہ میں اللہ پر ایمان لانے اور اس کی اطاعت کے احکام بیان کرنے کے بعد آیت ھٰذا میں اللہ تعالیٰ کی ایک ایسی بڑی صفت عالیہ بیان کی گئی ہے جس کو تسلیم کرنے کے بعد اطاعت واعمال صالحہ کے دروازے کھل جاتے ہیں اور وہ صفت اللہ کا معبود واحد ہونا ہے۔ پہلے بیان کیا جاچکا ہے کہ انسان کو عبادت کرنے کے ہی لیئے پیدا کیا گیا ہے اور عبادت کے معنی تسلیم واظہار عبدیت کے ہیں یعنی عبادت دو عوامل پر مشتمل ہے۔

اول۔ اللہ کو معبود واحد تسلیم کرنا یعنی اس کے ساتھ عبادت میں کسی غیر کو شامل نہ کرنا۔۔۔یا شرک سے بچنا۔

دوم۔ خود کو عبد وعابد ماننا اور اس کے مطابق ہی عمل کرنا۔

معبود اکبر ہے۔۔اور بندہ عاجز ہے۔اللہ کے ساتھ "عجز" اور بندے کے ساتھ "کبر" گناہ عظیم ہے۔کہ شیطان کو کبر کرنے پر ہی مردود کیا گیا۔۔۔اور ہمارے سرکار صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے اپنے لیئے "عبد عاجز" کا لقب پسند فرمایا چنانچہ مومنین کو عبادت کرنے کا حکم اللہ ورسول صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے بتائے

ہوئے طریقے کے مطابق ہے۔۔۔۔ اور ساتھ ہی حکم ہے مومنین کو اللہ پر توکل کرنے کا اور توکل کے معنیٰ (جیسا کہ بعض لوگوں کو غلط فہمی ہے) ہاتھ پر ہاتھ چھوڑ کر بے عملی کے ساتھ بیٹھ جانے کے ہرگز نہیں ہیں۔۔۔ بلکہ توکل ایک نہایت ہی اعلیٰ درجہ کا نفسیاتی رویّہ ہے، جس کے معنیٰ احکام وہدایات کے مطابق پوری بصیرت وتدبیر سے بھرپور عمل کرکے نتائج کو اللہ کی مرضی پر چھوڑ دینے کے ہیں۔ اس طریقے پر زندگی گزارنے والے کو نہ تو کوئی غم ہوتا ہے اور نہ کوئی خوف اور یہ خصوصیت اللہ کے دوستوں کی ہے کہ وہ اللہ پر ہی توکل کرتے ہیں۔

دورِ حاضر کی زبان میں کہا جاسکتا ہے کہ آج Tension اور Frustration میں وہی لوگ مبتلا ہیں جو اللہ پر توکل نہیں کرتے۔ معمولی حدود میں تو Tension اور Frustration دنیاوی زندگی کا لازمہ ہے مگر اس کا حد سے بڑھ جانا نفسیاتی مرض ہے جو توکل نہ کرنے سے پیدا ہوتا ہے!

حکم نمبر ۱۰۱۰

اے ایمان والو! بے شک تمہاری بیویوں اور اولاد میں سے کچھ تمہارے مخالف (تم سے اختلاف کرنے والے) بھی ہیں ان سے اپنا بچاؤ کرتے رہو یا ہوشیار رہو اور اگر ان کو معاف کردو، درگزر کردو۔۔۔ ان کی غلطی اور خطا بخش دو تو اللہ بھی بخشنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔ بے شک تمہارا مال اور اولاد ایک آزمائش ہے اور اللہ کے پاس بڑا اجر ہے۔

سُوْرَةُ التَّغَابُن — آیت نمبر ۱۴۔۱۵

محولہ بالا آیات کی شانِ نزول یہ ہے کہ فتح مکہ سے قبل کچھ مومنین مکے میں ہی رہ گئے تھے اور جب انہوں نے ہجرت کرکے مدینۂ منورہ جانا چاہا تو ان کی بیویوں اور اولاد نے ان کو یہ کہہ کر ہجرت سے روکا کہ تمہارے چلے جانے کے بعد کفار ہم کو شدید نقصان پہنچائیں گے اور جب فتح مکہ کے بعد مدینے سے مہاجرین واپس مکے پہنچے تو بیویوں اور اولاد کے کہنے پر ہجرت سے رک جانے والے مومنین نے دیکھا کہ مدینے میں سرکار ﷺ کے ساتھ رہنے والے صحابۂ کرام کی تو بہت اعلیٰ تربیت ہو چکی ہے اور وہ معاملات دین میں ماہر ہو چکے ہیں یہ دیکھ کر مکے کے مومنین کو ہجرت نہ کرنے کا بڑا صدمہ ہوا اور وہ ہجرت سے روکنے والی اولاد اور بیویوں کے ساتھ سخت ہو گئے۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں اور ارشاد ہوا کہ "یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَ اَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ۚ وَ اِنْ تَعْفُوْا وَ تَصْفَحُوْا وَ تَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۴﴾ اِنَّمَاۤ اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ؕ وَ اللّٰهُ عِنْدَهٗۤ اَجْرٌ عَظِیْمٌ ﴿۱۵﴾" اے ایمان لانے والو! تم میں سے بعض کی بیویاں اور اولاد تمہارے سامنے سرکشی کرنے اور حد سے تجاوز کرنے والے ہیں (عام ترجمہ لفظ دشمن کیا جاتا ہے اور غالباً یہاں مفہوم اختلاف کرنے والوں کا یا بات نہ ماننے والوں کا یا کارِ خیر سے روکنے والوں کا ہے) تو ان سے پرہیز واحتیاط کرو (یہاں شارحین نے "فَاحْذَرُوْهُمْ" کا ترجمہ ان سے بچتے رہو یا دور رہو کیا ہے مگر آیت ھٰذا میں آگے والا حکم ان کو معاف کرنے اور درگزر کرنے کا اور بخش دینے کا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ حکم دشمن سمجھ کر بچتے رہنے کا نہیں بلکہ اختلاف رائے کرنے والوں سے محتاط رہنے کا ہے) اور اگر تم ان کو معاف کر دو اور درگزر کرو اور بخش دو تو اللہ بھی بخشنے والا مہربان ہے۔ (یعنی اس عمل سے اللہ تم پر مہربان ہو گا یا یہ کہ ان پر یہ اللہ کی مہربانی ہو گی۔)

اگلی آیت (نمبر ۱۵) میں ارشاد ہے کہ بے شک تمہارے اموال و اولاد تمہارے لیئے فتنہ ہیں (یہاں فتنہ سے مراد آزمائش یا پرکھنے کے اسباب سے ہے کہ دنیا میں اموال و اولاد کی محبت میں مبتلا ہو کر آدمی اللہ کی یاد سے غافل نہ ہو جائے) اور اللہ کے پاس اجرِ عظیم ہے۔

مراد یہ کہ اگر اموال و اولاد کے ساتھ والدین کا برتاؤ نفسانی سطح کا نہ ہو بلکہ اللہ اور رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے احکام کے مطابق ہو تو اس عمل کا بدلہ جو اللہ کی طرف سے ہے وہ بہت ہی بڑا ہے۔

حکم نمبر ۱۰۱۱

اپنی استطاعت بھر اللہ واسطے پرہیزگاری اختیار کرو (اور جو حکم ملے) سنو اور اطاعت کرو۔ اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو کہ یہ ہی تمہارے لیئے بہتر ہے اور جو حرصِ نفس (بخل) سے بچ گئے وہی فلاح پانے والے کامران و کامیاب ہیں۔

سُوْرَۃُ التَّغَابُن	آیت نمبر ۱۶

ارشاد ہے کہ "فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَ اسْمَعُوْا وَ اَطِيْعُوْا وَ اَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ ؕ وَ مَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۶﴾" اور حسب استطاعت اللہ کے لیئے تقویٰ کرتے رہو اور (احکام و ہدایات کو) سنو اور اطاعت کرو اور اللہ کی راہ میں خرچ

کرتے رہو اور جس نے اپنی حفاظت کی اپنے نفس کے بخل سے۔۔وہ لوگ فلاح پانے والے (کامیاب)لوگ ہیں۔

آیت ھٰذا میں پہلا حکم اپنے مقدور بھر یعنی جس قدر بھی ممکن ہوسکے خود اللہ کے احکام کے مطابق اس کو خوش اور راضی کرنے کے لیئے برائیوں اور گناہوں سے بچ کر خوف عذاب کے پیش نظر پرہیز گاری اختیار کرو۔۔۔۔دوسرا حکم یہ ہے کہ رسول پاک ﷺ جو فرمائیں اور اللہ کی طرف سے جو احکام ہدایات نازل ہوں ان کو سنو سمجھو اوران کے مطابق اللہ اور اس کے رسول پاک ﷺ کی اطاعت و فرماں برداری کرتے رہو۔۔اور تیسرا حکم یہ ہے کہ اپنے رزق میں سے اللہ واسطے خرچ کرو کہ اسی میں تمہارے لیئے خیر ہے اور اگر اس کے خلاف تمہارا نفس تم کو بخل پر مائل کرے تو اس سے خود کو بچاؤ کہ جس شخصنے راہِ خدا میں مال خرچ کرنے کے خلاف نفس کے بخل سے اپنی حفاظت کی وہ ہی کامیاب ہوا یا فلاح پا گیا۔ انفاق کے ہی حوالے سے آیات نمبر ۱۷ اور ۱۸ میں ارشاد ہے کہ اللہ کو قرض حسنہ دو کہ وہ بڑھا کر تم کو واپس کرے اور تمہاری مغفرت فرمائے۔ قرض حَسَنَہ اللہ کو دینے سے مراد اقرباء و مساکین و مسافرین و مستحقین پر خرچ کرنا ہے اور یہ ایسا ہے کہ جیسے اللہ کو قرضِ حسنہ دیا گیا جس کو وہ بڑھا چڑھا کر واپس کردے گا یعنی اس کا بہترین اجر دے گا اور ایسا کرنے والے کی بخشش بھی فرمادے گا کہ اللہ نیکیوں کا قدردان اور بڑا بردبار ہے۔۔وہ سب چھپے اور کھلے کا جاننے والا غالب اور صاحب حکمت ہے۔

حکم نمبر ۱۰۱۲

رسول ﷺ کی مخاطبت سے مومنین کو طلاق سے متعلق یہ حکم کہ بیوی کو طلاق دی جائے تو عدت (طہر) کے شروع میں۔ نیز دورانِ

عدت ان کے گھر سے باہر نکلنے یا نکالنے پر پابندی۔۔سوائے اس کے کہ وہ کوئی صریح فحاشی کریں ساتھ ہی اپنے رب کے لیئے پرہیز گاری اور تقویٰ کرتے رہنے کا حکم۔

سُوْرَةُ الطَّلَاق — آیت نمبر ا

ارشاد ہے کہ "یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَ اَحْصُوا الْعِدَّةَ ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ ۚ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُیُوْتِهِنَّ وَ لَا یَخْرُجْنَ اِلَّاۤ اَنْ یَّاْتِیْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍ ؕ وَ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَ مَنْ یَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ؕ لَا تَدْرِیْ لَعَلَّ اللّٰهَ یُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا ۝۱" اے نبی ﷺ ! جب طلاق دو تم (لوگ) تو عورتوں اس طرح کہ وہ عدت شروع کر سکیں اور عدت (کے زمانے) کو ٹھیک ٹھیک شمار کرو اور تقویٰ یعنی پرہیز گاری کرتے رہو اللہ واسطے جو تمہارا رب ہے اور مطلّقہ عورتوں کو نہ تم گھر سے نکالو نہ وہ خود نکلیں سوائے اس کے کہ وہ کوئی کھلی فحاشی کریں۔۔اور یہ اللہ کی مقرر کردہ حدیں ہیں اور جو اللہ کی حدود سے (مقرر کردہ) سے تجاوز کرے تو دراصل وہ اپنے نفس پر ظلم کرے گا اور تم یہ نہیں جانتے کہ اس کے بعد بھی اللہ کوئی حکم بیان فرمادے (یعنی مراجعت کی کوئی شکل بنادے)

آیتِ ھٰذا سورۂ طلاق کی پہلی آیت اور اس میں سرکار ﷺ سے مخاطبت فرما کر اہل ایمان پر طریقۂ طلاق واضح فرمایا گیا ہے۔۔۔ طلاق ویسے تو جائز کاموں میں ہے مگر اللہ اور رسول کا ناپسندیدہ عمل ہے کہ اسلام اپنے اخلاقی نظام میں ایسے معاشرے کی تشکیل چاہتا ہے جس میں خاندانی اکائیاں مضبوط و مربوط ہوں کہ ہر فرد کا شجرۂ نسبت واضح اور معتبر رہے

اور بچوں کی پرورش و تربیت کے لیئے والدین کے درمیان تعلقات اِسلامی عقائد کے مطابق خوشگوار رہیں خاندانی اکائیوں کو مربوط و مستحکم رکھنا اور اولاد کی صحت مند نشوونما کے لیئے جدید نفسیاتی اور سماجیاتی تحقیقات کے مطابق بھی لازم ہے یہ امر تحقیق شدہ ہے کہ ٹوٹے ہوئے خاندانوں میں پرورش پانے والی اولاد نفسیاتی اور شخصیاتی سقائم کی آئینہ دار ہوتی ہے جیسا کہ آج کے مغربی معاشرے کے اکثر بچے والد کی زندگی کے باوجود یتیم ہیں اور اکثر ولدیت نامعلوم اور غیر تحقیق شدہ اور غیر معتبر ہے اسی لیئے فی زمانہ مغربی ممالک میں ولدیت میں باپ کے بجائے ماں کے نام کا اندراج کیا جاتا ہے۔

آیتِ ھٰذا میں ''باوجود اجازت طلاق ''ولدیت کو معتبر رکھنے کے لیئے دیئے گئے احکام کی تشریح ہے۔ اسی لیئے ''عدت کا تعین اور شمار'' پرہیز گاری اختیار کرنے۔۔۔ دوران عدت عورتوں کو رہائش فراہم کرنے۔۔۔ اور کفالت کرنے۔۔۔ کے احکام ہیں نیز مراجعت کے امکان کی بھی نشاندہی ہے اور اگلی آیات میں مراجعت ورضاعت کے بھی احکام واضح کر دیئے گئے ہیں۔

حکم نمبر ۱۰۱۳

مطلّقہ بیویوں کو تکمیلِ عدّت کے قریب معروف طریقے سے یا تو اپنے پاس روک لینے یا معروف (بھلے) طریقے سے جدا کر دینے کا۔۔۔ اور اپنوں میں سے دو عاقل مردوں کو اس کا گواہ بنا لینے کا حکم۔ نیز گواہی کو اللہ کے احکام کے مطابق قائم کرنے کی ہدایت۔۔۔ اور اس حکم کو

مومن اور متقی کے لیئے ایسی نصیحت قرار دینا کہ اس کے بعد اللہ (غم و رنج) سے نکلنے کی کوئی سبیل نکال دے۔

سُوْرَۃُ الطَّلَاق آیت نمبر ۲

ارشاد ہے کہ "فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَّ اَشْهِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ وَ اَقِیْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ؕ ذٰلِكُمْ یُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ ۬ؕ وَ مَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۙ﴿۲﴾" اور جب (رجعی طلاق کے بعد مطلّقہ بیویاں) تکمیلِ عدت کو پہنچنے کے قریب ہوں تو یا تو ان کو معروف طریقے سے اپنی زوجیت میں واپس روک لو یا معروف طریقے سے ان کو جدا کر دو اور اپنوں میں سے اس کے دو مرد گواہ بنالو اور (اے گواہی دینے والو) شہادت کو اللہ کے احکام کے مطابق قائم رکھو۔ یہ نصیحت ان کے لیئے ہے جو اللہ پر اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اللہ کے لیئے تقویٰ اور پرہیز گاری کرنے والے کو (غم و رنج سے) نکلنے یا بچاؤ اور نجات کی شکل اللہ کی طرف سے پیدا کئے جانے کی توقع۔

آیت ھٰذا میں پہلی اور دوسری طلاق یعنی طلاق رجعی میں مومنین کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ یا تو عدّت ختم ہونے سے پہلے مراجعت کر کے مطلّقہ بیوی کو واپس لے کر اپنے پاس ہی روک لیں یا پھر ان کو معروف طریقے سے بھلے انداز میں رخصت کر دیں اور ہر دو شکل میں اپنوں میں سے دو مرد گواہ بنالیں اور خود بھی اور گواہی دینے والے بھی اللہ کی بتائی ہوئی شہادت کی پابندی کریں یا اس کو قائم رکھیں۔ اللہ تعالیٰ نے صاحبانِ ایمان و تقویٰ کے لیئے اس حکم کو ایک ایسی نصیحت قرار دیا ہے جس کے بعد غم و رنج سے نکلنے کی اللہ کی طرف کوئی سبیل پیدا ہو سکتی ہے۔

حکم نمبر ۱۰۱۴

اور تمہاری طلاق شدہ وہ عورتیں جو حیض سے مایوس ہو چکی ہیں اگر تم کو ان کی عدّت کے بارے میں شبہ ہو تو ان کی عدّت کی مدت تین ماہ ہے اور یہی مدّت ان کے لیئے بھی ہے جو حائضہ نہیں ہوئی ہیں اور جو حاملہ ہیں ان کے لیئے عدت وضع حمل تک ہے۔ پس جو اللہ کے واسطے پرہیز گاری اور تقویٰ کرے گا اللہ اس کے لیئے سارے کام آسان کر دے گا۔

سُوْرَۃُ الطَّلَاق آیت نمبر ۴

ارشاد ہے کہ "وَ الّٰٓـِٔىْ يَىِٕسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَآىِٕكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ ۙ وَّ الّٰٓـِٔىْ لَمْ يَحِضْنَ ؕ وَ اُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ؕ وَ مَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا ۝۴ "اور تمہاری وہ عورتیں جو مایوس ہو چکی ہوں حیض آنے سے اگر ان کی عدت میں تم کو شمار دشوار ہو جائے تو ان کی عدت تین مہینے کی ہے اور ان کی بھی جن کو ابھی حیض آیا ہی نہیں ہے اور حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل تک ہے۔۔ اور جو اللہ کے لیئے پرہیز گاری کرے اللہ اس کے لیئے کام آسان کر دیتا ہے۔

مطلّقہ خواتین کے لیئے عدت کا دورانیہ حیض کے حساب سے یا "طہر" کی نسبت سے ہے۔ مگر وہ خواتین جن کے ساتھ یا تو حیض بند ہو جانے کے سبب یا حیض شروع ہی نہ ہونے کے سبب (یا حیض کی دیگر بے قاعدگیوں کے سبب) تعین مدت دشوار ہو تو ان کے لیئے تاریخ طلاق سے تین ماہ کی مدت مقرر کر دی گئی ہے اور حیض نہ آنے کی تیسری شکل حاملہ ہونا ہو تو عدت کی مدت وضع حمل تک ہے۔

مندرجہ بالا احکامات کے مطابق تعمیل کرنے کی تنبیہ کے بعد فرمایا گیا ہے کہ جو تقویٰ کرے گا اللہ اس کے لیئے سارے کام آسان کر دے گا۔ یہ ارشاد اس امر کی نشاندہی کرتا ہے کہ احکام طلاق کو بھی تسلیم کرنا اور ان کی خلاف ورزی سے خود کو بچانا بھی تقویٰ کی ہی تعریف میں آتا ہے اور دراصل تقویٰ کے حقیقی معنیٰ احکام و ہدایات کی خلاف ورزی سے ہی خود کو بچانے یعنی پرہیز گاری کے ہیں۔

حکم نمبر ۱۰۱۵

(طلاق سے متعلق) یہ حکم تم پر اللہ کی طرف سے نازل ہوا ہے اور جو تقویٰ کرے گا اللہ کے لیئے اللہ اس کی برائیوں اور گناہوں کو زائل فرمادے گا اور بڑھادے گا اس کے اجر کو۔

سُوْرَۃُ الطَّلَاق	آیت نمبر ۵

ارشاد ہے کہ "ذٰلِكَ اَمْرُ اللّٰهِ اَنْزَلَهٗۤ اِلَيْكُمْ ؕ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُعْظِمْ لَهٗۤ اَجْرًا ۝" "یہ اللہ کا حکم ہے جو اس نے نازل کیا ہے تم پر اور جو تقویٰ کرے گا اللہ کے

لیئے وہ اس سے اس کی برائیاں یا گناہ یا خرابیاں زائل کردے گا اور اس کے لیئے بدلے کو بڑھا دے گا (اجر عظیم عطا کرے گا)۔

طلاق سے متعلق جو احکامات دیئے گئے ہیں آیت ھٰذا میں ان کے لیئے یا ان کے حوالے سے فرمایا گیا ہے کہ اللہ کی طرف سے نازل ہونے والے حکم کی جو پابندی کرے گا اور اس کی خلاف ورزی سے بچتے رہنے کی کوشش یا تقویٰ کرتا رہے گا اللہ تعالیٰ اس کو برائیوں سے نجات دے گا اور جو گناہ یا غلطیاں اس سے سرزد ہو چکی ہیں وہ بھی معاف کر دی جائیں گی اور صرف یہ ہی نہیں بلکہ اس کی نیکیوں کا بدلہ بھی اس کو بڑھا کر دیا جائے گا۔

مندرجہ بالا ارشاد میں کوئی کھلا ہوا حکم تو نہیں مگر برائیوں کا دور ہونا۔۔۔ غلطیوں کا معاف ہونا۔۔۔ اور نیک بدلے میں اضافے کا اعلان ایک ایسی ترغیب ہے جسے بمنزلۂ حکم تعبیر کرنا چاہئے راقم نے ایسے ارشادات کے لیئے "ترغیبی حکم" کی اصطلاح جگہ جگہ استعمال کی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حکم نمبر۱۰۱۶

اپنی طلاق شدہ بیویوں کو وہیں رکھو اپنی حیثیت اور مقدور کے مطابق جہاں تم رہتے ہو اور ان کو تنگ کرنے کے لیئے تکلیف نہ دو اور اگر وہ حاملہ ہوں تو بچہ کی ولادت تک ان کا خرچہ برداشت کرو۔۔ پھر

اگر وہ تمہاری خاطر بچہ کو دودھ پلائیں تو ان کو اس کا معاوضہ دو اور معروف طریقے سے (معاوضہ طے) معاملہ کرو اور اگر بات نہ بنے تو کسی دوسری عورت سے دودھ پلواؤ۔

سُوْرَةُ الطَّلَاق	آیت نمبر ۶

ارشاد ہے کہ "اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَ لَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ ؕ وَ اِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ۚ وَ اْتَمِرُوْا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍ ۚ وَ اِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهٗۤ اُخْرٰى ؕ ۶" ان کو وہیں رہائش دو جہاں تم رہتے ہو اپنی حیثیت کے مطابق اور ان کو ضیق کرنے کے لیئے ضرر نہ پہنچاؤ اور اگر وہ حاملہ ہوں تو ان کا خرچہ ولادت تک برداشت کرو اور اگر وہ تمہاری خاطر بچہ کو دودھ پلائیں تو ان کو اس کا معاوضہ دو اور وہ مروجہ معروف طریقے سے طے کرو اور اگر بات نہ بنے تو کسی دوسری عورت سے دودھ پلواؤ۔

آیت ھٰذا میں مطلّقہ خواتین کے لیئے چار حکم دیئے گئے ہیں۔

اوّل: یہ کہ عدّت پوری ہونے تک مطلقہ بیوی کو شوہر وہیں رہائش فراہم کرے جہاں وہ خود اپنی مقدرت کے مطابق رہائش پذیر ہے۔

دوم: یہ کہ وہ اس مدت میں اپنی ناجائز غایتیں حاصل کرنے کے لیئے بیوی کو ضرر پہنچا کر ضیق یا تنگی میں مبتلا نہ کرے۔

سوم: یہ کہ اگر مطلّقہ بیوی حاملہ ہے تو شوہر ولادت تک اس کے اخراجات برداشت کرے۔

چہارم: یہ کہ بچہ کی ولادت کے بعد رضاعت کا انتظام باپ کو ہی کرنا ہے اگر وہ مطلّقہ بیوی سے ہی رضاعت کروائے (دودھ پلوائے) تو اس کو معاوضہ ادا کرے اور اس کی شرح اپنی بساط اور گنجائش کے مطابق یعنی معاوضہ طے کرے اور اگر معاملہ نہ ہو سکے تو بچہ کو کسی دوسری عورت سے رضاعت کا انتظام کرے اور اس کا بھی معاوضہ باپ کے ہی ذمہ ہوگا۔ اگلی آیت میں حسب استطاعت خرچ کرنے کا حکم ہے جس کا اطلاق حاملہ مطلّقہ کے اخراجات اور رضاعت کے معاوضہ پر بھی ہوتا ہے۔ وضاحت آئندہ حکم میں مندرج ہے۔

حکم نمبر ۱۰۱۷

آسودہ حال لوگ اپنی گنجائش اور سہولت کے مطابق خرچ کریں اور جن کو مالی تنگی ہو تو اللہ نے جو بھی دیا ہے اس کے مطابق خرچ کریں۔ اللہ کسی کو اس کی برداشت یا گنجائش سے زیادہ مکلّف نہیں کرتا اور وہ جلد ہی تنگی کے بعد فراخی عطا کرے گا۔

سُوْرَةُ الطَّلَاق	آیت نمبر ۷

ارشاد ہے کہ "لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ وَ مَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰىهُ اللّٰهُ ؕ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰىهَا ؕ سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا ۝" صاحب

وسعت اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرے اور جس کے رزق میں تنگی ہو وہ اس کے مطابق خرچ کرے جو اس کو اللہ نے دیا ہے۔ اللہ کسی کو اس سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا (مکلف نہیں کرتا) جتنا اس نے دیا ہے اور وہ عنقریب تنگدست کو سہولت اور آسانی عطا فرمائے گا۔

آیت ھٰذا میں ویسے تو اپنی مالی حیثیت کے مطابق خرچہ کرنے کا عام حکم ہے مگر یہ بات چونکہ بچہ کی رضاعت کے معاوضے کے فوراً بعد کہی گئی ہے اور وہاں یہ بھی فرمایا ہے کہ معاوضہ طے کرو باہم مشاورت سے اور اس کے بعد بھی کہا کہ اگر تم باہم ضد یا تنگی کرو تو کسی دوسری عورت سے دودھ پلواؤ اس سے یہ بات بھی اخذ کی جاسکتی ہے کہ صاحب استطاعت بچہ کو دودھ پلانے کا معاوضہ اپنی گنجائش کے مطابق طے کرے ساتھ ہی یہ بھی اخذ ہوتا ہے کہ اولاد کی پرورش میں اپنی حیثیت کے مطابق خرچ کرنا چاہیئے اور اگر کوئی بہت تنگدست ہے اور وہ احکام الٰہی کے مطابق اخراجات کرتا ہے تو اللہ جلد ہی اس کی مالی تنگی دور کرکے آسانی فراہم کردے گا۔ اس اصول کو پرورش اطفال کے علاوہ بھی زندگی کے ہر گوشے میں اپنانا چاہیئے اور خاص کر اللہ واسطے کے خرچ میں بخل سے بچنا ضروری ہے۔ قرآن حکیم میں بیان کردہ احکام سے متعلق "صرفِ دولت" یا خرچ کرنے کے درج ذیل چار اصول متعین ہوتے ہیں۔ یہ اصول راقم کے استاد محترم مولانا منتخب الحق مرحوم نے ایک لیکچر میں واضح فرمائے تھے۔

بنیادی اصول یہ ہے کہ دولت "مقدار و محل کی نسبت سے خرچ کی جائے۔

اوّل۔ اسراف نہ ہو۔ مقدار سے زیادہ خرچ

دوم۔ تبذیر نہ ہو۔ بے محل غیر ضروری خرچ

سوم۔ بخل نہ ہو۔ محل پر خرچ نہ کرنا

چہارم۔ تقطیر نہ ہو۔ مناسب مقدار سے کم خرچ کرنا

مندرجہ بالا چار اصول ملحوظ رکھنے سے محولہٗ بالا حکم کی پوری طرح تعمیل ہو جاتی ہے۔

حکم نمبر ۱۰۱۸

جن لوگوں نے اپنے رب اوراس کے رسولوں ﷺ کے احکام سے سرکشی کی اللہ نے ان کے لیئے سخت عذاب تیار کرر کھاہے۔تو اے ایمان لانے والے سمجھدار لوگو!اللہ کے لیئے تقویٰ کرتے رہو۔اللہ نے تمہارے لیئے نصیحت (والی کتاب یعنی قرآنِ حکیم)نازل فرمادی ہے۔

سُوْرَةُ الطَّلَاق	آیت نمبر ۱۰

ارشادہے کہ "اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ۙ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰٓاُولِى الْاَلْبَابِ ۚ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۟ۛ قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا ۙ﴿۱۰﴾ "تیاریا مہیا کرر کھاہے اللہ نے ان کے لیئے شدید عذاب (آخرت میں) تواے ایمان لانے والے عقلمند سمجھدار لوگو!اللہ کے لیئے تقویٰ کرتے رہویقیناً۔۔۔۔ بے شک اللہ نے تمہارے لیئے ایک نصیحت یعنی کتاب(قرآنِ حکیم) کونازل فرمادیاہے۔

آیت ھٰذا میں عذاب شدید کے حوالے سے پہلی آیات کے مطابق "ان کے لیئے" (لَهُمْ) کا اشارہ ان اجڑی ہوئی بستیوں کے لوگوں کی طرف ہے جنہوں نے اللہ اوراس کے رسولوں کا حکم نہ مان کر سرکشی کی اوراس پر ان کا سخت محاسبہ کیا گیااور ان کو بدترین سزادی گئی ان کے لیئے آخرت میں بھی شدید عذاب تیار ہے۔اس حوالے کے ساتھ ایمان لانے والے سمجھدار لوگوں سے مخاطبت کرکے اللہ کے لیئے گناہوں اور برائیوں سے بچتے رہنے یعنی تقویٰ کرنے کا حکم

ہے اور ساتھ یہ بھی فرمادیا ہے کہ اللہ نے تمہارے لیئے واضح نصیحت نازل فرمادی ہے کہ تم اس کے مطابق عمل کر کے متّقی بن سکتے ہو۔

حکم نمبر ۱۰۱۹

اے نبی ﷺ آپ اپنے اوپر اس کو کیوں حرام کرتے ہیں جو اللہ نے آپ کے لیئے حلال کیا ہے۔ آپ اپنی بیویوں کی مرضی پوری کرنی چاہتے ہیں؟ اور اللہ بڑا بخشنے اور معاف فرمانے والا ہے۔

سُوْرَةُ التَّحْرِيْم	آیت نمبر ا

ارشاد ہے کہ "يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ① "اے نبی ﷺ آپ کیوں حرام کرتے ہیں (اپنے لیئے) وہ جو اللہ نے آپ کے لیئے حلال کیا ہے۔ کیا اپنی بیویوں کی مرضی پوری کرنے کے لیئے؟ اور اللہ بڑا بخشنے اور رحم فرمانے والا ہے۔

تحریم کے معنٰی حرام کرنے کے ہیں اور سورۃ ھٰذا کی پہلی آیت میں چونکہ حضور ﷺ سے مخاطب ہو کر حلال کی ہوئی چیزوں کو از خود اپنے اوپر حرام کرنے سے روکا گیا ہے اسی نسبت سے سورۂ ھٰذا موسوم کی گئی ہے۔ آیت ھٰذا کی شان نزول یا اس کا پس منظر یہ ہے سرکار دوعالم ﷺ بعدِ عصر ازواجِ مطہرات کے ہاں تھوڑی تھوڑی دیر قیام فرماتے تھے مگر بی بی زینب آپ کو شہد پیش کرتی تھیں اس کے سبب وہاں کچھ وقفہ بڑھ جاتا تھا۔ بی بی زینب کے ہاں زیادہ قیام

ترک کروانے کے لیئے بی بی عائشہ صدیقہ اور بیوی حفصہ نے باہم مشاورت کر کے سرکار ﷺ کے منہ سے بو آنے کا ذکر کیا جس پر سرکار ﷺ نے فرمایا کہ میں نے زینب کے ہاں شہد پیا تھا اب نہیں پیوں گا۔ اسی طرح حضرت حفصہ کو خوش رکھنے کے لیئے بی بی ماریہ قبطیہ کے پاس نہ جانے کا بھی فیصلہ کر لیا۔ اس پر یہ آیت پاک نازل ہوئی اور اس میں رسولِ پاک ﷺ کے حوالے سے مومنین کو بتایا گیا کہ اللہ نے جو چیزیں جائز اور حلال کی ہیں ان کو خود پر حرام قرار دینا اصول کے مطابق نہیں ہے الّا یہ کہ وہ طبی بنیاد پر پرہیز ہو۔

حکم نمبر ۱۰۲۰

اللہ نے تمہارے لیئے تمہاری قسموں کا کفّارہ فرض (مقرر) کر دیا ہے اور اللہ تمہارا کارساز مولیٰ ہے۔۔ اور وہ ہر چیز کا جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

سُوْرَةُ التَّحْرِيْم	آیت نمبر ۲

ارشاد باری ہے "قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ ۚ وَاللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝" "اللہ نے تمہارے لیئے تمہاری قسموں کا کفارہ مقرر (فرض) کر دیا ہے اور اللہ تمہارا (کارساز) مولیٰ ہے اور وہ سب کچھ جاننے والا صاحب حکمت ہے۔

بعض افراد کا یہ رویّہ پہلے بھی رہا ہے اور آج بھی ہے کہ وہ ارادتاً یا جذبات میں آ کر یا نا سمجھی سے بعض ایسے کام نہ کرنے کی قسم کھا لیتے ہیں جو اللہ نے جائز کیئے ہیں اور جو شیلی قسم کھانے کے بعد

اس پر پشیمان بھی ہوتے ہیں مگر قسم کی بندش میں ہونے کے سبب کچھ کر نہیں سکتے۔ ایسی صورت حال سے نکلنے کے لیئے اور بعض تراجم کے مطابق اپنی قسمیں کھولنے کے لیئے اللہ تعالیٰ نے قسموں کا کفارہ مقرر فرمادیا ہے جو بالعموم مساکین و مستحقین کو کھانا کھلانا یا استعداد نہ ہونے کی شکل میں روزے یا دیگر کوئی کار خیر ہو سکتا ہے۔ کفارہ مقرر کر کے اپنے بندے کو کھائی ہوئی قسم کی قید سے آزاد کر دینے کے بعد ارشاد کیا ہے کہ اللہ تمہارا مولا ہے اور سب کچھ جاننے اور حکمت والا یعنی علیم و حکیم ہے۔ مولا کے معنٰی مدد گار، کارساز اور مہربان اور آزاد کرنے والے کے بھی ہیں۔ اس مفہوم میں اللہ نے بندے کو قسم کی قید سے آزاد کر کے چونکہ بندے پر مہربانی، کارسازی اور اس کی مدد کی ہے اسی لیئے اس حکم کے ساتھ خود کو بندے کا مولا کہا ہے اور وہ بھی صاحبِ علم و حکمت۔ سبحان اللہ۔

حکم نمبر ۱۰۲۱

ازواجِ مطہرات کو رسول ﷺ سے چھپ کر باہم راز داری پر اور دل میں ٹیڑھ پیدا ہونے پر توبہ کی ترغیب۔۔ اور اللہ اور جبریل علیہ السّلام اور صالح مومنین و ملائکہ کا رسول ﷺ کے پشت پناہ ہونے کا اعلان۔

سُوْرَةُ التَّحْرِيْم آیت نمبر ۴

ارشاد ہے کہ "اِنْ تَتُوْبَآ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا ۚ وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ ۝۴" اگر تو

بہ کرو تم دونوں اللہ کے حضور (تو بہتر ہے تمہارے لیئے) کہ تمہارے قلوب ہٹ گئے تھے سیدھی راہ سے اور اگر تم دونوں نبی ﷺ کے معاملے میں ایکا (ایک دوسرے کی معاونت ورازداری) کرو تو اللہ اور جبریل اور صالح مومنین اور فرشتے نبی پاک ﷺ کے ساتھ مدد کے لیئے ہیں۔

آیت ھٰذا میں حوالہ اس واقعے کا ہے جب سرکار ﷺ نے بی بی حفصہ سے بی بی ماریہ قبطیہ کے حوالے سے کچھ رازداری کی بات کی تھی اور دوسروں سے اس کا ذکر نہ کرنے کی ہدایت بھی کی تھی اور اس کے علاوہ حضرت عمر (بی بی حفصہ کے والد) سے متعلق ایک خوشخبری بھی دی تھی جس کی یقینی وضاحت دستیاب نہیں ہے اور اپنی زوجہ محترمہ کو راز افشانہ کرنے کی ہدایت بھی کی تھی اور اس کے علاوہ ایک اور معاملے بھی جس کا ذکر شہد نہ کھانے کے حوالے سے سابقہ حکم میں آچکا ہے شاملِ گفتگو تھا۔۔۔ مگر بی بی حفصہ وفورِ جوش میں راز قائم نہ رکھ سکیں اور انہوں نے بی بی عائشہ سے اس کا راز دارانہ تذکرہ کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کو اس افشائے راز سے مطلع فرمادیا۔ اس پس منظر میں آیت ھٰذا نازل ہوئی۔

آیت ھٰذا میں مخاطبت یا حکم تو دو ازواج مطہرات کے لیئے ہے مگر تمام ہی مومنین کو درپردہ سخت تنبیہ ہے حضور سے چھپ کر راز داری کرنے کی یا آپ کے حکم کے خلاف راز افشا کرنے کی۔ ایسی حرکت کو موجب توبہ قرار دے کر دل میں پیدا ہونے والی ٹیڑھ کہا گیا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی وضاحت ہے کہ اگر کوئی آپ ﷺ کے خلاف راز داری کرے بھی تو اللہ خود اور اس کے فرشتے خاص کر جبریل علیہ السلام اور صالح مومنین رسول ﷺ کے مددگار ہیں۔۔۔ اللہ، جبریل اور صالحین کے اس حوالے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کے خلاف راز داری سے اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو جبریل کے ذریعے مطلع فرمادے گا اور صالحین یعنی تمام ہی نیک بندے سرکار ﷺ کے مددگار معاون ہوں گے بلکہ معاون ومددگار ہیں اور اگر کسی نے ایسا کیا ہے تو اس کو توبہ کرکے اپنے دل کی ٹیڑھ نکال دینی چاہیئے۔

حکم نمبر ۱۰۲۲

اے ایمان لانے والے لوگو (مومنو) تم خود کو اور اپنے اہل وعیال کو جہنم کی آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں اور جس پر فرماں بردار طاقتور فرشتے مقرر ہیں۔

سُوْرَۃُ التَّحْرِیْم آیت نمبر ۶

ارشاد ہے کہ "یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَارًا وَّ قُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ عَلَیْهَا مَلٰٓىٕكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا یَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمْ وَ یَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ ۝۶ "اے ایمان لانے والو بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال / گھر والوں کو جہنم کی آگ سے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں اور جس پر تند خو / سخت مزاج والے فرشتے مقرر ہیں جو نافرمانی نہیں کرتے اس حکم کی جو ان کو اللہ سے ملتا ہے اور جو کہا جاتا ہے۔۔۔امر کیا جاتا ہے اس کو بجالاتے ہیں۔

آیت ھٰذا میں بالکل سیدھا سادہ حکم خود کو اور اپنے متعلقیں کو جہنم کی آگ سے بچانے کا ہے جس کے واضح معنیٰ اللہ، رسول، قرآن، فرشتوں اور روز جزا (یوم آخرت) پر ایمان لاکر اعمال صالح انجام دینے اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرنے کے ہیں۔ بالاختصار یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ اللہ کے معبود واحد اور سرکار ﷺ کے رسول ﷺ اللہ ہونے کا اعتراف کرو۔ سرکار ﷺ کی حدیث شریف کے مطابق ہر وہ شخص جس نے صدق دل سے "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" کہا وہ جنتی ہے۔۔۔ مگر یہ ضرور ہے کہ بعض کلمہ پڑھنے والے بھی بطور سزا جہنم کی آگ

کا مزہ چکھیں گے مگر ہمیشہ ہمیشہ اس میں نہیں رہیں گے بالآخر جنّت ہی عطا ہو گی۔ روایت ہے کہ جب اللہ کی طرف سے سرکار ﷺ کے لیئے ارشاد ہوا کہ آپ ﷺ کا رب آپ کو وہ عطا کرے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے تو حسب روایت سرکار ﷺ نے فرمایا میں اس وقت تک راضی نہ ہوں گا جب تک میرا ایک بھی امّتی جہنم میں رہے گا۔ اس کا اِستنتاج یہ ہے کہ ایمان لانا ہی جہنم سے بچنا ہے۔

حکم نمبر ۱۰۲۳

اے ایمان لانے والو! توبہ کرو اللہ کے حضور سچّی توبہ۔۔۔۔ امید ہے (بعید نہیں) کہ اللہ تم سے تمہاری برائیاں اور گناہ دور کر کے تم کو جنت میں داخل فرمائے گا اور اس دن اللہ اپنے رسول ﷺ اور ان کے ساتھیوں کو رسوا نہیں کرے گا (عزت افزائی فرمائے گا)

سُوْرَةُ التَّحْرِیْم آیت نمبر ۸

ارشاد ہے کہ "یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ؕ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ یُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَیِّاٰتِكُمْ وَ یُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ یَوْمَ لَا یُخْزِی اللّٰهُ النَّبِیَّ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۚ نُوْرُهُمْ یَسْعٰى بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَ بِاَیْمَانِهِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَ اغْفِرْ لَنَا ۚ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝۸ "اے ایمان والو اللہ کے حضور توبہ کرو سچائی والی صدق دل سے توبہ۔ امید ہے کہ اللہ تمہاری برائیاں اور گناہ تم سے دور کر کے تم

کو داخل فرمائے گا جنت میں جس کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔۔۔۔ اور اس دن اللہ اپنے نبی ﷺ اور ان کے ساتھ والے اہل ایمان کو رسوا نہیں کرے گا اور ان کا نور ان کے آگے آگے اور داہنی جانب دوڑ رہا ہو گا اور وہ کہہ رہے ہوں گے کہ اے ہمارے رب! ہم پر تمام کر دے نور اور ہم سے درگزر فرما۔ بے شک تجھ کو ہر شئے پر پوری قدرت ہے۔

آیت ھٰذا میں اہل ایمان سے توبہ کرنے کے حکم کا مقصد ہی یہ ہے کہ ایمان لانے کے بعد اگر اہل ایمان سے کچھ برائیاں یا گناہ ہوئے ہیں تو آخرت میں ان کی سزا (آگ اور جہنم کی سزا) سے بچنے کے لیئے مرنے سے قبل یعنی اس دنیا میں ہی صدق دل سے اللہ کے حضور توبۃُ النصوح کی جائے۔ یعنی صدق دل سے ایسی توبہ کہ جس کے بعد کی ہوئی غلطی کا اعادہ نہ ہو ایسی توبہ کرنے والوں سے اللہ ان کی برائیاں دور کر کے ان کے گناہ معاف فرما دیتا ہے اور ان کو جنت نصیب ہوتی ہے اللہ کے ارشاد کے مطابق اہل ایمان کا جہنم میں جانا یا سزا پانا دراصل اہل ایمان رسوائی یا ذلت کے مترادف ہے۔ یہاں لفظ "یُخْزِی" کے معنیٰ ہی یہ ہیں کہ اللہ رسوائی اور ذلت سے بچائے گا۔ نبی پاک ﷺ اور ان کے ساتھ ایمان لانے والوں کو۔

حکم نمبر ۱۰۲۴

اے نبی ﷺ کافروں اور منافقوں سے جہاد کیجیئے اور ان کے ساتھ سختی فرمایئے کہ ان کا آخری ٹھکانا جہنم ہے جو بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔

سُوْرَۃُ التَّحْرِیْم	آیت نمبر ۹

ارشاد ہے کہ "یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَ الْمُنٰفِقِیْنَ وَ اغْلُظْ عَلَیْهِمْ ؕ وَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَ بِئْسَ الْمَصِیْرُ ۝۹" "اے نبی! جہاد کیجیۓ منافقوں اور کفار سے اوران کے ساتھ سختی اختیار کیجیۓ کہ ان کی آخری منزل جہنم ہے جو بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔

آیت ھٰذا میں رسول ﷺ اور مومنین کو منافقین سے جہاد کرنے اور سختی برتنے کا کھلا حکم موجود ہے۔ ویسے تو نرمی، معافی، درگزر اسلامی اخلاق اور سیرتِ رسول ﷺ کے بنیادی خواص ہیں مگر جب مخالفین و منکرین اس رویّہ کو کمزوری سمجھنے لگیں تو پھر "جنگ برائے امن اور سختی برائے اصلاح" بھی اسلامی اخلاق کا اصول ہے۔ بالخصوص ان کے ساتھ جن کو جہنم میں ہی جانا ہے یعنی وہ جو کفر و شرک و منافقت ترک کر کے راہ راست پر آنے کے لیئے تیار ہی نہیں ہیں اور اہل ایمان کو گزند پہچانے کی کوشش میں ہی لگے رہتے ہیں جہاد اور سخت رویّہ اختیار کرنے کے حکم کے ساتھ یہ بھی بتادیا گیا ہے کہ بالآخر ان کو جہنم میں ہی جانا ہے جو ان کے ہمیشہ ہمیشہ رہنے کی بہت ہی بری جگہ "بِئْسَ الْمَصِیْرُ" واپس لوٹنے کی بہت ہی بری (جگہ) ہے۔

حکم نمبر ۱۰۲۵

اے انسان! تو نظر ڈال کر دیکھ کیا تجھ کو رحمٰن کی تخلیق میں کوئی تفاوت نظر آتا ہے۔ دیکھ اور پھر دیکھ تیری نظر اس میں کوئی فطور نہ پاسکے گی اور تھک کرناکام لوٹے گی۔

سُوْرَةُ الْمُلْک آیت نمبر ۳۔۴

آیاتِ ھٰذا کی ابتدا میں باری تعالیٰ نے اپنی شان تخلیق بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ نے موت اور زندگی دونوں کو اس لیئے تخلیق کیا کہ وہ انسانوں کی آزمائش کرے عمل کے لحاظ سے کون اچھا ہے۔۔ آگے شان تخلیق و قدرت کاملہ کے بیان کے طور فرمایا کہ اللہ نے ہی تہ بہ تہ سات آسمان تخلیق کیئے پھر کہا کہ اے انسان تو اپنے رحمٰن کی تخلیق کا کمال دیکھنے کے لیئے غور کر اور تخلیق پر نظر ڈال اور بار بار دیکھ کہ کہیں تجھ کو اس میں کوئی تفاوت یا فطور یا خامی نظر آتی ہے؟ تجھ کو ہرگز کوئی خامی نظر نہیں آئے گی اور تیری نظر خامیوں کی تلاش میں تھک کر ناکام واپس ہوگی۔ ارشاد کا مقصد یہ ہے کہ رحمٰن کی تخلیق بے عیب اور مظہر قدرت کاملہ ہے جس میں کسی قسم کا کوئی سقم ہے ہی نہیں۔۔ اس کے بعد آسمان، ستاروں اور جہنم کی تخلیق کا ذکر فرما کر دراصل اللہ کی وحدانیت و معبودیت اور لاشریک ہونے کا اشارہ ہے اور مقصد بیان یہ ہے کہ اس کو تسلیم نہ کرنے والوں کے لیئے عذاب جہنم تیار ہے۔

ارشاد ہے کہ "الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ؕ مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ؕ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ ﴿۳﴾ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَیْنِ یَنْقَلِبْ اِلَیْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّ هُوَ حَسِیْرٌ ﴿۴﴾" جس نے سات آسمان طبق در طبق تخلیق کئے ہیں کیا تجھ کو اے انسان رحمٰن کی تخلیق میں کوئی تفاوت نظر آتا ہے؟ نظر ڈال کر دیکھ کیا کوئی فطور دکھائی دیتا ہے؟ بار بار نظر ڈال اور دیکھ ہر بار تیری نظر تھک کر (تلاش سقم میں) ناکام لوٹے گی۔

حکم نمبر ۱۰۲۶

بے شک وہ لوگ جو ڈر رکھتے ہیں اپنے رب کا بغیر دیکھے ہوئے ان کے لیئے مغفرت اور بڑا اصلہ ہے۔

سُوْرَۃُ الْمُلک
آیت نمبر ۱۲

آیت ھٰذا میں "یَخْشَوْنَ اور بِالْغَیْبِ" دو اصطلاحات قابل تشریح ہیں۔ خشیّت کے معنیٰ ڈرنے یا خوف کھانے کے ہیں۔ یہ لفظ بالعموم "خشیّت الٰہی" یعنی اللہ سے ڈرنے کے لیئے استعمال ہوتا ہے۔ ڈر یا خوف دراصل وہ نفسیاتی رویّہ ہے جس میں فرد ہر اس چیز سے فرار اختیار کرتا ہے جو اس کے نزدیک اس کے لیئے ضرر رساں یعنی نقصان دہ ہو۔ ان معنیٰ میں اللہ سے ڈرانا اس کی ذات پاک سے فرار یا گریز کے نہیں ہیں بلکہ خوف یا ڈر کا رشتہ اس ذات پاک کی ناراضگی یا سزا کے تصور سے وابستہ ہے۔۔ جو اس کے احکام کے انکار یا خلاف ورزی کا نتیجہ ہے۔۔۔ چنانچہ اللہ سے ڈرنے کے معنیٰ ہر جگہ اس کے اختیار کل اور قدرت کاملہ سے ملنے والی بداعمالیوں کی سزا یا عذاب سے ڈرنے کے ہیں۔۔۔ ذات باری سے محبت اور فرماں برداری دو رویئے مخصوص ہیں۔۔۔ خوف اس کی ناراضگی خفگی اور سزا سے وابستہ ہے۔

دوسری اصطلاح غیب کی ہے جس کے معنیٰ حواس کے روبرو نہ ہونے یا مشاہدۂ ظاہرہ سے بالاتر ہونے کے ہیں جسے عرف عام میں بغیر دیکھے کی اصطلاح سے بیان کرتے ہیں۔ اور اللہ کی ذات تو حواس خمسہ کی پہنچ سے بالاتر ہے اس لیئے اس کو تسلیم کرنا "بالغیب" ہے۔ یہاں یہ بات بھی ملحوظ رہنی چاہیئے کہ بغیر دیکھے تسلیم کرنے کے معنیٰ اپنے تصور کے مطابق تسلیم کرنے کے نہیں ہیں بلکہ رسول پاک ﷺ اور قرآن حکیم میں بیان کردہ صفات عالیہ کے ساتھ تسلیم کرنے کے ہیں ویسے تو مشرک اور گمراہ لوگ بھی اللہ کے ہونے سے انکار

نہیں کرتے مگر ان کا ماننا اصطلاحاً ایمان بالغیب نہیں ہے۔ چنانچہ "یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَیْبِ" کے معنٰی اللہ کو دیکھے بغیر رسول پاک ﷺ اور قرآن حکیم میں بیان کردہ صفات عالیہ کے ساتھ تسلیم کرکے اس کے اختیار سزا یا عذاب سے ڈرنے کے ہیں"۔ اوران معنٰی میں ہی ڈرنے والے کے لیئے "مغفرت و اجر کبیر" کی خوشخبری ہے جس کا مفہوم "بغیر دیکھے ڈرنے" کے ترغیبی حکم کے معنٰی رکھتا ہے کہ۔۔۔اپنی بخشش اور بڑا اصلہ حاصل کرنے کے لیئے بغیر دیکھے اللہ کے عذاب سے ڈرنا چاہیئے۔ ارشاد ہے کہ "اِنَّ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَیْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ كَبِیْرٌ ﴿۱۲﴾ "جو لوگ ڈرتے ہیں اپنے رب سے بغیر دیکھے ان کے لیئے بخشش اور بڑا بدلا ہے۔

حکم نمبر ۱۰۲۷

کہہ دیجیئے کہ اے لوگو! وہ (اللہ) ہی تو ہے جس نے تم کو پیدا کرکے تمہاری نشوونما کی اور تم کو سننے، دیکھنے اور سمجھنے کی صلاحیت دی مگر تم اس کا شکر کم ہی ادا کرتے ہو۔

سُوْرَةُ الْمُلْک	آیت نمبر ۲۳

آیتِ ھٰذا سے پہلے والی آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی تخلیقات و مظاہر قدرت کو بیان کرکے انسان پر اپنے احسانات کی نشاندہی کی ہے اور فرمایا ہے کہ اس سب کے باوجود گمراہ لوگ

سرکشی اور نفرت پر جمے ہوئے ہیں۔ ماحول میں فراہم کردہ سہولتوں کے بیان کے بعد فرمایا کہ "قُلْ هُوَ الَّذِیْٓ اَنْشَاَكُمْ وَ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿۲۳﴾" ان سے کہہ دیجیئے کہ وہ اللہ ہی ہے جس نے تم کو پیدا کر کے پرورش کیا اور سماعت و بصارت و قلب (ودماغ) عطا کیا مگر تم شکر کم ہی ادا کرتے ہو۔

آیت ھٰذا میں انسان کو پیدا کرنے پرورش کرنے سماعت و بصارت عطا کرنے اور دل ودماغ دینے کا حوالہ اس لیئے ہے کہ انسان گردوپیش پر نظر ڈال کر غوروفکر کرنے کے بعد خود اپنے وجود ولادت اور پرورش پر نظر ڈالے اوراللہ کے احسانات کا ادراک حاصل کر کے راہ راست پر آئے۔۔ایمان لائے۔۔اور اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرے۔۔مگر وہ ایسا نہیں کرتا ان میں سے کچھ بالکل ہی گمراہ اور سرکش و نفرت کرنے والے ہیں اور جو ایمان لاتے ہیں ان میں کم ہی لوگ ہیں جو حق شکر ادا کرتے ہیں ورنہ بالعموم کم شکر ادا کرنے والے ہیں۔

آیت ھٰذا سے یہ حکم اخذ ہوتا ہے کہ لوگ رسول پاک ﷺ کے ارشادات سن کر ایمان لائیں اور اللہ کی نعمتوں کے لیئے ویسا شکر ادا کریں جو اس کا حق ہے۔

حکم نمبر ۱۰۲۸

بتادیجیئے ان کو اے رسول ﷺ کہ وہ اللہ ہی ہے جس نے اے لوگو! تم کو زمین پر پھیلایا ہے اور تم سب آخر اسی کے حضور جمع کیئے جاؤگے۔

سُوْرَۃُ الْمُلک　　آیت نمبر ۲۴

ارشاد ہے کہ "قُلْ هُوَ الَّذِيْ ذَرَاَكُمْ فِي الْاَرْضِ وَ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۲۴﴾" کہہ دیجیئے وہ (اللہ ہی) ہی ہے جس نے تم کو (اے لوگو!) زمین پر پھیلایا ہے اور (روز حشر) تم اسی کے حضور جمع کئے جاؤ گے۔

اللہ تعالیٰ نے بھٹکے ہوئے لوگوں کو راہ راست پر آنے کے لیئے رسول پاک ﷺ کے ذریعے طرح طرح سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ وہ کفر و شرک ترک کر کے معبود واحد کی بندگی کریں اور اس کی قدرت کاملہ کے مظاہر کے حوالے سے اس کے خالق و مالک ہونے کا اعتراف کر کے عذاب آخرت سے بچ سکیں۔ قرآن حکیم میں وحدانیت ورسالت اور تنزیل وآخرت پر ایما ن لانے اور اللہ کے وعدوں پر یقین کرنے کے لیئے مختلف ذہنی سطح کے لوگوں کی پہنچ کے مطابق دلائل اور مثالیں پیش کی ہیں۔ ایسی ہی ایک بات آیت ھٰذا میں کہی گی ہے وہ یہ کہ جو بنی نوع انسان کو پوری زمین پر پھیلا سکتا ہے کیا ان لوگوں کو ہی ایک میدان میں جمع نہیں کر سکتا۔ رسول پاک ﷺ سے ارشاد ہوا کہ آپ یہی بات ان لوگوں سے پوچھیئے یا ان کو سمجھایئے کہ وہ آخرت کے وعدے پر ایمان لے آئیں۔

ویسے تو ہدایت دینا اللہ کے ہی اختیار میں ہے مگر اس کا طریقہ ہمیشہ سے یہی رہا ہے کہ وہ عذاب و سزا سے پہلے ہر قوم میں عذاب سے ڈرانے اور ثواب کی خوشخبری سنانے والے انبیاو رُسل بھیجتا رہا ہے اور نبی آخر الزّماں سرکار دوعالم ﷺ تو ثقلین کے لیئے رسول اور تمام عالموں کے لیئے رحمت ہیں۔

حکم نمبر ۱۰۲۹

اللہ کا وعدۂ قیامت کب پورا ہو گا یہ تو اللہ ہی جانتا ہے۔ کہہ دیجیئے اے رسول ﷺ ۔اور میں تو تم کو (عذاب حشر سے) صاف صاف خوف دلانے والا ہوں۔

سُوْرَةُ الْمُلْك آیت نمبر ۲۵۔۲۶

ارشاد ہے کہ "وَ يَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۵﴾ قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ۪ وَ اِنَّمَاۤ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۲۶﴾" وہ کہتے ہیں کہ وہ وعدہ (قیامت) کب پورا ہو گا اگر تم سچے ہو؟ کہہ دیجیئے اے رسول ﷺ کہ اس کا علم تو اللہ کے ہی پاس ہے اور میں تو تم کو صاف صاف (عذاب حشر سے) ڈرانے والا ہوں۔

کُفّار و مشرکین کا طریقہ یہی تھا کہ جب ان کو وعدۂ قیامت پر یقین کرنے کا پیغام دیا جاتا تھا وہ اس کو تسلیم کرنے کے بجائے طرح طرح کے زچ کرنے والے سوال پوچھتے تھے۔ ان میں سے ایک سوال قیامت آنے کے وقت سے متعلق یہ بھی تھا کہ قیامت کا وعدہ کب پورا ہو گا اس کا جواب آیت ھٰذا میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ دیا گیا ہے کہ اے رسول ﷺ آپ ان سے صاف صاف فرما دیں کہ قیامت آنے کے وقت کا علم تو صرف اللہ ہی کو ہے اس نے جو وقت اس کے لیئے مقرر فرما دیا ہے وہ اس وقت پر واقع ہو کر رہے گی اور یہ کہ اس وقت کا علم مجھ کو بھی نہیں ہے۔ میں تو اس لیئے اس کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں کہ میں خراب اعمال کے بدلے اور ایمان نہ لانے والوں کو شدید عذاب کی خبر دے کر

اس دن سے خوف دلاؤں کہ لوگ اس سے بچنے کے لیئے ایمان لائیں اور اللہ کے احکام کی فرماں برداری کریں۔ میرا کام پیشن گوئیاں کرنا نہیں ہے بلکہ تم تک وہ پہنچا دینا ہے جو مجھ پر وحی کیا جائے۔

حکم نمبر ۱۰۳۰

کہہ دیجیئے اے رسول ﷺ کہ اگر اللہ مجھ کو اور میرے ساتھیوں کو ہلاک کر دے یا ہم پر رحم فرمائے (بہر دو شکل) کافروں کو یوم حشر دردناک عذاب سے بچانے والا کوئی نہیں۔

سُوْرَۃُ الْمُلْک	آیت نمبر ۲۸

ارشاد ہے کہ "قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَهْلَكَنِيَ اللّٰهُ وَ مَنْ مَّعِيَ اَوْ رَحِمَنَا ۙ فَمَنْ يُّجِيْرُ الْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۲۸" کہہ دیجیئے اے رسول ﷺ دیکھو اگر اللہ مجھ کو اور میرے ساتھیوں کو ہلاک کر دے یا ہم پر رحم فرمائے (بہر دو شکل) کافروں کو (آخرت کے) دردناک عذاب سے بچانے والا کون ہے (مراد یہ کہ کوئی نہیں ہے)۔

مشرکین و کفار مکہ لوگوں کے داخل اسلام ہونے اور اس کا توڑ کرنے میں ناکام رہتے تو مومنین کو کوسنے دیتے اور چاہتے تھے کہ یہ سب ہلاک ہو جائیں ان کے اس رویّہ کے جواب میں آیت ھٰذا نازل ہوئی اور سرکار ﷺ سے ارشاد فرمایا گیا کہ اے رسول ﷺ آپ ان بد دعا کرنے والوں سے کہہ دیجیئے کہ اگر تمہاری بد دعا سے میں اور میرے ساتھی لوگوں کو اللہ تعالیٰ ہلاک بھی کر دے یا اس کے برخلاف ہم پر رحم فرما کر ہمیں کامیابی عطا کرے تو ہر دو شکل تم کو کوئی فائدہ نہ

پہنچے گا کہ تم کو تو حشر کا درد ناک عذاب کفر وانکاروشرک کے نتیجہ میں بھگتنا ہی پڑے گا۔۔۔اور کوئی بھی تم کو اس عذاب سے بچانے والا نہ ہو گا۔

حکم نمبر ۱۰۳۱

کہہ دیجیئے اے رسول ﷺ کہ وہ رحمٰن ہے ہم اسی پر ایمان لائے اوراسی پر توکل کرتے ہیں۔۔اور تم کو جلد ہی معلوم ہو جائے گا کہ کون کھلی گمراہی میں مبتلا ہے۔

سُوۡرَةُ الۡمُلۡک آیت نمبر ۲۹

ارشاد ہے کہ "قُلۡ هُوَ الرَّحۡمٰنُ اٰمَنَّا بِهٖ وَ عَلَيۡهِ تَوَكَّلۡنَا‌ ۚ فَسَتَعۡلَمُوۡنَ مَنۡ هُوَ فِىۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ ﴿۲۹﴾ "کہہ دیجیئے اے رسول ﷺ وہ رحمٰن ہے ہم اسی پر ایمان لائے ہیں اور اسی پر ہم بھروسہ کرتے ہیں اور تم کو جلد ہی علم ہو جائے گا کہ کھلی گمراہی میں کون ہے۔

آیت ھٰذا میں اللہ تعالیٰ نے کُفّار و مشرکین سے مخاطبت کے حوالے سے اپنے اسم ذات کے بجائے اسم صفت "رحمٰن" استعمال کیا ہے اوراس لفظ کے معنیٰ علما و عرفا نے ایسا رحم کرنے والے کے لیئے ہیں جو بلا تفریق رنگ و نسل و مذہب و ملّت پوری انسانیت کے لیئے عام ہے۔ یہ اسم صفت قرآن حکیم کا خصوصی تصور و تعقل ہے جو عربی دانوں کے لیئے بھی اجنبی ہے۔یعنی نزولِ قرآن حکیم سے قبل یہ لفظ عربی زبان میں رائج ہی نہ تھا۔ قرآن پاک کے مطابق مفسّرین و شارحین وعلماوعرفا کے مطابق رحمٰن کہتے ہیں دنیاوی زندگی میں ہمہ گیر رحم کرنے والے کو جس نے

خاک و باد و آب و آتش پر سب کو استفادے کا اختیار دیا ہے۔ جو سب کو رزق دیتا ہے اولاد دیتا ہے۔ جس نے حواس و قلب ذہنی اور دیگر صلاحیتیں سب کو عطا کی ہیں۔ یہ شان رحمانی ہے۔۔۔۔ اور شان رحیمی وہ ہے جس کا اظہار آخرت میں اہل ایمان کے لیئے کیا جائے گا۔

آیت ھٰذا میں سرکار ﷺ کو یہی فرمانے کا حکم دیا گیا ہے کہ وہ رحمان ہے۔ ہم اسی پر ایمان لائے ہیں اور اس پر ہی بھروسہ کرتے ہیں۔۔۔۔ تم لوگ جو ایسا نہیں کرتے ان کو جلد ہی (بروز قیامت جو دور نہیں ہے) معلوم ہو جائے گا کہ کھلی گمراہی میں کون مبتلا تھا۔

حکم نمبر ۱۰۳۲

"اے رسول ﷺ ! منکرین سے کہیئے "اگر تمہارے پینے کا پانی خشک ہو جائے تو کون ہے جو تم کو صاف پانی فراہم کر سکے ؟

سُوْرَۃُ الْمُلک آیت نمبر ۳۰

بندوں پر اللہ کی رحمت اور فضل و کرم کا ایک مثالیہ روز مرّہ زندگی سے بیان فرمایا گیا ہے کہ لوگ اپنی روز مرہ زندگی میں اللہ کے رحم و کرم و عطا پر بالکل نظر نہیں کرتے۔ اگر ایسا ہو جائے کہ ایک روز جب لوگ صبح کو سو کر اٹھیں تو ان کے کنوؤں اور چشموں کا پینے والا میٹھا صاف پانی خشک ہو کر زمین کے اندر جذب ہو جائے تو کیا ہے کوئی جو لوگوں کو کسی اور ذریعے سے صاف پانی دے سکے ؟ بے شک اللہ کے سوا کوئی دوسرا ایسا کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ اس مثال کو ہی سامنے رکھ کر اگر غور کیا جائے تو اللہ تعالیٰ کے فضل و عنایت کا اعتراف کر کے ایمان لانا پڑتا ہے۔ اس

موضوع پر ارشاد ہوا کہ "قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ ﴿٣٠﴾" ان سے کہیئے کہ ذرا دیکھو تو (غور کرو) اگر ایک صبح تمہارا پانی خشک ہو جائے تو ہے کوئی جو تم کو وہ واپس دے سکے؟ یعنی یہ کہ ایسا کوئی بھی نہیں کر سکتا (طبی تعبیر میں یہ آیت پاک Fatal Dehyderation پر بھی منطبق ہو سکتی ہے)۔

حکم نمبر ۱۰۳۳

اے رسول آپ تکذیب کرنے والوں کا کہنا ہر گز نہ مانیئے وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ آپ (تبلیغ دین کے معاملے میں) ذرا ڈھیل ڈال دیں تو وہ بھی نرم ہو جائیں۔

سُوْرَةُ الْقَلَم — آیت نمبر ۸۔۹

ارشاد ہے کہ "فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٨﴾ وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ ﴿٩﴾" آپ جھٹلانے والوں کا کہنا نہ مانیئے۔۔۔ یہ تو چاہتے ہیں کہ آپ ذرا نرم ہو جائیں (تبلیغ دین میں) تو یہ بھی (مخالفت میں) نرم ہو جائیں۔

کفّار مکہ کا طریقہ یہ رہا ہے کہ پہلے تو جب مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی وہ طرح طرح سے مسلمانوں کو اور سرکار ﷺ کو ایذا پہنچانے کے درپے رہتے تھے مگر جب رفتہ رفتہ اہل ایمان کی تعداد میں انہوں نے اضافہ ہوتے دیکھا تو انہوں نے ایسی کوششیں شروع کیں اور سرکار ﷺ سے یہ معاملہ کرنا چاہا کہ آپ ﷺ ان کے بتوں کو اور ان کے طریق شرک کو برا کہنا چھوڑ دیں تو وہ

بھی اہل ایمان کے ساتھ نرم رویّہ اختیار کریں گے اسی حوالے سے سرکار ﷺ کو یہ حکم نازل ہوا کہ آپ منکرین کی فرمائش پر تبلیغ دین اور حق بیانی کے معاملے میں ہرگز نرمی نہ کیجیے اور کافروں کے کہنے میں بالکل نہ آیئے کہ وہ تو یہ چاہتے ہیں آپ نرمی اختیار فرمالیں تو وہ بھی نرم ہو جائیں۔

آیت ھٰذا کے حوالے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اسلامی اخلاقی نظام میں ہر چند کہ معافی درگزر اور نرمی اختیار کرنا ایک بنیادی قدر ہے مگر یہ اصول ذاتی انفرادی معاملات تک محدود ہے۔اصولی معاملے میں نرمی کی ہرگز اجازت نہیں ہے صبر وبرداشت اور عفو ودرگزر جس طرح پسندیدہ رویّہ ہے اسی طرح عقائد وحق بیانی کے معاملے میں سختی بھی بنیادی اصول ہے۔

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

حکم نمبر ۱۰۳۴

اے رسول ﷺ آپ کسی زیادہ قسمیں کھانے والے ذلیل۔۔۔ طعنہ دینے اور چغلیاں کرنے والے۔۔۔ بھلائی سے روکنے والے اور حد سے بڑھ جانے والے گنہگار۔۔۔ سخت مزاج اور بد ذات کے کہنے میں اس لیئے نہ آجائیں کہ وہ صاحب اموال واولاد ہے اور جب ہماری آیات اس کے سامنے پڑھی جاتی ہیں تو کہتا کہ یہ تو

گزرے لوگوں کے افسانے ہیں۔۔۔۔(اشارہ ولید بن مغیرہ کا فر کی طرف ہے)

سُوْرَةُ الْقَلَم آیت نمبر ۱۰ تا ۱۵

ارشاد ہے کہ "وَ لَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ ۝١٠ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۭ بِنَمِيْمٍ ۝١١ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ۝١٢ عُتُلٍّۭ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ ۝١٣ اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَّ بَنِيْنَ ۝١٤ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝١٥"

- آپ کسی ایسے شخص کے کہنے میں نہ آجایئے جو بہت قسمیں کھانے والا ذلیل ہو۔(۱۰)
- طعنے دینے والا چغلیاں کرتے پھرنے والا ہو۔(۱۱)
- نیکی اور خیر سے روکنے والا، حد سے بڑھ جانے والا اور گناہ کرنے کا عادی ہو۔(۱۲)
- سرکش اور سب سے بڑھ کر یہ کہ بد اصل نیچ اور کمینہ بھی ہو۔(۱۳)
- اس بنا پر کہ وہ صاحب اموال و اولاد ہے۔(۱۴)
- جب پڑھی جاتی ہیں ہماری آیات اس کے سامنے تو کہتا ہے کہ یہ تو پرانے لوگوں کے افسانے ہیں۔

آیاتِ بالا میں ایک بنیادی اصولِ تبلیغ دین کا یہ بیان فرمایا گیا ہے کہ اگر کوئی کافر یا مشرک بڑا صاحب جائیداد اور اولاد والا بااثر ہی کیوں نہ ہو اگر وہ ذاتی صفات اور اخلاق و کردار کے لحاظ سے ناپسندیدہ شخصیت ہے تو ہرگز اس کی بات نہیں ماننی چاہیئے۔ زر و مال تو متاع غرور ہے اصل چیز بلکہ اصلی دولت ایمان و اخلاق ہے۔ شخصی اور اخلاقی خامیاں مثلاً بار بار جھوٹی قسمیں کھانا۔۔۔ طعنے دینا اور چغلیاں کرنا۔۔۔ خیر و خیرات اور نیکی سے لوگوں کو روکنا۔۔۔ اور گناہوں میں ملوث رہنا

سرکشی، نیچ اور کمینہ پن۔۔۔۔ اور آیات الٰہی کو جھٹلانا وہ بنیادی خامیاں اور خرابیاں ہیں جن کو کسی بھی شکل میں قبول نہیں کرنا چاہیئے اور نہ ہی ایسے کردار والے شخص سے اپنائیت کا رویّہ رکھنا چاہیئے اور نہ ہی اس کی باتوں میں آکر اس کا کہنا مانا جائے۔ مندرجہ بالا خصائل کا اشارہ خاص کر ولید بن مغیرہ کافر کی طرف ہے جس میں سرکار نے دس خرابیوں کی نشاندہی فرمائی تھی۔ ان میں نو خرابیاں تو ایسی ظاہر تھیں کہ وہ خود بھی ان کا معترف تھا مگر دسویں خرابی یعنی غلط ولدیت یا "وَلَدُ الزِّنَا" ہونے کی تصدیق اس کی ماں نے کی تھی کہ اس کا مشہور باپ نامرد تھا اور وہ ایک چرواہے کے نطفے سے تھا۔

حکم نمبر ۱۰۳۵

کوئی کام کرنے کے لیئے کہنے سے پہلے "اِنشاءاللہ" کہنے کا ترغیبی حکم ایک واقعے کے حوالے سے۔

سُوْرَۃُ الْقَلَم — آیت نمبر ۱۷ تا ۲۰

محوالہ بالا آیات میں اللہ تعالیٰ نے ایک واقعہ بیان کرکے "انشاء اللہ" نہ کہنے پر تباہی وبربادی وناکامی کے نتائج سے آگاہ کیا ہے۔ قصّہ یوں ہے کہ حسب روایت یمن میں ایک نیک اور خیرات کرنے والے شخص کے پاس ایک بڑا سرسبز وشاداب پھل دینے والا باغ تھا۔ وہ اس باغ سے حاصل ہونے والے پھلوں اور میوجات صبح تڑکے پہلے غریب اور مساکین میں تقسیم کرتا تھا اور جو بچتا وہ گھر لے جاتا تھا اس کے انتقال کے بعد اس کے تین لڑکے باغ کے وارث قرار پائے۔ کچھ دن تک تو انہوں نے اپنے مرحوم والد کے طریقے پر عمل کیا مگر ان کے دل میں بخل ولالچ پیدا ہونے لگا اور انہوں نے طے کیا کہ باغ کے پھل اور میوہ جات جو ہم غربا ومساکین میں تقسیم کر دیتے ہیں اگر

گھر لے جائیں تو ہم کو زیادہ فائدہ ہو گا۔ چنانچہ باہم فیصلہ کیا کل ہم لوگ غربا و مساکین کے آنے سے پہلے ہی صبح تڑکے جا کر باغ سے فصل توڑ کر گھر لے آئیں گے۔ انہوں نے صبح سویرے جانے کا فیصلہ تو کیا مگر ''انشاء اللہ'' نہ کہا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ رات کو باغ میں آگ بھڑک اٹھی اور وہ خاکستر ہو کر رہ گیا یہ تینوں جب وہاں پہنچے تو باغ کو تباہ و برباد دیکھ کر یہ سمجھے کہ ہم رات کے اندھیرے میں راستہ بھٹک کر غلط جگہ آگئے ہیں مگر بعد میں ان کو احساس ہوا کہ وہ بخل میں مبتلا ہو کر چوں کہ صدقہ و خیرات سے دستبردار ہو رہے تھے اور انہوں نے فیصلہ کرتے وقت انشاء اللہ بھی نہیں کہا تھا یہ اسی کی سزا ہے جس کے بعد وہ تائب ہوئے اور اللہ نے ان کی توبہ قبول کر کے اس سے بہتر باغ عطا کیا اور وہ صدقہ و خیرات ادا کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی واقعے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا ہے'' اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ كَمَا بَلَوْنَاۤ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ ۚ اِذْ اَقْسَمُوْا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِيْنَ ﴿۱۷﴾ وَ لَا يَسْتَثْنُوْنَ ﴿۱۸﴾ فَطَافَ عَلَيْهَا طَآئِفٌ مِّنْ رَّبِّكَ وَ هُمْ نَآئِمُوْنَ ﴿۱۹﴾ فَاَصْبَحَتْ كَالصَّرِيْمِ ﴿۲۰﴾ ''ہم نے ان لوگوں کی آزمائش کی تھی باغ والوں کی جب انہوں نے قسم کھائی کہ ہم صبح ہوتے ہی اس باغ کے پھل توڑ لیں گے (۱۷) اور انشاء اللہ نہ کہا (۱۸) تو تمہارے رب کی طرف سے اس باغ پر ایک آفت پھر گئی اور وہ سوتے رہے (۱۹) اور صبح کو وہ باغ ایسا ہو گیا جسے کٹی ہوئی کھیتی۔ (۲۰)

آیت ھٰذا میں ''ہم نے ان لوگوں کی آزمائش کی'' کا اشارہ کفّارِ مکہ کی جانب ہے جن کو اللہ نے اموال و اولاد سے نواز کر ان کو جانچا تھا۔۔۔ اور باغ والوں کا اشارہ خیر خیرات کرنے والے مرحوم باپ کے تین بیٹوں کی طرف ہے۔ آیت ھٰذا سے دو نصیحتیں حاصل ہوتی ہیں:

- اول یہ کہ اموال و اولاد پر گھمنڈ اور بخل کرنا اور راہِ خدا میں خیر خیرات نہ کرنا تباہی کو دعوت دینا ہے۔

- دوم یہ کہ انشاء اللہ کہے بغیر کسی کام کو کر لینے کا ارداہ ناپسندیدہ بلکہ ممنوع ہے کہ کوئی بھی کام انسان کے ارادے کے تابع نہیں ہے بلکہ اس کا انحصار اللہ کی مرضی پر ہے اور انسان کو اپنا ارادہ اللہ کی مرضی کے تابع کرنا چاہیئے۔

حکم نمبر ۱۰۳۶

اے رسول ﷺ آپ اپنے رب کے حکم / فیصلے کا انتظار فرمایئے۔ اور صَاحِبُ الْحُوْتِ (مچھلی والے حضرت یونس علیہ السّلام) کی طرح نہ ہوجایئے جب انہوں نے ازخود عجلت پسندی پر غم سے نڈھال ہوکر اپنے رب کو پکارا تھا پھر اللہ نے ان کو برگزیدہ کرکے نِکوکاروں میں شامل فرمایا۔

سُوْرَةُ الْقَلَم	آیت نمبر ۴۸ تا ۵۰

صاحب الحوت کے لفظی معنیٰ مچھلی والے کے ہیں مرادی معنیٰ کے لحاظ سے اشارہ حضرت یونس علیہ السّلام کی طرف ہے جب وہ اللہ کی جانب سے ان کی قوم پر نازل ہونے والے عذاب کی خبر سن کر حکم کا انتظار کئے بغیر ازخود بستی سے رات کو باہر نکل گئے اور ان کی قوم کے توبہ کرنے پر عذاب کو ٹال دیا گیا۔ اس کے بعد حضرت یونس علیہ السّلام کو عذاب نازل نہ ہونے (اور ان کے اعلان کے غلط ثابت ہونے نیز ازخود اپنی حفاظت کے لیئے حکم نازل ہونے سے پہلے بستی ازخود چھوڑ

دینے پر غم اور ندامت کا شدید احساس تھا۔ آیت ھٰذا میں حضرت یونس علیہ السّلام کی اسی عجلت پسندی کا حوالہ دیکر ارشاد ہوا ہے کہ "فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ ۘ اِذْ نَادٰى وَهُوَ مَكْظُوْمٌ ﴿۴۸﴾ "صبر اور انتظار کیجیئے اپنے رب کے حکم اور فیصلے کا اور نہ ہو جایئے (عجلت نہ کیجیئے) مچھلی والے (حضرت یونس علیہ السّلام) کی طرح جب انہوں غم سے دل گھٹنے پر (اپنے رب کو) آواز دی تھی یا پکارا تھا۔ "لَوْلَآ اَنْ تَدٰرَكَهٗ نِعْمَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ لَنُبِذَ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ مَذْمُوْمٌ ﴿۴۹﴾ "اگر ان کے رب کی نعمت سے ان کا تدارک نہ کیا جاتا تو وہ چٹیل میدان میں مذمت زدہ پڑے رہتے۔ "فَاجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَجَعَلَهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۵۰﴾" پھر ان کے رب نے ان کو نوازا اور برگزیدہ کیا اور صالحین میں شامل فرمایا۔

آیت ھٰذا سے سبق یہ ملتا ہے کہ اپنی تدابیر کو اپنا محافظ سمجھ کر عجلت پسندی درست نہیں۔ عالم اسباب میں عام لوگوں کے لیئے مناسب یہ ہے کہ ہزار تدبیر کے باوجود اللہ کے فیصلے پر ہی بھروسہ کرنا چاہیئے اور پھر نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے لیئے تو حکم اور فیصلے کا انتظار لازم تھا۔

حکم نمبر ۱۰۳۷

داہنے ہاتھ میں اعمال نامے والے۔۔۔ اہل جنّت کو حکم ہوگا کہ کھاؤ اور پیو مزے کے ساتھ۔۔ کہ یہ تمہارے ان اعمال کا بدلہ ہے جو تم نے گزرے ہوئے دنوں میں (دنیا میں) کیئے تھے۔

سُوْرَةُ الْحَاۤقَّة — آیت نمبر ۲۴

ارشاد ہے کہ "كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ ﴿۲۴﴾" کھاؤ اور پیو مزے سے اس کے بدلے میں جو تم کر چکے ہو پچھلے (گزرے ہوے زمانے / دنیا میں) زمانے میں (۲۴)۔

آیت ھٰذا سے قبل ان لوگوں کا تذکرہ ہے جن کے اعمال نامے داہنے ہاتھ میں دیئے جائیں گے یعنی یہ لوگ جنتی ہوں گے اور ان کو جنت کے میوجات و مشروب مزے سے کھانے پینے کا حکم یا اجازت ہو گی ان کے اعمال اور نیکیوں کے بدلے میں جو وہ دنیا میں کر چکے ہوں گے۔

حکم نمبر ۱۰۳۸

بائیں ہاتھ میں اعمال نامہ دیئے جانے والے جہنمی کے لیئے حکم ہو گا" پکڑو اسے اور طوق پہنا دو، پھر جہنم میں جھونک دو اس کو۔ ستر گز لمبی زنجیر سے جکڑ لو" کہ یہ نہ تو اللہ پر ایمان رکھتا تھا اور نہ مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب دیتا تھا۔

سُوْرَةُ الْحَاۤقَّة — آیت نمبر ۳۰ تا ۳۴

ارشاد ہے کہ "خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ﴿۳۰﴾ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ﴿۳۱﴾ ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ﴿۳۲﴾ اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ ﴿۳۳﴾ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ

الۡمِسۡكِيۡنِ ؕ﴿۳۴﴾ "پکڑ لو اس کو اور طوق پہنا دو۔ (۳۰) پھر اس کو دوزخ میں جھونک دو۔ (۳۱) پھر اس کو ایک زنجیر سے جکڑ دو جس کی لمبائی ستر گز ہو۔ (۳۲) بے شک یہ صاحب عظمت اللہ پر ایمان نہیں رکھتا تھا۔ (۳۳) اور نہ مسکین کو کھانا (کھلاتا تھا) کھلانے کی ترغیب دیتا تھا۔

مندرجہ بالا آیات میں پکڑنے، طوق پہنانے، جہنم میں جھونکنے اور ستر گز کی زنجیر میں جکڑنے کا حکم جس کے لیئے دیا گیا ہے یہ وہ ہے جس کے بائیں ہاتھ میں اعمال نامہ دیا جائے گا اس کے جہنمی ہونے کی دو وجوہ بیان کی گئی ہیں:

اوّل: اللہ پر ایمان لانے سے انکار

دوم: بھوکے کو کھانا نہ خود کھلانا اور نہ دوسرے کو کھلانے کی ترغیب دینا۔

بھوکے کو کھانا کھلانا اللہ کے نزدیک اتنا پسندیدہ عمل ہے کہ اس کو ایمان لانے کے ساتھ بیان فرمایا ہے اور یہ دونوں کام نہ کرنے کو جہنمی ہونے کا سبب قرار دیا ہے۔

حکم نمبر ۱۰۳۹

آپ اے رسول ﷺ ! اپنے ربِّ عظیم کے نام کی تسبیح کرتے رہیں۔

سُوۡرَةُ الۡحَآقَّة	آیت نمبر ۵۲

آیت ھٰذا سے قبل والی آیات میں اللہ تعالیٰ نے قرآنِ حکیم کی صداقت و اہمیت بیان فرمانے کے بعد ایک سادہ سا حکم دیا ہے اور وہ یہ ہے کہ "فَسَبِّحۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ الۡعَظِيۡمِ ﴿۵۲﴾" آپ اے رسول ﷺ ! اپنے صاحبِ عظمت رب کی تسبیح کرتے رہیئے۔

اکثر مترجمین نے تسبیح کے معنیٰ پاکی بیان کرنے کے لکھے ہیں مگر "پاکی" عربی لفظ نہیں فارسی ہے اور اس سے "سَبِّحْ" کا حقیقی مفہوم واضح نہیں ہوتا۔ "تسبیح" کا لفظ بھی "س ب ح" سے ہی باب تفعیل میں مشتق ہے اوراس کے معنیٰ بالعموم "سبحان اللہ" کہنے کے لیئے گئے ہیں اور "سبحان" اسم صفت ہے اللہ کا مگر یہ وہ صفت عالیہ ہے جو اللہ کے سوا کسی دوسرے سے وابستہ نہیں کی جاسکتی۔۔۔یعنی سبحان کے معنیٰ۔۔۔ مخلوق کی صفات سے برتر وبالا بلکہ منزہ ہونے کے ہیں۔ یہ لفظ تمام سلبی صفات کی نفی کرتا ہے اور وحدانیت وربوبیت ومعبودیت جیسی ان صفات الٰہی کی نشاندہی کرتا ہے جو مخلوق میں نہیں پائی جاتیں۔ اللہ نے اپنی بہت سی صفاتِ عالیہ کی جھلک انسان میں بھی رکھی ہے۔ "رحم وکرم وفضل وعفو وعطاؤ درگزر" جیسی صفات انسان سے بھی وابستہ ہوتی ہیں۔۔۔ مگر سب سے زیادہ رحم کرنے والا۔۔۔ سب سے بڑا اکرم کرنے والا۔ سب سے بڑا معاف کرنے والا اللہ ہی ہے۔ یہ صفات اللہ نے دوسروں میں بھی رکھی ہیں۔۔۔ مگر وحدانیت و معبودیت جیسی صفات کسی مخلوق میں نہیں ہیں چنانچہ تسبیح کرنے کے حقیقی معنیٰ اللہ کے اسم ذات کے ساتھ ایسی صفات کو بیان کرنا ہے اور اُن صفات سے بالاتر، پاک اور منزہ قرار دینا ہے جو مخلوق ہونے کی علامت ہیں۔ حدیث شریف ہے کہ اس طرح اللہ کو یاد کرنا یعنی سبحان اللہ۔۔۔ کہنے سے انسان کو دس نیکیاں ملتی ہیں۔ چنانچہ حکمِ مذکور کے مطابق اللہ کو اسی طریقے سے یاد کرنا بلکہ کرتے رہنا چاہیئے اور تسبیح کرنے کا اپنے رب کے نام کی یہی مفہوم ہے کہ انسان پوری صداقت کے ساتھ "سبحان" کا مفہوم ذہن میں رکھ کر اللہ کا نام لیتا رہے۔۔۔یعنی سبحان اللہ کہے۔۔۔ اردو زبان اور محاورے میں یہ ترکیب اتنی عام ہوچکی ہے کہ لوگ اکثر مواقع پر بلکہ ہر ایک کی اچھی بات پر یہاں تک کہ مشاعروں میں اچھے شعروں پر بھی سبحان اللہ کہنے کا رواج ہوگیا ہے۔۔۔ یہ اچھی بات ہے مگر **مفہوم کے بغیر الفاظ بے معنیٰ ہوتے ہیں۔** تسبیح کرنے کے معنیٰ امام غزالی کے مطابق بھی مفہوم ذہن میں رکھ کر سبحان اللہ کہنے کے ہیں۔

حکم نمبر ۱۰۴۰

اے رسول ﷺ ! آپ خوبی کے ساتھ برداشت کر کے انتظار فرمایئے۔ کافروں کی نظر میں قیامت دور اور ہماری نظر میں بہت قریب ہے۔۔۔ وہ دن جب آسمان پگھلے ہوئے تانبے کی طرح اور پہاڑ دُھنکے ہوئے رنگ برنگ اون کی طرح (ہلکے) ہو جائیں گے اور کوئی دوست بھی کسی دوست کا پرسان حال نہ ہو گا۔

سُوْرَةُ الْمَعَارِج	آیت نمبر ۵ تا ۱۰

ارشاد ہے کہ "فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيْلًا ۝ اِنَّهُمْ يَرَوْنَهٗ بَعِيْدًا ۝ وَّنَرٰىهُ قَرِيْبًا ۝ يَوْمَ تَكُوْنُ السَّمَآءُ كَالْمُهْلِ ۝ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ ۝ وَلَا يَسْـَٔلُ حَمِيْمٌ حَمِيْمًا ۝"

صبر کیجیے صبر جمیل (۵) وہ اسے بعید دیکھ رہے ہیں (۶) اور ہم اسے قریب دیکھ رہے ہیں (۷) جس دن آسمان پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہو جائے گا (۸) اور پہاڑ دھنکے ہوئے (رنگ برنگ ہلکے) اُون کی طرح ہو جائیں گے (۹) اور کوئی دوست کسی دوست کا پوچھنے والا نہ ہو گا (۱۰)

پہلی آیت میں پہلی جگہ صبر کرنے کے معنیٰ انتظار کرنے کے ہیں اور دوسری جگہ صبر جمیل کرنے کے معنیٰ خوبی کے ساتھ برداشت کرنے کے ہیں اشارہ وعدۂ قیامت کے پورے ہونے کی طرف ہے جس کو کفار بعید سمجھتے تھے اور اللہ کے نزدیک جو قریب ہے اس دن کی کیفیت یوں بیان فرمائی ہے کہ جب قیامت واقع ہو گی تو آسمان پگھلے ہوئے تانبے کی مانند ہو جائے گا اور جو

وزنی پہاڑ زمین پر جمائے گئے ہیں وہ رنگ برنگ دھنکے ہوئے اُون کی طرح ہلکے پھلکے ہو کر اُڑ جائیں گے اور اس دن کوئی دوست رشتے دار بھی کسی ایسے کا حال بھی نہ پوچھے گا جو پہلے اس کا دوست یا رشتے دار رہا تھا۔ یعنی ''نفسا نفسی'' کا عالم ہو گا۔

متذکرہ دن آنے کے لیئے سرکار ﷺ کو انتظار فرمانے اور کافروں کی باتوں یعنی کفر و انکار قیامت پر خوبصورتی سے برداشت کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

حکم نمبر ۱۰۴۱

اے رسول ﷺ ! ان کو اس دن کے آنے تک جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے گمرہی اور بد اعمالی میں غرق اور کھیل تماشے میں منہمک چھوڑ دیجیئے۔

سُوْرَةُ الْمَعَارِج	آیت نمبر ۴۲

حکم سابقہ میں سرکار ﷺ کو انتظار کرنے اور صبر جمیل کے ساتھ کافروں کی تکذیب کو برداشت کرنے کا حکم دیا گیا تھا اور آیت ھٰذا میں ارشاد فرمایا ہے کہ اے رسول ﷺ ! ان کافروں کو ان کی بد اعمالیوں اور گمرہی میں ہی غرق اور دنیا کے کھیل تماشے میں منہمک چھوڑ دیجیئے اُس دن تک جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے یعنی یوم حشر تک شیطان کی طرح کفّار و مشرکین کو بھی اللہ نے ڈھیل دی ہے کہ ان سے راہ راست پر آنے کی توقع بے سود ہے۔ وہ تو دنیا کی لذتوں اور اپنی گمرہی اور بد اعمالیوں میں ہی غرق اور دنیا کے تماشے میں منہمک رہیں گے۔ ارشاد ہے کہ ''فَذَرْهُمْ يَخُوضُوا وَيَلْعَبُوا حَتّٰى يُلٰقُوا يَوْمَهُمُ الَّذِي يُوعَدُونَ ﴿۴۲﴾'' اے رسول ﷺ ان کو غرق

اور کھیل میں مشغول چھوڑدیں تا آنکہ وہ دن آپہنچے جس کا وعدہ کیا گیا ہے۔ یعنی قیامت کے دن تک۔

حکم نمبر ۱۰۴۲

حضرت نوح علیہ السّلام نے اپنی قوم سے کہا کہ میں تم کو آخرت میں واقع ہونے والے دردناک عذاب سے صاف صاف ڈراتا ہوں۔۔۔ کہ تم اللہ کی عبادت کرو اسی کے لیئے پرہیز گاری اختیار کرو اور میرا کہنا مانو!

سُوْرَةُ نُوْح آیت نمبر ۲ تا ۳

ارشاد ہے کہ "قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ اتَّقُوْهُ وَ اَطِيْعُوْنِ ۝" کہا انہوں نے اے قوم۔۔ میں ہوں تمہارے لیئے صاف صاف ڈرانے والا (دردناک عذاب سے) (۲) کہ تم اللہ کی ہی عبادت کیا کرو اور اس کے لیئے تقویٰ کرو اور میری اطاعت کرو!

آیات ھٰذا میں حضرت نوح علیہ السّلام نے اپنی قوم کو جو نصیحت کی ہے وہی ہے جو تمام ہی انبیا و رُسل نے اپنی اپنی اُمتّوں کو حکم دیا ہے اور یہی احکام سرکار دو عالم ﷺ کے ذریعے پیغام آخر کی حیثیت سے بنی نوع انسان بلکہ ثقلین کو دیئے گئے جو تا قیامت جاری و ساری ہیں پہلی وضاحت منصب رسالت و نبوت سے متعلق یہ ہے کہ اللہ نے ہر قوم میں جو رسول بھیجے ان سب کا ہی کام بلکہ ایک طور کار رسالت یہی تھا کہ وہ اپنے مخاطبین کو بداعمالیوں اور انکار و کفر و شرک کے

نتیجے میں ہونے والے اللہ کے عذاب سے خوف دلائیں۔۔۔۔دوم یہ کہ بغیر شرکت غیر معبود واحد کی عبادت کا حکم دیں اور ایمان کے ساتھ تقویٰ کرنے کی نصیحت کریں نیز یہ کہ اللہ کی طرف سے جو احکام رُسل کو وحی ہوتے رہیں ان کی تعمیل حسب ارشاد رسول کی جائے۔

محوّلہ بالا آیت میں ان ہی اساسی نصیحتوں کا بیان ہے جو اوّل تا آخر انبیا کے ذریعے کی گئی ہیں۔

حکم نمبر ۱۰۴۳

حضرت نوح علیہ السّلام کا ارشاد کہ میں نے ان سے کہا کہ اپنے رب سے مغفرت طلب کرو بے شک وہ بڑا معاف کرنے والا ہے۔

سُوْرَةُ نُوْح — آیت نمبر ۱۰

ارشاد ہے کہ "فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ط اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ﴿۱۰﴾ "اور میں نے ان سے کہا کہ مغفرت طلب کرو اپنے رب سے کہ وہ بڑا بخشنے / معاف کرنے والا ہے۔

حضرت نوح علیہ السّلام نے اپنی قوم کو طرح طرح سے کھل کر اور چھپ کر سمجھانے اور راہِ راست پر لانے کی سر توڑ کوشش کر لی لیکن ان کی قوم "**سواع**" "**یَغُوْث**" اور "**یَعُوق**" اور "**نسر**" کی پرستش ترک کرنے پر راضی نہ ہوئی بالآخر انہوں نے اللہ کے حضور فریاد کر کے ان کی گمراہی اور بڑھا دینے کی بد دعا کی اور اس سے پہلے حضور رب مندرجہ بالا معروضہ پیش کیا کہ میں نے ان کو توبہ کر کے مغفرت طلب کرنے کی نصیحت کی مگر وہ باز نہ آئے۔

حکم نمبر ۱۰۴۴

اے رسول ﷺ ! آپ بتا دیجیئے لوگوں کو کہ میرے پاس وحی آئی کہ جنّاتوں کی ایک جماعت نے غور سے قرآن حکیم کو سن کر (اپنی قوم میں جا کر) کہا کہ ہم نے ایک قرآن بڑا عجیب سنا ہے جو راہ راست کی طرف ہدایت کرتا ہے۔ اس لیئے ہم اس پر ایمان لائے ہیں اور ہم اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں گے کہ بہت ہی ارفع و اعلیٰ شان ہے ہمارے رب کی۔۔ نہ کوئی اس کی بیوی ہے اور نہ بیٹا۔

سُوْرَةُ الْجِنّ	آیت نمبر ۱ تا ۳

ارشاد ہے کہ "قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ۝١ يَّهْدِيْٓ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ۭ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا ۝٢ وَّاَنَّهٗ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا ۝٣" کہہ دیجیئے وحی کی گئی ہے میری طرف کہ سنا جناّتوں کے ایک گروہ نے اور کہا کہ بلاشبہ ہم نے سنا ہے ایک بڑا عجیب قرآن (۱) جو ہدایت کرتا ہے راہِ راست کی طرف اور ہم اس پر ایمان لے آئے ہیں کہ ہرگز شریک نہ بنائیں گے ہم اپنے رب کے ساتھ کسی کو بھی (۲) اور یہ کہ ہمارے رب کی شان بہت اعلیٰ وارفع ہے کہ اس نے نہ کسی کو بیوی بنایا ہے اور نہ بیٹا (۳)

آیات بالا سے پہلی بات تو یہ ثابت ہے کہ قرآن حکیم اِنس و جن یعنی دونوں کے لیئے ہدایت ہے اور سرکار ﷺ ثقلین کے لیئے رسول ہیں۔ دوم یہ کہ آیت ھٰذا میں قرآنِ حکیم کو راہ راست کی طرف ہدایت کرنے والی کتاب کہا ہے اور راہ ہدایت پر پہلی آیت اللہ کے واحد ولا شریک ہونے کی ہے اور وحدانیت کی شان یہ ہے کہ اس کے نہ کوئی شریک زیست اور نہ کوئی اس کا ورثہ دار یعنی نہ بیوی ہے نہ بیٹا۔ جیسا کہ یہود حضرت عزیر علیہ السّلام کو اور نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو اللہ کا بیٹا کہتے تھے اس عقیدے کی نفی کی گئی ہے جو تصور وحدانیت کی صحت کے لیئے لازم ہے۔

حکم نمبر ۱۰۴۵

مسجدیں اللہ کے ہی لیئے ہیں لہٰذا ان میں کسی غیر کو اللہ کا شریک بنا کر نہ پکارو۔

سُوْرَةُ الْجِنّ	آیت نمبر ۱۸

ارشاد ہے کہ "وَّ اَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ۝۱۸" اور یہ کہ مساجد اللہ کے ہی لیئے ہیں لہٰذا وہاں کسی اور کو اللہ کا شریک بنا کر نہ پکارو۔

آیت ھٰذا مساجد کی حرمت بیان کرتی ہے جس کا تقاضۂ اوّلیں بلکہ لازمی تقاضہ یہ ہے کہ اس میں صرف معبود واحد اللہ کی عبادت کی جائے اور کسی کو اللہ کا شریک نہ بنایا جائے۔ تمام عبادت گاہوں میں یہ امتیازِ توحید صرف مساجد کو ہی حاصل ہے کہ اس میں نہ تو یہود کی عبادت گاہوں کی

طرح حضرت عزیر کو اللہ کا بیٹا کہا جاتا ہے اور نہ ہی عیسائیوں کی طرح تثلیث کا شرک کیا جاتا ہے اور نہ ہی خیالی دیوتاؤں اور نہ ہی بتوں کی پرستش کی جاتی ہے۔ یہ خاصّہ دنیا کی پہلی مسجد سے آخری مسجد تک کا ہے۔

حکم نمبر ۱۰۴۶

اے رسول ﷺ ! کہہ دیجیئے کہ میں تو اپنے رب کو ہی پکارتا ہوں اور کسی کو اس کا شریک نہیں بناتا۔

سُوْرَةُ الْجِنّ	آیت نمبر ۲۰

ارشاد ہے کہ "قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّیْ وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ اَحَدًا ۝۲۰" فرما دیجیئے کہ میں تو بس اپنے رب کو پکارتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔

آیتِ ھٰذا میں رسول پاک ﷺ سے مخاطبت کے ساتھ تمام ہی اہل ایمان کو درس توحید اس طرح دیا گیا ہے کہ صرف عبادت کے لیئے ہی اللہ کو معبود واحد ماننا اور کسی کو اس کا شریک نہ کرنا کافی نہیں ہے بلکہ تقاضۂ توحید یہ ہے کہ بندہ اپنی مدد کے لیئے یا دعا کی قبولیت کے لیئے بھی معبود واحد کو ہی پکارے اور کسی طور کسی معاملے میں کسی غیر کو اس کے ساتھ نہ ملائے۔ یہ بات بالکل ابتدا یعنی سورۂ فاتحہ میں ہی واضح کر دی گئی ہے کہ عبادت، استعانت اور ہدایت طلبی صرف ذات واحد ولاشریک سے ہی کرنی چاہیئے۔

حکم نمبر ۱۰۴۷

اے رسول ﷺ !ان سے کہہ دیجیئے کہ میں تمہارے لیئے دراصل نہ کسی ضرر کا اختیار رکھتا ہوں اور نہ ہی کسی بھلائی یا راہ راست پر قائم کرنے کا۔

سُوْرَةُ الْجِنّ آیت نمبر ۲۱

ارشاد ہے کہ "قُلْ اِنِّیْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّ لَا رَشَدًا ﴿۲۱﴾" کہہ دیجیئے مجھ کو کوئی اختیار نہیں ہے نہ تم کو ضرر پہنچانے کا اور نہ راہِ راست پر قائم کرنے کا۔

جیسا کہ حکم سابق میں صرف اللہ کو ہی پکارنے کا حکم دے کر یہ واضح کیا گیا ہے کہ عبادت، استعانت وہدایت کا اختیار کامل صرف اللہ کے ہی پاس ہے جس کے اختیار وقدرت کاملہ میں کوئی دخیل نہیں ہے اور اس کے علاوہ کسی کو بھی کسی معاملے میں (مخلوق میں سے کسی کو کوئی بھی) قدرت واختیار نہیں، اس حقیقت کو واضح کرنے کے لیئے سرکار ﷺ سے ارشاد ہوا کہ آپ اس بات کا اعلان کر دیں کہ مجھ کو بھی کسی کو ضرر پہنچانے یا راہ راست پر لانے کا کوئی اختیار نہیں ہے۔ جب اپنے رب کے حضور آقائے دوعالم بے اختیار ہیں تو پھر کسی دوسرے کے صاحب اختیار ہونے یا اللہ کے اختیار میں شامل ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ (سوائے اس کے کہ وہ جس سے جو کام لینا چاہے)

یہاں یہ امر قابل وضاحت ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السّلام کو جو اختیارات حیوانوں پر، جنّاتوں پر ہوا پر اور دوسری مخلوق پر حاصل تھے وہ بھی اور حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو مردے زندہ

کرنے اور شفا بخشی کا جو اختیار تھا وہ دراصل ان میں سے کسی کا نجی اختیار نہیں تھا بلکہ اللہ کا ہی عطا کردہ تھا۔ جیسے جبریل و میکائیل و عزرائیل کے اختیارات یا حضرت خضر علیہ السّلام کے اختیارات سب اللہ کے ہی عطا کردہ ہیں معاملات خیر تو اپنی جبکہ۔۔۔۔ حد یہ ہے کہ شر و فریب دہی کا جو اختیار شیطان کو حاصل ہے۔۔۔۔ وہ بھی اس کا اپنا نہیں بلکہ مانگا ہوا ہے۔

چنانچہ شق القمر کا واقعہ / یا پتھروں کی گویائی، پیڑ کا حرکت کرنا اور خود زمان و مکان کی قید سے نکل جانا بھی رسول پاک ﷺ کے وہ اختیارات تھے جو اللہ کے ہی عطا کردہ تھے۔ مظاہرۂ قدرت و اختیار کسی کے بھی ذریعے سے ہو مگر فاعل حقیقی تو اللہ کی ذاتِ لاشریک ہی ہے۔ اس نظام کائنات کو چلانے اور جاری رکھنے کے لیئے ہر چند کہ باطنی طور سے تفویض اختیارات کی گئی مگر یہ سب کے سب اختیارات دراصل اللہ کے ہی ہیں۔ رزق میکائیل بانٹتے ہیں مگر رازق اللہ ہی ہے، عزرائیل روح قبض کرتے ہیں مگر مارنے والا اللہ ہی ہے۔ اس طرح انبیا و اولیا سے جو معجزے اور کرامات کا اظہار ہوا وہ بھی اللہ کے ہی عطا کردہ اختیار سے ہے کہ **بندہ تو عاجز اور اللہ اکبر ہے۔**

حکم نمبر ۱۰۴۸

اے رسول ﷺ ! ان سے کہہ دیجیئے کہ مجھ کو کوئی بھی اللہ کے سوا پناہ دینے یا بچانے والا نہیں ہے اور نہ میں خود ہی اللہ کے سوا کوئی جائے پناہ پاتا ہوں۔

سُوْرَةُ الْجِنّ — آیت نمبر ۲۲

بعض شارحین کے مطابق رسول پاک ﷺ کو یہ حکم کافروں کی اُس پیش کش کے جواب میں ہے جب انہوں سرکار ﷺ کو کارِ تبلیغ چھوڑ کر اپنی پناہ و حفاظت میں لینے کے لیئے کہا تھا۔۔۔یہ حکم ایک طور پر آیت نمبر ۲۱ کے بیان کی ہی توسیع ہے جہاں سرکار ﷺ کو اپنی "عبدِ عاجز" والی شان بیان کرنے کے لیئے یہ کہنے کا حکم دیا گیا تھا کہ میں نہ تو تم کو ضرر پہچانے کی طاقت رکھتا ہوں اور نہ ہی نیکی پر لانے کی۔ اسی عجز کی صراحت اور اللہ کی "شانِ کبر" بیان کرنے کے ساتھ یہ کہنے کا حکم دیا گیا کہ "قُلْ اِنِّیْ لَنْ یُّجِیْرَنِیْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ ۙ۬ وَّ لَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ﴿۲۲﴾ "کہہ دیجیئے کہ اللہ کے سوا مجھے پناہ دینے والا کوئی نہیں ہے۔" یُّجِیْرَنِیْ" کے معنٰی پناہ میں لینے یا بچانے کے ہیں) اور میں خود بھی اللہ کو چھوڑ کر کوئی جائے پناہ نہیں پاتا۔

مراد یہ ہے کے میرا محافظ اور مجھ کو پناہ دینے والا کوئی اور نہیں ہو سکتا صرف اللہ ہی مجھ کو پناہ دے سکتا ہے۔ بعض شارحین نے اگلی آیت کے حوالے سے یوں بھی شرح کی ہے کہ اگر مجھ سے کارِ سالت یا پیغام رسانی میں کوئی چوک ہو جائے تو مجھ کو پناہ دینے والا صرف اللہ ہی ہے مگر راقم کے نزدیک اللہ کی پناہ حاصل ہونے کا بیان صرف چوک یا قصر سے ہی وابستہ نہیں ہے بلکہ محافظت و پناہ اس کی ہر حال سرکار ﷺ کے لیئے ہے۔

حکم نمبر ۱۰۴۹

میرا کوئی اختیار نہیں ہے سوائے اس کام کے کہ میں اللہ کی طرف سے ملنے والے پیغامات لوگوں تک پُہنچا دوں۔۔۔اور جو اللہ اور

اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کریں ان کے لیئے دوزخ کی آگ ہے اور وہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے۔

سُوْرَةُ الْجِنّ — آیت نمبر ۲۳

ارشاد ہے کہ "اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِسٰلٰتِهٖ ؕ وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ؕ﴿۲۳﴾ "سوائے اس کے کہ میں پہنچادوں اللہ کی طرف سے بھیجے ہوئے "پیغامات واحکام" اور جو اللہ اوراس کے رسول کی نافرمانی کریں گے بے شک ان کے لیئے نار جہنم ہے اور وہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے۔

آیت ھٰذا آیات ۲۰،۲۱ اور ۲۲ کے حکم "قل" کے ہی تسلسل میں ہے یعنی رسولِ پاک ﷺ کو اس آیت میں بیان کی ہوئی بات بھی بتادینے کا حکم ہے۔ آیت ھٰذا کا آغاز لفظ "اِلَّا" سے ہوتا ہے۔ شارحین کے مطابق یہ استثنا آیت نمبر "۲۱" کے لفظ سے مشروط ہے جس کے معنٰی یہ ہوئے کہ مجھ کو سوائے اس کے کوئی اختیار نہیں ہے کہ۔۔۔ میں اللہ کے بھیجے ہوئے پیغام واحکام و ہدایات لوگوں تک صاف صاف پہنچادوں۔۔۔ آگے وضاحت ہے کہ ان کا تسلیم کرنا اوران پر عمل پیرا ہونا سب پر لازم ہے اور جو لوگ ایسا نہیں کریں گے یعنی نافرمان ہوں گے تو آخرت میں وہ جہنم کی آگ میں جھونکے جائیں گے اور وہ ہمیشہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے۔

یہ دراصل اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی فرماں برداری کرنے اور احکامِ قرآن کی تسلیم و تعمیل کا ترغیبی حکم ہے اور ایسا نہ کرنے والوں کے لیئے سخت تنبیہ ہے۔

حکم نمبر ۱۰۵۰

اے رسول ﷺ !ان سے کہہ دیجیئے کہ مجھے نہیں معلوم جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے یا جس سے ڈرایا گیا ہے وہ یعنی قیامت و عذاب آخرت قریب ہے یا اس کے لیئے میرے رب نے مدت رکھی ہے۔

سُوْرَةُ الْجِنّ	آیت نمبر ۲۵

آیت ھٰذا کا حکم بیان کرنے میں بھی سرکار ﷺ کی شانِ عجز کا ہی اظہار ہے کہ ضرر و نفع پہچانے کی طاقت یا اختیار نہ رکھنے اور اللہ کے سوا کسی کی پناہ نہ مانگنے کی طرح اس حقیقت سے بھی واقفیت نہیں ہے کہ قیامت کب آئے گی، بلکہ یہ بھی نہیں معلوم کہ وہ قریب ہے یا دور اس کا علم صرف اللہ کے ہی پاس ہے۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ اس کے آنے کا یقین ہے کہ اللہ نے اس کا وعدہ فرمایا ہے یا اس سے اپنے بندوں کو پیشگی خوف دلایا ہے۔ ارشاد ہے کہ "قُلْ اِنْ اَدْرِیْٓ اَقَرِیْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ یَجْعَلُ لَهٗ رَبِّیْٓ اَمَدًا ۝۲۵" "کہہ دیجیئے کہ میں نہیں جانتا کہ قریب ہے وہ جس کا وعدہ کیا گیا ہے۔۔ یا میرے رب نے اس کے لیئے (بڑی) مدت رکھی ہے۔

حکم نمبر ۱۰۵۱

اے مزّمل (کملی والے) رات کو اٹھ جایا کریں جب تھوڑی رہ جائے "آدھی یا اس سے بھی کچھ کم یا تھوڑی زیادہ کرلیا

کریں"۔۔اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر (صاف صاف تلفظ کے ساتھ باآواز) پڑھا کیجئے۔

سُوْرَةُ الْمُزَّمِّل — آیت نمبر ا تا ۴

ازروئے تنزیل سورۂ"مزمل" تیسری سورت ہے جو مکہ میں نازل ہوئی۔ اس میں سرکار ﷺ کو مزّمل کہہ کر پکارا گیا ہے اس کے بعد والی سورت میں "مدّثر" کے لقب سے مخاطب کیا گیا ہے (علق اور القلم) ازروے تنزیل پہلی اور دوسری سورتوں میں بھی تخاطب ہے۔۔مگر مخاطبت کسی لقب سے نہیں ہے اس کے بعد مخاطبت "رسول ﷺ اور نبی ﷺ" کے القاب کے ساتھ ہے۔ یہ القاب رسالت و نبوت کا تصور عام ہو جانے کے بعد استعمال ہوئے ہیں۔ پہلی سورت میں پڑھنے اور علم کا حوالہ ہے اور دوسری میں قلم اور لکھنے کا حوالہ ہے جبکہ سورت ھٰذا میں "ترتیل سے قرآن" پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ارشاد ہے کہ "يَاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۙ﴿۱﴾ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ۙ﴿۲﴾ نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ۙ﴿۳﴾ اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَ رَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ؕ﴿۴﴾" اے کپڑے میں لپٹے ہوئے۔۔۔رات جب تھوڑی رہ جائے تو اُٹھ جایا کریں۔۔۔ آدھی یا اس سے کچھ کم۔۔۔یا اس سے کچھ زیادہ کرلیا کریں اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر (واضح تلفظ کے ساتھ) پڑھا کریں۔

آیاتِ ھٰذا میں شارحین نے "قم" اٹھ جاؤ یا کھڑے ہو جاؤ کے معنیٰ "قیام صلوٰۃ" یعنی نماز میں کھڑے ہونے کے لیئے ہیں کہ اس کے ساتھ ہی ٹھہر ٹھہر کر قرآنِ حکیم کی تلاوت کا حکم ہے اور ابتدائی زمانۂ اسلام میں سرکار ﷺ اور آپ کے صحابہ کا طریق بھی عبادت شبانہ تھا۔ سورۂ ھٰذا کے احکام کو نمازِ تہجد کے حکم کے طور پر تعبیر کیا گیا ہے۔ اس حکم کی تاکیدی شدت وجوب فرض سے کچھ

کم ہے، مگر سرکار ﷺ کا یہ ورد رہا ہے۔ سورۂ ھٰذا کی آیت نمبر ۲ صرف چار الفاظ "قُمِ الَّيۡلَ اِلَّا قَلِيۡلًا" پر مشتمل ہے، مگر اس مختصر آیت پاک کی بھرپور شرح کے لیئے راقم ایک خصوصی نوٹ تحریر کرنا چاہتا ہے۔

خصوصی نوٹ

راقم نے اب سے ترپن (۵۳) سال قبل نفسیات میں ماسٹرز کی ڈگری اس وقت حاصل کی تھی جب پاکستان کی کسی بھی جامعہ میں ماسٹرز کی سطح پر نفسیات کی تدریس نہیں ہوتی تھی اور ڈگری حاصل کرتے ہی راقم کالج میں لیکچرار مقرر ہوا تھا۔ اس وقت سے تادم ہنوز مطالعۂ نفسیات اور اس کی تدریس و تصنیف و تالیف کا سلسلہ جاری ہے۔ اپنے پورے تجربہ کی روشنی میں راقم کو یہ عرض کرنے میں کوئی تامل نہیں کہ طلوعِ آفتاب سے قبل اٹھ کر اپنے رب کے حضور گریہ وزاری کرنے اور خشوع و خضوع کے ساتھ دعا کرنے، اپنی خطاؤ اور غلطیوں کا اعتراف کرکے، توبہ کرنے اور شرمندہ ہونے سے بڑی کوئی سائیکو تھیراپی (Psychotherapy) ممکن ہی نہیں ہے بلکہ یہ کہ اس عمل سے فرد ہزارہا" ناکامیوں، پریشانیوں اور محرومیوں کا ازلہ کرکے ہر قسم کی Tension, Frustration, Anxiety اور دیگر "جذبوں" کے تعقیبی عمل یعنی (Repression) "اور اس کے اثراتِ بد" سے بچ جاتا ہے اور پھر کسی نفسیاتی مرض کے پیدا ہونے کا امکان ہی نہیں رہتا۔۔۔ اور یہ کہ نفسیاتی اساس پر پیدا ہونے والے جسمانی عوارض سے بھی محفوظ رہتا ہے۔

تاریخ گواہ ہے کہ مدنی زندگی میں مسلمانوں پر ہزارہا قسم کے ذہنی دباؤ اور جسمانی مشقت، مالی تنگی، نیز کفار و مشرکین و منافقین کی طرف سے مخالفت کے خدشات شدید تر تھے مگر

اُس دور میں مدینے میں نہ تو جسمانی امراض کے لیئے اور نہ ہی کسی نفسیاتی مرض کے لیئے کبھی کسی طبیب، کلینک یا اسپتال کی ضرورت محسوس نہ ہوئی اور نہ ہی اُس دور میں ایسے پیشہ ور لوگوں کا کوئی حوالہ ملتا ہے۔ اس صحت مندی کا طبی اور نفسیاتی راز محوّلہٗ بالا چار الفاظ میں محفوظ ہے۔

آج پاکستان بالخصوص کراچی کے جو حالات راقم کے سامنے ہیں اس کے اسباب میں ایک بڑا بلکہ سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ لوگ رات کو ایک ڈیڑھ بجے سے پہلے سوتے نہیں اور سورج نکلنے بلکہ دھوپ تیز چڑھنے کے بعد اٹھنے کے عادی ہوگئے ہیں۔ کراچی میں گھوم پھر کر دیکھئے ۱۲ بجے دن سے پہلے تمام دکانیں اور مارکیٹیں بند رہتی ہیں۔ طلوع آفتاب سے قبل نہ اٹھنے کی جو روحانی اور نفسیاتی خرابیاں اور نحوستیں ہیں ان کو تو چھوڑیئے اس سے ذہنی صحت اور عقیدہ یکسر تباہ ہو کر رہ گیا ہے۔

اس حقیقت کو تو غیر مسلم بھی تسلیم کرتے ہیں کہ "Early to bed and early to rise makes us healthy, whealty and wise" صبح سویرے جب رات تھوڑی رہ جائے، نہ اٹھنے والوں کی نجی زندگیوں کا جائزہ لے کر دیکھئے تو معلوم ہو گا کہ یہ ہی لوگ امراضِ قلب، بلڈ پریشر، شگر، گردوں کی ناکارگی اور نفسیاتی الجھنوں اور بیماریوں کا شکار ہیں۔ آخر شب اٹھ کر ذکر و یاد الٰہی کی اہمیت اور اس کے فیضان کا حال وہی لوگ بتا سکتے ہیں جو اس حکم پر عمل پیرا ہیں۔ راقم اپنے اس خصوصی نوٹ کو علامہ اقبال کے ایک شعر پر ختم کرتا ہے کہ

عطّار ہو رومیؔ ہو رازیؔ ہو غزالیؔ ہو کچھ ہاتھ نہیں آتا
بے آہِ سحر گاہی

(اقبال)

حکم نمبر ۱۰۵۲

اپنے رب کے نام کا ذکر کریں اور سب کو چھوڑ کر اسی کی طرف ہو جائیں۔

سُوْرَةُ الْمُزَّمِّل آیت نمبر ۸

سورۂ ھٰذا کے پہلے حکم کے تسلسل میں ہی یہ حکم بھی تعبیر کرنا چاہئے کہ اللہ نے آخرِ شب عبادت یا نماز کا اور قرآنِ پاک کے ٹھہر ٹھہر کر پڑھنے کا حکم دیا ہے حکم ھٰذا میں اس کی صحیح تعمیل کے لیئے داخلی کیفیت کی طرف یہ اشارہ ہے کہ عبادت میں مشغول ہو کر اللہ کے سوا ہر خیال و گمان واحساس و عمل کو ترک کر کے اللہ کے نام کا ذکر یکسوئی سے کرنا چاہیئے۔ حکم ہے کہ "وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَ تَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ۝٨" ذکر کریں اپنے رب کے نام کا اور اسی کی طرف ہو رہیں سب سے کٹ کر۔

اگر غور کریں تو واضح ہو گا کہ ایسی ہی عبادت حقیقی عبادت اور لَآاِلٰهَ اِلَّااللّٰه کی معنوی تعمیل ہے۔

حکم نمبر ۱۰۵۳

مشرق و مغرب کا رب جس کے علاوہ کوئی معبود (لایق عبادت نہیں) نہیں ہے اسی کو اپنا وکیل و کارساز بنالو۔

سُوْرَةُ الْمُزَّمِّل آیت نمبر ۹

ارشاد ہے کہ "رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا ۝۹ "وہ مشرق و مغرب کا رب جس کے سوا کوئی لائق عبادت معبود نہیں ہے اسی کو اپنا وکیل وکار ساز بنالو۔

آیتِ ھٰذا میں مشرق و مغرب کے رب سے مراد سب یعنی کل مخلوق کی پرورش کرنے والا اللہ ہے جو واحد ولاشریک ہے اور جس کے علاوہ "کوئی دوسرا معبود بنانے یا عبادت کرنے کے لائق نہیں ہے"۔ حکم دیا گیا کہ اپنے جملہ معاملات اسی کے سپرد کرکے دیناہو کہ آخرت ہر جگہ اسی کو اپناوکیل اور کارساز ومددگار بناکر اسی پر سب چھوڑدواور اسی پر توکل کرو۔

حکم نمبر ۱۰۵۴

اور صبر فرمایئے ان باتوں پر جو وہ کہتے ہیں ۔۔اوران سے ہٹ کر خوبصورتی کے ساتھ انکو چھوڑ دیجیئے۔

سُوْرَةُ الْمُزَّمِّل آیت نمبر ۱۰

ارشاد ہے کہ "وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا ۝۱۰ "صبر کیجیئے اس پر جو کچھ وہ کہتے ہیں اور چھوڑ دیجیئے ان کو عمدگی سے چھوڑنے والے طریقے سے۔

سرکار ﷺ سے اللہ تعالیٰ نے اپنا یہ ارشاد کئی بار دوہرایا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ کفّار و مشرکین قرآن حکیم اور سرکار دوعالم ﷺ سے متعلق نیز قیامت کے واقع ہونے، مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے اور حشر وحساب وعذاب کے عقیدے سے متعلق اکثر تمسخر کرتے اور جھٹلاتے تھے جس پر غصّہ آنایا مشتعل ہونانفسیاتی لازمہ ہے، مگر یہ رویّہ چونکہ اقتضائے صبر اور کاررسالت سے

موافقت نہیں رکھتا اس لیئے جب بھی کفّار دل آزاری کرتے اللہ اپنے حبیب پاک ﷺ کو صبر کی تلقین فرماتا تھا۔

ویسے آج بھی روزمرہ زندگی کے معاملات میں صبر و تحمل سے کام لینا اور برداشت کی خوڈالنا سماجی مطابقت کے موافق اور اشتعال نفس کے لیئے بڑا مجاہدہ ہے جس کی باربار تلقین کر کے اللہ تعالیٰ نے مومنین کو بھی یہی ترغیب دی ہے۔

جہاں تک اعلیٰ حقیقتوں کے اعتراف اور اعلیٰ ذہانت اور عمدہ سوجھ بوجھ کا تعلق ہے وہ عمومی اوسط درجے کے بلکہ اس سے بھی کچھ کم تر سطح کی شرح ذہانت کے لوگوں میں نہیں ملتی۔ چنانچہ ایسے لوگوں کے منکرانہ رویّہ پر اعلیٰ درجے کی شخصیت کو سوائے صبر و تحمل کوئی چارہ نہیں اسی لیئے اللہ تعالیٰ نے صاحبانِ ایمان و تقویٰ اور بزرگان کے لیئے یہ حکم بار بار سرکار ﷺ کی مخاطبت سے دوہرایا ہے۔

حکم نمبر ۱۰۵۵

اور مجھ پر چھوڑ دیجیئے ان جھٹلانے والے مال دار لوگوں کو آپ ﷺ ان کو تھوڑی مہلت دے دیں۔

سُوْرَةُ الْمُزَّمِّل — آیت نمبر ۱۱

ارشاد ہے کہ "وَ ذَرْنِيْ وَ الْمُكَذِّبِيْنَ اُولِي النَّعْمَةِ وَ مَهِّلْهُمْ قَلِيْلًا ﴿۱۱﴾" "چھوڑ دیجیئے مجھ پر ان جھٹلانے والے مال داروں کو اور ان کو تھوڑی سے مہلت دے دیجیئے۔

حکم ھٰذا میں دو تراکیب خاص کر قابل غور ہیں اوّل "اُولِي النَّعْمَةِ" اور دوم "مَهِّلْهُمْ قَلِيْلًا" یہاں اُولِي النَّعْمَةِ سے مراد و مال دار صاحب اموال و اولاد کافرین ہیں کہ وہ ہی دوسروں

کے مقابلے میں حق کو جھٹلانے میں آگے تھے اور یہ بھی تاریخی حقیقت ہے کہ ایمان لانے والوں کی اکثریت غربا کی تھی، چنانچہ نشاندہی اس نفسیاتی حقیقت کی کر دی گئی ہے کہ اللہ، رسول، قرآن اور آخرت کی مخالفت یا انکار وہی لوگ زیادہ کرتے ہیں جن کو دنیا میں آسودگی حاصل ہے یعنی حُبِ دنیا اور حُبِّ اموال واولاد راہِ راست پر آنے اور حق کو تسلیم کرنے کی راہ میں حائل ہوتی ہے ساتھ ہی "ان کو تھوڑی مہلت دیجئے" کے حکم میں دوراز مضمر ہیں: اوّل تو یہ کہ دنیاوی راحتیں اور اموال و اولاد عارضی وقتی اور فانی حقیقتیں یعنی تھوڑی دیر کے لیئے ہیں۔ دوم یہ کہ اس کے بعد کفر و شرک کرنے والوں کے لیئے عذاب و سزا مستقل ہے۔ چنانچہ سرکار صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے یہی فرمایا گیا کہ آپ صبر کر کے منکرین و مشرکین کو اس زندگی تک مہلت دے دیں اور آخرت میں دردناک عذاب کے لیئے ان کو مجھ پر چھوڑ دیجیئے کہ وہاں ان کو جھٹلانے کا پورا پورا بدلہ مل جائے گا۔

حکم نمبر ۱۰۵۶

اے لوگو! (خاص کر اہلِ مکہ) یقیناً ہم نے بھیجا ہے تمہاری طرف ایک رسول تم پر گواہ بنا کر جس طرح ہم نے بھیجا تھا فرعون کی طرف ایک رسول۔

سُوْرَةُ الْمُزَّمِّل	آیت نمبر ۱۵

ارشاد ہے کہ "اِنَّاۤ اَرْسَلْنَاۤ اِلَیْكُمْ رَسُوْلًا ۙ۬ شَاهِدًا عَلَیْكُمْ كَمَاۤ اَرْسَلْنَاۤ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا ؕ﴿۱۵﴾" بے شک ہم نے بھیجا ہے تمہاری طرف رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جو تم پر گواہ ہے جیسا کہ ہم نے بھیجا تھا فرعون کی طرف رسول۔

آیتِ ھٰذا کے بعد ارشاد ہوا ہے اور فرعون نے رسول کی نافرمانی یا تکذیب کی تو ہم نے اس کو سخت وبال میں پکڑ لیا (یعنی مع لشکر پانی میں غرق کر دیا)۔ محولہ دونوں آیات کے حوالے سے کوئی واضح حکم تو نہیں ملتا مگر رسول پاک ﷺ کی فرماں برداری کی زبردست ترغیب اور نافرمانی کے خلاف سخت تنبیہ ملتی ہے جو دراصل حکم کے ہی معنیٰ رکھتی ہے اور جس میں یہ اشارہ بھی موجود ہے کہ تسلیم نہ کرنے اور انکار کرنے والے لوگوں کو اپنے خراب انجام اور اللہ کی سخت پکڑ سے عبرت حاصل کر کے راہ راست پر آنا اور احکام کو تسلیم کرنا یا رسولِ پاک ﷺ کی فرماں برداری کرنی چاہیئے کہ ازروے قرآن حکیم سرکار ﷺ کی اطاعت اللہ کی ہی اطاعت ہے۔

حکم نمبر ۱۰۵۷

یہ قرآن ایک نصیحت ہے تو جو چاہے اس پر ایمان لا کر اور اس کے احکام کی تعمیل کر کے اپنے رب کی طرف راستہ اختیار کرے۔

سُوْرَةُ الْمُزَّمِّل آیت نمبر ۱۹

ارشاد ہے کہ "اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ﴿۱۹﴾" بے شک یہ (قرآن حکیم) ایک نصیحت اور یاد دہانی ہے بس جو چاہے اپنے رب کی طرف والا روشن راستہ اختیار کرے۔

آیت ھٰذا میں واضح حکم نہیں بلکہ ایک اہم ترغیب ہے قرآن حکیم سے ہدایت حاصل کر کے اُس پُر نور راستہ پر چلنے کی جو عابد کو معبود کی طرف یا بندے کو خالق کی طرف لے جاتا ہے۔ عام زندگی کی تمام مینوفیکچرنگ کمپنیوں کا طریقہ یہ ہے کہ وہ جو بھی شے بناتی ہیں یا تصنیع کرتی ہے

خواہ کوئی مشین ہو یا دوا اس کے استعمال کی ترکیب بھی صارف کو تحریر کر دیتی ہیں اور یہ ہی طریقہ خالقِ حقیقی کا ہے کہ اس نے جب انسان کو تخلیق کر کے یہ دنیاوی زندگی عطا کی تو آغاز سے ہی اس نے یہ زندگی گزارنے اور اس کی مقصدیت حاصل کرنے کے لیئے ہدایت جاری کرنے کا سلسلہ قائم رکھا۔ تمام ہی انبیا و رُسل اور آسمانی کتب انسان کو ہمیشہ سے مقصدِ زندگی بتاتی اور طریقۂ زندگی سکھاتی رہی ہیں۔ ان میں قرآنِ حکیم آخری مکمل قیامت تک رہنمائی کرنے والی ایسی کتاب ہے جس کے بعد کسی مزید آسمانی ہدایت کی ضرورت نہیں رہتی۔ آیتِ ھٰذا اسی لیئے انسان کو اِس سے نصیحت حاصل کر کے مقصدِ زندگی کے حصول یعنی حصول رضا و قربِ الٰہی کی ترغیب دیتی ہے۔

حکم نمبر ۱۰۵۸

قرآنِ کریم کی تلاوت۔۔۔۔نماز کی پابندی۔۔۔۔زکوٰۃ کی ادائیگی کرتے رہنے اور اللہ کو قرضِ حسنہ دینے اور بخشش طلب کرتے رہنے کے احکامات۔

سُوْرَةُ الْمُزَّمِّل	آیت نمبر ۲۰

ارشاد ہے کہ ”اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَ نِصْفَهٗ وَ ثُلُثَهٗ
وَ طَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ ؕ وَ اللّٰهُ يُقَدِّرُ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ ؕ عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ
عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ؕ عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى ۙ وَ اٰخَرُوْنَ
يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ ۙ وَ اٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ فَاقْرَءُوْا
مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ ۙ وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ اَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ؕ وَ مَا تُقَدِّمُوْا
لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَّ اَعْظَمَ اَجْرًا ؕ وَ اسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ۝۲۰ ”اے رسول ﷺ آپ کا رب یقیناً جانتا ہے کہ آپ عبادت میں قیام کرتے ہیں دو تہائی رات، کبھی آدھی رات اور کبھی ایک تہائی اور ایک گروہ ان میں سے بھی جو آپ کے ساتھ ہیں۔۔۔اور اللہ کو دن اور رات پر پوری قدرت اور ان کی شمار کا پورا پورا اندازہ ہے اور وہ جانتا ہے کہ تم اوقات شب کی پوری پابندی نہ کر سکو گے اس لیئے اس نے تم پر مہربانی فرمائی ہے (چھوٹ دی ہے) کہ تم جتنا آسانی سے قرآن پڑھ سکتے ہو پڑھا کرو۔ وہ جانتا ہے کہ تم میں سے کچھ بیمار بھی ہوں گے، کچھ سفر میں، کچھ تلاش معاش میں اور کچھ جہاد میں (مصروف و مشغول) ہوں گے۔۔۔اور نماز کی پابندی کرو۔۔۔ زکوٰۃ دیتے رہو۔۔۔ اور اللہ کو قرض حسنہ دو کہ جو نیک اعمال تم اللہ کے پاس بھیجو گے انہیں وہاں موجود پاؤ گے۔۔۔ اور یہی کام اپنے اچھے اور بڑے صلے کے لحاظ سے بہترین ہیں۔ بس اللہ سے مغفرت طلب کرتے رہو کہ وہ بڑا بخشنے اور معاف فرمانے والا ہے۔

آیتِ ھٰذا میں پانچ واضح احکام ہیں۔

1. تلاوت قرآنِ حکیم سہولت و آسانی کے مطابق
2. نماز کی پابندی کرنا
3. زکوٰۃ ادا کرتے رہنا
4. اللہ کو قرض حسنہ دینا
5. بخشش طلب کرتے رہنا

تلاوتِ قرآنِ حکیم ٹھہر ٹھہر کر صاف تلفظ سے کرنے کا حکم پہلے ہی دیا جا چکا ہے اور آیاتِ ھٰذا نے تلاوت کے دورانیے کو آسانی اور سہولت سے مشروط کر دیا ہے۔۔۔ قیامِ صلوٰۃ پنج وقتہ ہے۔ مردوں کے لیئے باجماعت ہے / وتر / تہجد / چاشت اور اشراق بھی شمار میں ہیں، نوافل زائد ہیں۔ زکوٰۃ کی تعداد و شرائط معروف و معلوم ہیں۔۔۔اور اللہ کو قرض حسنہ دینے سے مراد اللہ واسطے مستحقین کی مدد ہے۔ بھوکے، مسافر، محتاج، اقارب اور یتیم کی مدد کرنا اور سائل کا سوال پورا

کرنا المختصر انفاق کا حکم ہے اور اس کے علاوہ دانستہ و نادانستہ لغزشوں، خطاؤں قصور و سیئات کے لیئے توبہ کرنے اور مغفرت چاہتے رہنے کا حکم ہے۔

تلاوتِ قرآنِ حکیم میں سہولت و آسانی بیماری کسبِ حلال کی مشغولیت، سفر، اور جہاد کی مصروفیات کے حوالے سے اور فطرتِ انسانی کی کمزوریوں کی آگہی کی نسبت سے ہے۔ دوسری وضاحت اعمال کے اجر و ثواب کے حوالے سے کی گئی ہے اور اس نسبت سے پانچوں احکام کی اہمیت کی توثیق بھی ہے کہ یہ سب کارہائے خیر ہیں، جن کے اجرِ عظیم اور مغفرت طلب کرنے کا حکم دینے کے ساتھ یہ بھی واضح کر دیا گیا ہے کہ اللہ بڑا بخشنے اور معاف فرمانے والا ہے۔ مراد یہ ہے کہ صدق دل سے بخشش طلب کرکے اور توبۃُ النّصوح کے ساتھ اس کی رحمت سے قبولیت کا یقین رکھو۔

حکم نمبر ۱۰۵۹

اے کملی اوڑھنے والے اٹھ جایئے اور لوگوں کو عذاب حشر سے ڈرایئے۔۔۔اپنے رب کی کبریائی (بڑائی) بیان کیجئے ۔۔۔اپنے کپڑے پاک صاف رکھیئے۔۔۔ناپاکی و نجاست (خاص کر بت پرستی) سے دور رہیئے۔۔۔احسان یہ سوچ کر نہ کیجئے کہ جواباً آپ کے ساتھ اس سے زیادہ کیا جائے۔۔۔اور اپنے رب کے واسطے صبر کیجئے۔

سُوْرَةُ الْمُدَّثِّر	آیت نمبر ۲ تا ۷

جس طرح سورۂ مزمل کی آخری آیت میں پانچ اہم احکامات صادر کئے تھے اسی طرح اس کے بعد والی سورتکی ابتدائی چھ مختصر آیات میں چھ اہم احکام دیئے گئے ہیں۔

پہلا حکم قیام یعنی اٹھ کر کھڑے ہونے یا نماز پڑھنے کا ہے اور ساتھ یہ بھی ہے کہ لوگوں کو عذاب حشریاد دلاکر۔۔بیان کرکے۔۔اس سے ڈرنے، بچنے اور پرہیز کرنے کادرس دیجئے۔۔۔۔ ساتھ ہی دوسرا حکم اللہ کی کبریائی بیان کرنے کا ہے جس طرح مخلوق خاص کر انسان کے لیئے عجز لازم ہے اسی طرح اللہ کے لیئے کبر ہے۔ اللہ سے عجز کو اور مخلوق سے کبر کو وابستہ کرنا گناہ بلکہ کفر ہے کہ ابلیس کو تکبر کرنے پر ہی مردود کیا گیا اور سرکار نے اسی لیئے خود کو "عبد عاجز" کہنا پسند فرمایا۔۔۔ تیسرا حکم پاکی وطہارت کو اپنانے کا یعنی کپڑے لباس پاک صاف رکھنے کا ہے اور اگلا چوتھا حکم باطن کی نجاست یعنی بت پرستی کی نجاست سے بچنے کا ہے۔۔۔پانچواں ایک اور اہم نفسیاتی حکم یہ ہے کہ دوسروں کے ساتھ یہ سوچ کر نیکی یا حسن سلوک نہ کیا جائے کہ وہ اس کے جواب میں زیادہ بہتر احسان کریں گے مراد یہ کہ نیکی اللہ کے لیئے کی جائے، بندے سے اس کی جزا کی خواہش یا آرزو نہ ہو کہ یہ نیکی نہیں بلکہ دنیاوی تجارت ہوئی اسی لیئے اگلا چھٹا حکم اللہ واسطے صبر کرنے کا ہے یعنی یہ بھی مضمر ہے کہ اپنے حسنِ سلوک کا اچھا بدل اللہ سے حاصل کرنے کے لیئے صبر سے کام لیا جائے۔۔نیکی کا کچھ بدلہ اللہ کی طرف سے دنیا میں بھی مل سکتا ہے مگر آخرت میں اس کا صلہ بہترین ہے جس کے لیئے نیکی کرتے رہنے اور اللہ کی رحمت وکرم کے لیئے منتظر وصابر رہنے کا حکم ہے۔ ارشاد ہے کہ "یٰٓاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ ﴿۱﴾ قُمْ فَاَنْذِرْ ﴿۲﴾ وَ رَبَّكَ فَكَبِّرْ ﴿۳﴾ وَ ثِیَابَكَ فَطَهِّرْ ﴿۴﴾ وَ الرُّجْزَ فَاهْجُرْ ﴿۵﴾ وَ لَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ﴿۶﴾ وَ لِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ﴿۷﴾" اے کملی میں لپٹے ہوئے کھڑے ہوجایئے اور خوف دلایئے (لوگوں کو عذاب حشر سے)۔۔۔اور بیان کیجئے کبریائی اپنے رب کی۔۔۔اور لباس پاک رکھیئے۔۔۔ اور دور رہیئے نجاست سے (بت پرستی کی)۔۔۔ نیکی لوگوں سے یا احسان ان سے بہتر کی توقع کے ساتھ نہ کیجیئے۔۔۔اور صبر کیجئے اللہ کے لیئے۔

حکم نمبر ۱۰۶۰

نماز نہ پڑھنا۔۔۔ مسکین کو کھانا نہ کھلانا۔۔۔ باطل سے مل کر حق کا انکار کرنا۔۔۔ اور روز جزا کو جھٹلانا دوزخ میں داخل کئے جانے کے اسباب سے بچنے کی در پردہ تنبیہ۔

سُوْرَةُ الْمُدَّثِّر آیت نمبر ۴۲ تا ۴۶

آیات ھٰذا میں بیان کیا گیا ہے کہ جب باغ بہشت والے لوگ جہنمی لوگوں بلکہ مجرموں سے پوچھیں گے کہ تم کو کس بات کے سبب جہنم میں داخل کیا گیا تو وہ جواباً چار باتوں کی نشاندہی کریں گے کہ یہ چار کام تھے جن کے سبب ہم دوزخ میں ڈالے گئے۔ دوزخیوں کی زبان سے ان چار باتوں کے اعتراف کا مقصد دراصل یہ متعین ہوتا ہے کہ ان کو سن کر لوگ ان اعمال سے دور رہیں۔۔۔ ان اعمال کے بیان کو ایک تنبیہ یا منفی حکم کے طور پر تعبیر کیا جاسکتا ہے اور ان سے گریز و پرہیز کا حکم اخذ ہوتا ہے۔ محوّلہ بالا آیات میں ارشاد ہے کہ "مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ ﴿٤٢﴾ "تم کو کس چیز نے دوزخ میں بھیجا؟" قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ ﴿٤٣﴾ "وہ کہیں گے ہم نماز پڑھنے والوں میں نہیں تھے (یعنی منکرِ صلوٰۃ تھے)۔" وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِينَ ﴿٤٤﴾ "اور ہم مسکین کو کھانا نہیں کھلاتے تھے۔" وَكُنَّا نَخُوضُ مَعَ الْخَائِضِينَ ﴿٤٥﴾ "اور ہم (حق کے خلاف) جھوٹی باتیں بنانے والوں میں شریک رہتے تھے۔" وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّينِ ﴿٤٦﴾ "اور یوم دین یعنی قیامت و حشر و آخرت کی تکذیب کرتے تھے۔۔۔ کہ ہم کو موت آگئی۔

نتیجہ یہ اخذ ہوتا ہے کہ مندرجہ بالا چار بداعمالیوں میں مبتلا آدمی کو اگر اسی حال میں موت آجائے تو وہ جہنمی ہے۔ موت آجانے کی بات اس لیئے ہے کہ اگر ایسا آدمی زندگی میں ہی توبہ کر کے ان بداعمالیوں کو ترک کر دے اور ایمان لائے تو ان گناہوں کی بھی معافی ہے۔

حکم نمبر ۱۰٦۱

اے رسول ﷺ وحی کو یاد رکھنے کی عجلت میں (اس کے سنائے جانے کے ساتھ) آپ اپنی زبان کو حرکت میں نہ لایئے اس کو جمع کرنا اور پڑھوانا ہمارے ذمّہ ہے۔۔ جب وحی پڑھ کر سنادی جائے اس کے بعد آپ اس کو دوہرایئے۔۔ پھر اس کا بیان کروانا بھی ہمارے ہی ذمّہ ہے۔

سُوْرَةُ الْمُدَّثِّر	آیت نمبر ١٦ تا ١٩

نزول وحی کے ابتدائی دنوں میں سرکار ﷺ کا طریقہ یہ تھا کہ جب وحی آتی اور جبریل امین وہ سرکار ﷺ کو سناتے تھے تو آپ کا بقول ابن عباسؓ یہ طریقہ تھا کہ آپ وحی سننے کے ساتھ اس کو زبانِ مبارک سے آہستہ دوہراتے رہتے تھے تا کہ یاد رکھنے میں کوئی حصہ چھوٹ نہ جائے۔ اس پر محولہ بالا آیات کا نزول ہوا۔ ارشاد ہے کہ ”لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ﴿١٦﴾“ حرکت نہ دیجیئے اس کے ساتھ اپنی زبان کو اس کی عجلت کے لیئے (١٦)“ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَ قُرْاٰنَهٗ ﴿١٧﴾ ”بے شک ہم پر (ہمارے ذمہ) ہے اس کا جمع کرنا اور پڑھوانا

(۱۷)'' فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ۝۱۸ '' اور جب ہم اسے پڑھیں (بزبانِ جبریل) تو اس کے بعد آپ اس کو دوہرائیں (پڑھیں) (۱۸)'' ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ۝۱۹ ''پھر یقیناً اس کا بیان (کروانا) بھی ہماری ہی ذمہ داری ہے۔

آیت نمبر (۱۸) میں جبریل علیہ السّلام کے وحی پڑھ کر سنانے کو اللہ نے اپنا پڑھنا جو کہا ہے اس کے دو رموز ہیں اوّل تو یہ کہ جبریل علیہ السّلام جو کچھ سنا رہے ہیں وہ اُن کا نہیں ہمارا کلام ہے وہ تو باطن سے ظاہر تک ایک وسیلۂ محض ہیں اوران کے سنائے ہوئے کو آپ یوں ہی سمجھیں کہ جیسے ہم نے سنایا ہے۔۔۔دوم یہ رمز بھی قابل غور ہے کہ جبریل کو اس میں کسی کمی بیشی کا تغیر کا اختیار نہیں ہے۔ وہ تو بس امین ہیں کہ ہماری امانت جوں کی توں آپ تک پہنچادیں یعنی یہ کہ وحی بھیجی آپ پر ہر چند کہ ان کے وسیلے سے مگر وہ ایسی ہی ہے جیسے براہ راست ہم سے ہے جس میں کوئی درمیانی مداخلت ممکن ہی نہیں ہے۔

دیگر یہ کہ وحی کو آپ کے سینے میں جمع و محفوظ کرنا یا اس کو قرآن حکیم کی شکل میں جمع کرنا۔ پھر پڑھوانا یعنی وحی کا آپ کی زبان سے ٹھیک ٹھیک بیان کروانا اور اس کی معنوی وضاحت بھی ہماری ہی ذمہ داری ہے کہ اے رسول ﷺ کا رسالت تو بس پیغام پہنچادینا ہے۔ مراد یہ کہ جیسے جبریل علیہ السّلام کے ذریعے رسول پاک ﷺ تک وحی پہنچانے کے عمل کو اپنا پڑھنا کہا ہے۔ اسی طرح رسول ﷺ کے ذریعے وحی کئے ہوئے پیغام کی مطابقت سے رسول پاک ﷺ کی اطاعت کو بھی اپنی ہی اطاعت کہا ہے۔ ساتھ ہی وحی کے ''جمع ہونے اور پڑھوانے'' کی تعبیر تدوین و حفظ ِ قرآن کے طور پر بھی کی جاسکتی ہے۔

حکم نمبر ۱۰۶۲

نیک لوگوں کی پہچان۔۔۔۔اپنے عہد وپیمان پورے کرنے، یومِ قیامت کی سختی سے خوف کھانے اوراللہ کی محبت میں مسکینوں، یتیموں اوراسیروں کو کھانا کھلانے کاترغیبی حکم۔

سُوْرَۃُ الدَّھْر	آیت نمبر ۷۔۸

ارشاد ہے کہ ”یُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَ یَخَافُوْنَ یَوْمًا کَانَ شَرُّہٗ مُسْتَطِیْرًا ۝ وَ یُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّہٖ مِسْكِیْنًا وَّ یَتِیْمًا وَّ اَسِیْرًا ۝“ پورا یاوفا کرتے تھے اپنے عہد وپیمان (نذریں) اور خوف رکھتے تھے اس دن کا جب مصیبت اور سختی پھیل رہی ہوگی(۷)اور کھانا کھلاتے تھے اللہ کی محبت میں مسکینوں، یتیمون اور اسیروں (یعنی ناداروں) کو(۸)۔

مندرجہ بالا دونوں شرائط سورۃ البقرۃ کی ابتدا میں بھی فلاح پانے والے لوگوں کے لیئے واضح کی جاچکی ہیں۔ یہ دونوں باتیں دراصل علامت یا اشارہ ہیں قرآن حکیم کے احکامات وعقائد کی تسلیم وتعمیل کا۔اسی لیئے ان دونوں باتوں کو ترغیبی حکم کی حیثیت سے لیا گیا ہے۔

حکم نمبر ۱۰۶۳

اے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ! آپ اپنے رب کے حکم پر صبر کریں / یا فیصلے کا انتظار کریں اور ان میں سے کسی گنہگار کفر کرنے والے کا کہنا نہ

مانیں۔۔۔۔اور صبح و شام اپنے رب کے نام کا ذکر کرتے رہیں۔۔۔۔ اور اس کے لیئے رات کو سجدہ کریں اور رات میں دیر تک اس کی تسبیح کریں۔

سُوْرَةُ الدَّھْر

آیت نمبر ۲۴ تا ۲۶

مکہ کے دو بڑے کافر عتبہ بن ربیعہ اور ولید بن مغیرہ سرکار صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے پاس حاضر ہوئے ان میں سے عتبہ بن ربیعہ نے پیش کش کی کہ اگر آپ اپنے کام یعنی تبلیغ دین سے باز آجائیں تو میں اپنی بیٹی سے بغیر کسی مہر کے آپ سے شادی کر دوں اور ولید بن مغیرہ جو بڑا مال دار تھا اس نے کہا کہ میں آپ کو اتنا مال دے دوں کہ آپ راضی ہو جائیں کفار کی ان پیشکشوں پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ ارشاد ہے کہ "فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا ﴿۲۴﴾ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا ﴿۲۵﴾ وَمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا ﴿۲۶﴾" آپ قائم رہیئے اپنے رب کے حکم پر (صبر کیجئے) اور گنہگار کفر کرنے والوں کے کہنے میں نہ آیئے (۲۴) اور ذکر کیا کیجئے اپنے رب کے نام کا صبح کو بھی اور شام کو بھی (۲۵) اور کچھ رات میں اس کو (اللہ کو) سجدہ کیجئے یا اس کے لیئے سجدہ کیجئے اور تسبیح کیجئے اس کی رات میں دیر تک۔ (۲۶)

پہلی آیت میں کارِ رسالت پر استقامت اور صبر کا حکم ہے اور کفار کے کہنے میں نہ آجانے کی ہدایت ہے۔ آیت نمبر (۲۵) میں شارحین کے مطابق فجر کی نماز صبح اور دن ڈھلے ظہر و عصر کا حکم ہے۔ آیت نمبر (۲۶) میں بعد غروب مغرب وعشا کا حکم اور تہجد کا اشارہ ہے۔

سرکار صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کو دیئے گئے مندرجہ بالا احکام میں حق پر استقامت کا درس اور پنج وقتہ نماز کا حکم پوری امت کے لیئے ہے۔

حکم نمبر ۱۰۶۴

پرہیزگار لوگوں سے کہا جائے گا مزے سے کھاؤ اور پیو اپنے اعمال کے صلے میں ہم اچھے لوگوں کو ایسا ہی صلہ دیتے ہیں۔

سُوْرَةُ الْمُرْسَلٰت آیت نمبر ۴۳۔ ۴۴

اللہ تعالیٰ نے بار بار جہاں لوگوں کو کفر و شرک و گمرہی سے بچنے کے لیئے عذاب جہنم کے حوالے دیئے ہیں وہیں ساتھ ساتھ نیک کام کرنے والے صاحبان ایمان کے اعمالِ صالح کے صلے میں ملنے والے انعامات اور جنت کی راحتوں کا ذکر اور خوشخبری بھی ہے۔ آیت ھٰذا میں بھی مستحقین کے نیک اعمال کی جزا کے طور پر ارشاد فرمایا ہے کہ اہل جنت سے کہا جائے گا کہ تم مزے سے کھاؤ پیو جو چاہو کہ یہ تمہارے اچھے اعمال کا نیک بدلہ ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ ہم نیک لوگوں یعنی صالحین کو ان کے اعمال صالح کا ایسا ہی نیک بدلا دیتے ہیں جو ہمیشہ ہمیشہ کی راحت ہے یعنی "جنت" ارشاد ہے کہ "كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾" کھاؤ اور پیو مزے کے ساتھ اپنے کئے ہوئے کاموں کے صلے میں (۴۳)" اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۴۴﴾" ہم مُحسنین کو یوں ہی جزا دیتے ہیں۔

حکم نمبر ۱۰۶۵

کھالو اور تھوڑا سا (وقتی) فائدہ حاصل کرلو! تم بے شک مجرموں میں ہو۔ اور روز حشر جھٹلانے والوں کے لیئے بہت بڑی خرابی ہے۔ جب

ان سے کہا جاتا تھا کہ رکوع کرو تو یہ رکوع نہیں کرتے تھے۔۔اس دن بڑی خرابی ہے جھٹلانے والوں کے لیئے۔

سُوۡرَۃُ الۡمُرۡسَلٰت	آیت نمبر ۴۵ تا ۴۹

مندرجہ بالا آیات میں سے تین آیتوں میں وہی مضمون دوہرایا گیا ہے کہ ''جھٹلانے والوں کے لیئے اس دن بڑی خرابی ہے'' اور آیت نمبر (۴۶) میں فرمایا ہے کھالو اور تھوڑا سا فائدہ اٹھالو تم بلاشبہ جرم کرنے والوں میں ہو۔ مومنین کے لیئے ''کھاؤ اور پیو مزے سے'' یہ حکم جنت کے حوالے سے ہے اور مجرمین کو حکم نہیں بلکہ یہ کہا ہے کہ تم جو دنیا میں کھاتے ہو وہ عارضی وقتی اور ختم وفنا ہونے والا ہے۔ اب یہ تمہاری مرضی ہے کہ اس وقتی فائدے کو تم دائمی فائدہ چھوڑ کر حاصل کررہے ہو۔ چلو اپنی مرضی کرلو کہ تم تو ہو ہی جرم کرنے والوں میں اور اپنی مرضی چلانے والوں میں اور آیت نمبر (۴۸) میں ان کے جرم کی وضاحت کے طور پر ارشاد فرمایا ہے: جب ان سے کہا جاتا تھا کہ تم رکوع کرو تو یہ رکوع نہیں کرتے تھے۔۔۔ مراد یہ کہ دینِ حق یعنی اسلام کے مجرم تھے یہاں لفظ۔۔ ''یَرۡکَعُوۡنَ'' کا استعمال اسلام سے انحراف اور جھٹلانے کی علامت اس لیئے ہے کہ ''رکوع'' صرف اہل اسلام کی ہی نماز کا جزو ہے۔ اب سے پہلے ابتدائی والی اقوام کے لیئے جو نماز تھی اس میں بعض روایات کے مطابق رکوع شامل نہیں تھا۔ یہ اہل اسلام کی نماز کا ہی خاصّہ ہے۔ ارشاد ہے کہ '' وَيۡلٌ يَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَ ﴿۴۵﴾ كُلُوۡا وَ تَمَتَّعُوۡا قَلِيۡلًا اِنَّكُمۡ مُّجۡرِمُوۡنَ ﴿۴۶﴾ وَيۡلٌ يَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَ ﴿۴۷﴾ وَ اِذَا قِيۡلَ لَهُمُ ارۡكَعُوۡا لَا يَرۡكَعُوۡنَ ﴿۴۸﴾ وَيۡلٌ يَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَ ﴿۴۹﴾ ''اس دن جھٹلانے والوں کے لیئے بہت بڑی خرابی ہے(۴۵) اے جھٹلانے

والو! کھالو اور معمولی (دنیا میں) فائدہ اٹھالو(۴۶) اس دن جھٹلانے والوں کے لیئے بڑی خرابی ہے (۴۷) اور جب ان سے کہا جاتا تھا کہ رکوع کرو (داخل اسلام ہو کر حسب حکم نماز پڑھو) تو یہ رکوع نہ کرتے تھے (۴۸) اس دن جھٹلانے والوں کے لیئے بڑی خرابی ہے (۴۹)۔

حکم نمبر۱۰۶۶

اب مزا چکھو (ہماری آیات کو جھٹلانے والو!) اپنی بد اعمالیوں کا کہ ہم تمہارے لیئے اب کچھ اضافہ نہیں کریں گے تم پر "مگر عذاب میں"۔ یعنی تم پر عذاب کم نہیں ہو گا بلکہ بڑھتا ہی رہے گا۔

سُوْرَةُ النَّبَا آیت نمبر ۳۰

سرکشی کرنے والوں۔ یوم حساب پر یقین نہ رکھنے اور آیات قرآنی کو جھٹلانے والوں پر جہنم کے شدائد و عذاب کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا ہے کہ "فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا ﴿۳۰﴾" اور چکھو مزا (عذاب کا اپنے اعمال بد کے بدلے) کہ اب تمہارے لیئے کسی چیز کا اضافہ یا افراط نہیں ہو گی سوائے عذاب کے۔

جیسا کہ دنیاوی زندگی اور اس کی راحتوں کو وقتی فائدہ اور کھیل تماشہ یا دھوکے کی ٹٹی کہا گیا ہے۔ اسی طرح آخرت کی زندگی کو دوامی، جاری و ساری و قائم رہنے والی کہا گیا ہے۔ خواہ اہل جنت ہوں یا جہنم والے۔۔ جو بھی فیصلے کے دن جہاں داخل کر دیا جائے گا یعنی آخری فیصلے کے بعد جہنمی ہمیشہ ہمیشہ جہنم کے عذاب میں اور اہل جنّت ہمیشہ ہمیشہ کی راحت جنت کے مزے چکھتے رہیں گے۔ وہاں کی زندگی کو دوام اور بقا ہے جبکہ یہ دنیا دار فنا ہے۔

حکم نمبر ۱۰۶۷

قیامت وحشر کا دن برحق ہے۔۔بس جو چاہے وہ اپنے رب کے پاس اپنا ٹھکانا بنالے۔

سُوْرَةُ النَّبَا	آیت نمبر ۳۹

محوّلہ بالا آیت پاک میں کوئی واضح حکم نہیں دیا گیا، بلکہ صرف یہ کہا گیا ہے کہ "وہ دن" یعنی حشر و قیامت کا واقع ہونا تو یقینی بات ہے جس کے وقوع سے قبل اللہ نے اپنے رسول ﷺ اور قرآن حکیم کے ذریعے لوگوں کو آگاہ کر دیا ہے۔ اب یہ اپنی مرضی اور اپنا اپنا اختیار ہے کہ جو چاہے احکام الٰہی کو تسلیم کر کے ان کی تعمیل یعنی اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کر کے اور تقویٰ اختیار کر کے اپنے ایمان و اعمال کو درست کر کے اپنے رب کا قرب و رضا حاصل کرنے کے لیئے کوشش کرے بلکہ اپنا ٹھکانا اپنے رب کے پاس بنالے۔ ارشاد ہے کہ "ذٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ مَاٰبًا ۝۳۹" وہ (یہ) دن برحق ہے اور جو چاہے اپنے رب کے پاس ٹھکانا بنالے۔

رب کے پاس ٹھکانے کا اشارہ جنت کی طرف ہے جہاں اس کا دیدار نصیب ہو گا اس کا سلام آئے گا اور اس کے انعامات و اکرام ہمیشہ ہمیشہ کے لیئے عطا ہوں گے۔ کہ اللہ بندے سے اور بندہ اللہ سے راضی ہو کر اس کی عبدیت و جنت میں داخل ہو گا۔

آیتِ ھٰذا کے ارشاد اور اس کی متعلقہ تفسیر کو ایک اہم ترغیب کے طور پر بمنزلۂ حکم تعبیر کیا جا سکتا ہے۔

حکم نمبر ۱۰۶۸

حکم حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو فرعون کے پاس جانے کا کہ وہ سرکش ہو رہا تھا اور اس کو پاک ہونے کی دعوت دینے کے ساتھ یہ کہنے کا حکم ”میں تجھ کو تیرے رب کا راستہ دکھاؤں کہ تجھ میں اس کے لیئے خشیّت پیدا ہو“۔

سُوْرَۃُ النّٰزِعٰتِ	آیت نمبر ۱۷ تا ۲۱

آیاتِ بالا میں حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو فرعون کے پاس بھیجنے کا حکم دوہرایا گیا ہے کہ اللہ نے ان کو وادی طویٰ میں آواز دے کر فرمایا کہ آپ فرعون کے پاس جائیں کہ وہ بہت ہی سرکش ہو رہا ہے اور اس کو جا کر بتائیں کہ میں تیرے پاس اللہ کا بھیجا ہوا آیا ہوں کہ تجھ کو کفر وشرک کی نجاست سے پاک کر کے تجھ کو تیرے رب کی طرف ہدایت کروں کہ تجھ میں اپنے رب کی طرف سے خشیت پیدا ہو اور تو راہ راست پر آ کر لوگوں کو گمراہ کرنا چھوڑے دے مگر وہ رسالت کی بڑی نشانیاں دیکھ کر بھی راہ راست پر نہ آیا اور اس نے حضرت موسی علیہ السّلام کو جھٹلایا بالآخر اس پر عذاب نازل ہوا اور وہ اپنے لشکر سمیت غرق دریا ہو گیا۔ یہ قصّہ اس لیئے دوہرایا گیا ہے کہ لوگ اس سے عبرت حاصل کر کے اللہ کے رسول ﷺ اور قرآن پر ایمان لے آئیں۔ ارشاد ہے کہ ”اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ﴿۱۶﴾ اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿۱۷﴾ فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰٓى اَنْ تَزَكّٰى ﴿۱۸﴾ وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى ﴿۱۹﴾ فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى ﴿۲۰﴾ فَكَذَّبَ وَعَصٰى ﴿۲۱﴾“ جب ان کے رب نے ان کو طویٰ کے پاک میدان میں آواز دی (۱۶) (اور کہا

)فرعون کے پاس جاؤ کہ وہ بہت سرکش ہو رہا ہے(۱۷)اور کہو کیا تو پاکیزہ ہونا چاہتا ہے(۱۸)اور میں تجھ کو بتادوں تیرے رب کا راستہ یا اس کی طرف تجھ کو ہدایت کروں کہ تجھ میں خشیّت پیدا ہو(۱۹) پھر موسیٰ علیہ السّلام نے اس کو اپنے رب کی بڑی نشانیاں دکھلائیں(۲۰) مگر وہ نہ مانا اور اس نے جھٹلایا(۲۱)۔

حکم نمبر ۱۰۶۹

جس نے سرکشی کی اور دنیا کی زندگی کو مقدم سمجھا اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور جس نے رب کے حضور پیش ہونے کے خوف سے اپنے نفس کی خواہشات کو روکا اس کا ٹھکانا جنّت ہے۔

سُوْرَةُ النّٰزِعٰتِ	آیت نمبر ۳۷ تا ۴۱

محوّلہ بالا آیات میں جنّتی اور دوزخی لوگوں کے کردار کے تضاد و تفاوت کی وضاحت کر کے ہر دو کی نشاندہی فرمائی گئی ہے اور دوزخیوں کی پہچان یہ بتائی ہے کہ وہ دنیا کی عارضی زندگی اور راحتوں کو آخرت کی راحت کے مقابلے میں افضل سمجھ کر اللہ اور اس کے رسول پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے احکام سے سرکشی کرتے ہیں اور حق کو جھٹلاتے ہیں۔۔۔۔اور اہل جنّت کی پہچان اور خصوصیت یہ ہے کہ وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہو کر اپنے رب کے حضور پیش ہونے کا خوف رکھتے ہیں اور احکام الٰہی کی تعمیل کے لیئے اپنی نفسانی خواہشات کو روکے رہتے ہیں۔ ارشاد ہے کہ "فَاَمَّا مَنْ طَغٰى ﴿۳۷﴾ "اور جس نے سرکشی کی" وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿۳۸﴾ "اور دنیا کی زندگی کو مقدم جانا۔" فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى ﴿۳۹﴾ "تو بے شک جہنم ہی ہے اس کا ٹھکانا ہے "وَ

اَمَّا مَنۡ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ وَنَہَی النَّفۡسَ عَنِ الۡہَوٰی ﴿ۙ۴۰﴾" اور جس نے خوف کھایا اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے اور روکا اپنے نفس کی خواہشات کو۔" فَاِنَّ الۡجَنَّۃَ ہِیَ الۡمَاۡوٰی ﴿ؕ۴۱﴾" تو جنت ہے اس کا ٹھکانا۔

حکم نمبر ۱۰۷۰

حضور اکرم ﷺ کے ایک چھوٹے سے واقعے کی نسبت اور مخاطبت کے حوالے سے مومنین کو (افہام و تفہیم دین میں)معذور و مفلس مسلمان کے مقابلے میں متموّل کفّار کی طرف زیادہ متوجہ ہونے کے خلاف ایک تنبیہ۔

سُوۡرَۃُ عَبَسَ — آیت نمبر ۱ تا ۱۲

ارشاد ہوا کہ "عَبَسَ وَ تَوَلّٰۤی ۙ﴿۱﴾ اَنۡ جَآءَہُ الۡاَعۡمٰی ؕ﴿۲﴾ وَ مَا یُدۡرِیۡکَ لَعَلَّہٗ یَزَّکّٰۤی ۙ﴿۳﴾
اَوۡ یَذَّکَّرُ فَتَنۡفَعَہُ الذِّکۡرٰی ؕ﴿۴﴾ اَمَّا مَنِ اسۡتَغۡنٰی ۙ﴿۵﴾ فَاَنۡتَ لَہٗ تَصَدّٰی ؕ﴿۶﴾ وَ مَا عَلَیۡکَ اَلَّا
یَزَّکّٰی ؕ﴿۷﴾ وَ اَمَّا مَنۡ جَآءَکَ یَسۡعٰی ۙ﴿۸﴾ وَ ہُوَ یَخۡشٰی ۙ﴿۹﴾ فَاَنۡتَ عَنۡہُ تَلَہّٰی ﴿ۚ۱۰﴾ کَلَّاۤ اِنَّہَا
تَذۡکِرَۃٌ ﴿ۚ۱۱﴾ فَمَنۡ شَآءَ ذَکَرَہٗ ﴿ۘ۱۲﴾"

۱۔ ترش رو ہوئے اور بے رخی اختیار کی۔

۲۔ اس بات پر کہ آیا تھا ان کے پاس ایک نابینا۔

۳۔ اور کیا خبر کہ وہ پاکیزگی حاصل کرتا۔

۴۔ یا وہ نصیحت سُنتا جو اس کو فائدہ پہنچاتی۔

۵۔ لیکن جو بے پروائی برتتا ہے۔

۶۔ تو آپ اس کی طرف زیادہ دھیان دیتے ہیں۔

۷۔ حالانکہ آپ ذمہ دار نہیں اگر وہ پاکیزگی قبول نہ کرے۔

۸۔ لیکن جو شخص آپ کے پاس دوڑتا ہوا آیا

۹۔ اور وہ اللہ سے ڈر بھی رہا ہے۔

۱۰۔ تو آپ اس سے تغافل کرتے ہیں۔

۱۱۔ ہرگز نہیں! (قرآن) یہ تو ایک نصیحت ہے۔

۱۲۔ سو جو چاہے قبول کرے۔

ان آیات کا شانِ نزول یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضور کے پاس بڑے بااثر کفّار کا ایک وفد آیا کہ اگر وہ راہِ راست پر آجاتے تو ان کے زیرِ اثر بہت بڑی تعداد داخلِ اسلام ہوتی۔ اسی لیئے ان سے گفتگو میں سرکار ﷺ زیادہ منہمک تھے کہ ایک نابینا مسلمان نے موقع کی نزاکت اور صورتِ حال سے ناواقفیت کے سبب حضور ﷺ سے سوالات شروع کر دیئے جس سے اقتضائے بشری اور موقع کی نزاکت کے سبب آپ کے چہرۂ انور سے ناگواری کے تاثرات کا اظہار ہوا (اگر اللہ بھی اس کے رویّہ پر ناگواری کا اظہار فرماتا تو وہ مسلمان نابینا تو تباہ ہو جاتا اس لیئے شانِ غفّاری و ستّاری و رحمت نے اس کا ساتھ دے کر اپنے حبیب پاک کو ٹوکنا پسند فرمایا۔۔ مصلحت یہ تھی کہ آئندہ دیگر مومنین بھی اس رویّہ سے محتاط رہیں چنانچہ بیان کردہ آیات کا نزول اسی پس منظر میں ہوا اور اللہ نے براہ راست آپ کو ٹوکا نہیں بلکہ آغاز گفتگو واحد غائب کے صیغہ میں کرنے کے بعد مشفقانہ

ہدایت کے ساتھ تخاطب فرما کر معذور و غریب اور بھولے مسلمانوں کو رحمۃ للعالمین کی توجہ کی محرومی سے بچالیا۔

عربی میں "**تَعَبُّس**" کہتے ہیں ترش روئی یا بے رخی کو اور حکم ھٰذا کی پہلی ہی آیت میں کہا گیا ہے حضور کے لیئے کہ آپ نے ایک نابینا کے لیئے **تَعَبُّس** اختیار فرمایا یعنی "عَبَسَ وَ تَوَلّٰٓی" آگے متذکرہ واقعہ اور ہدایت ہے۔

حکم نمبر ۱۰۷۱

اللہ کے احکام کی تسلیم و تعمیل کے لیئے ناشکرے انسان (منکر) کو اپنے اور چوپاؤں کے لیئے خوراک پیدا کئے جانے کے عمل پر غور و فکر کی ترغیب اور وضاحت۔

سُوْرَۃُ عَبَسَ	آیت نمبر ۲۳ تا ۳۲

ارشاد ہے کہ "کَلَّا لَمَّا یَقْضِ مَآ اَمَرَہٗ ؕ﴿۲۳﴾ فَلْیَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰی طَعَامِہٖۤ ۙ﴿۲۴﴾ اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا ۙ﴿۲۵﴾ ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا ۙ﴿۲۶﴾ فَاَنْۢبَتْنَا فِیْهَا حَبًّا ۙ﴿۲۷﴾ وَّ عِنَبًا وَّ قَضْبًا ۙ﴿۲۸﴾ وَّ زَیْتُوْنًا وَّ نَخْلًا ۙ﴿۲۹﴾ وَّ حَدَآئِقَ غُلْبًا ۙ﴿۳۰﴾ وَّ فَاكِهَةً وَّ اَبًّا ۙ﴿۳۱﴾ مَّتَاعًا لَّكُمْ وَ لِاَنْعَامِكُمْ ؕ﴿۳۲﴾"

- ہرگز بجا نہ لایا وہ اس حکم کو جو اللہ نے اس کو دیا (۲۳)
- پھر انسان ذرا غور کرے اپنی خوراک پر (۲۴)
- بے شک ہم نے ہی پانی فراوانی سے برسایا (۲۵)
- پھر پھاڑا ہم نے زمین کو عجیب طریقے سے (۲۶)

- پھر اس میں ہم نے غلے اُگائے(۲۷)
- اور انگور اور ترکاریاں(۲۸)
- اور زیتون اور کھجوریں(۲۹)
- اور گھنے باغات(۳۰)
- اور پھل اور چارا(۳۱)
- تمہارے اور تمہارے مویشیوں کے لیئے سامان(۳۲)

آیات بالا میں اللہ تعالیٰ نے اپنی شان تخلیق و رحمانیت کی وضاحت کے طور پر فرمایا ہے کہ بنجر زمین سر سبز کرنے کے لیئے بارش۔۔۔اس میں بوئے ہوئے بیج کو پودا بن کے اگنے کے لیئے زمین کو پھاڑنا۔۔۔۔پھر اس سے اناج پیدا کرنا۔۔۔ پھل اور سبزیاں یعنی انگور اور ترکاری پیدا کرنا۔۔۔ پھر تیل کے لیئے زیتون اور مٹھاس کے لیئے کھجوریں پیدا کرنا۔۔۔اور گھنے باغات سے میوے پیدا کرنا۔۔۔اور پھل انسانوں کے لیئے اور چارہ گھاس پھونس وغیرہ حیوانوں کے لیئے پیدا کرنا۔۔۔کیا اللہ کے سوا کسی اور کے اختیار میں ہے ہر گز نہیں تو پھر انسان کو سوچنا اور دیکھنا چاہیئے کہ وہ ایسے صاحب اختیار و" قادر مطلق" کے فرمانے پر اس کی معبودیت، وحدانیت، قیامت اور حشر پر اس کے رسول پاک ﷺ اور صداقت قرآن حکیم پر کیوں ایمان نہیں لاتا۔۔۔اگر یہ سب کچھ دیکھ کر بھی وہ انکار کرے تو بڑی گمراہی ہے۔ آیات ھٰذا میں اللہ تعالیٰ کے کمالات قدرت واختیار پر غور کر کے انسان کو ایمان لانے کی ترغیب یا درپردہ حکم دیا گیا ہے۔

حکم نمبر ۱۰۷۲

قرآنِ حکیم تمام ہی جہانوں / جہان والوں کے لیئے نصیحت ہے۔ پس تم میں سے جو بھی چاہے اس پر عمل کرکے راہ راست اختیار کرے، مگر یہ کہ تمہارا نیکی چاہنا بھی اللہ کی عطا کردہ توفیق پر منحصر ہے۔

سُوْرَةُ التَّكْوِيْر آیت نمبر ۲۷ تا ۲۹

زبان کی بلاغت اور کلام کی نفاست کا شعور رکھنے والوں کے لیئے سورۂ ھٰذا کا پیرائے بیان ہی (اہل بصیرت کے لیئے) سجدہ ریز ہو جانے کا موجب ہے۔ اس کی آخر تین آیات میں قدرتِ کاملہ کے مظاہر کی نشاندہی کرنے کے ساتھ قرآن حکیم اور رسولِ کریم ﷺ کی صداقت کی سند بیان کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ یہ قرآنِ حکیم تمام ہی جہانوں اور جہان والوں کے لیئے ایک ایسی نصیحت ہے کہ جس کو تسلیم کرنے کے بعد انسان راہ پر آجاتا ہے مگر اس ترغیبِ تسلیم کے ساتھ یہ بھی اصول بیان فرمادیا ہے کہ جو شخص قرآن حکیم پر ایمان لاکر راہ راست پر آجائے اس کو یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ اس نے خود کوئی بڑا کارنامہ انجام دیا بلکہ یہ اصول ملحوظ رکھنا چاہیئے کہ اگر وہ نیکی پر مائل ہوا ہے تو یہ بھی اللہ کے فضل و کرم اور توفیق سے ہی ہے ورنہ انسان خود تو عاجز ہے!۔ ارشاد ہے کہ ''اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿٢٧﴾ لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ ﴿٢٨﴾ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٢٩﴾'' یہ قرآن نصیحت ہے تمام جہان والوں کے لیئے (۲۷) تم میں سے ہر اس شخص کے لیئے جو چاہے راہِ مستقیم (۲۸) اور تم کچھ نہیں چاہ سکتے اس کے سوا جو (تمہارے لیئے) ''اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ'' چاہے۔

حکم نمبر ۱۰۷۳

یومِ حشر کی سختی کے حوالے سے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے خلاف سخت تنبیہ، بلکہ ایسانہ کرنے کا حکم۔

سُوْرَۃُ الْاِنْفِطَار	آیت نمبر ۱ تا ٦

ارشاد ہے کہ "وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۝۱ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ۝۲ وَ اِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ۝۳ اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ۝۴ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝۵ يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝٦ "تباہی / خرابی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیئے (۱) وہ لوگ کہ جب دوسروں سے لیتے ہیں تول کر پورا پورا (۲) اور جب دوسروں کو دیتے ہیں تو ناپ تول میں کمی کر کے دیتے ہیں (۳) کیا یہ لوگ اس بات کا بالکل خیال نہیں کرتے کہ وہ (مرنے کے بعد) اٹھائے جائیں گے (۴) ایک بڑے دن کے لیئے (۵) وہ دن کہ جب یہ اپنے رب کے حضور کھڑے ہوں گے (٦) ہرگز نہیں! بے شک بدکاروں کا اعمال نامہ سِجّین میں ہو گا (۷) اور کیا تم جانتے ہو (تم نہیں جانتے) کہ سِجّیں کیا ہے (۸) لکھی ہوئی کتاب (دفتر بڑا) (۹) تباہی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیئے (۱۰)

عربی زبان میں "**مُطَفِّف**" کا لفظ تول میں کمی کر کے دینے والے کے لیئے استعمال ہوتا ہے اور "**مُطَفِّفِیْن**" اس کی جمع ہے جس کے معنیٰ ڈنڈی مارنے والوں یعنی تول میں کمی کر کے دینے والوں کے ہیں۔ سُورَۃ ھٰذا کی ابتدائی آیات چوں کہ ایسے لوگوں سے ہی متعلق ہیں اسی لیئے سُورَۃ ھٰذا کو ان سے ہی موسوم کیا ہے۔

بظاہر یہ حکم ایک ہی کام سے یعنی تول میں کمی سے متعلق نظر آتا ہے مگر اس کی معنوی شرح ہر قسم کے "لین دین" اور تمام ہی کاروباری اور تجارتی معاملات میں "دیانت داری"، (دھوکہ نہ دینے)، عارضی و معمولی مفاد کے لیئے حکم کی خلاف ورزی نہ کرنے اور اعتدال وانصاف کا دامن نہ چھوڑنے کے لیئے ہے جو دیانت دار اور انصاف پسند معاشرے کی تشکیل کے لیئے لازم اور روز حشر کے عذاب سے بچانے کے لیئے ضروری ہے۔۔ متنبہ کر دیا گیا ہے کہ حشر کا دن ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیئے بڑی خرابی اور تباہی کا دن ہو گا۔

حکم نمبر ۱۰۷۴

جنّت میں مشک کی مُہر والا سر بند مشروب دیا جائے گا ان کو جو اس کے طالب وراغب ہوں۔۔ ترغیبی حکم

سُوۡرَةُ الۡمُطَفِّفِيۡن	آیت نمبر ۲۶۔۲۷

ارشاد ہے کہ "خِتٰمُهٗ مِسۡكٌ" مشک سے سر بہ مُہر" وَفِىۡ ذٰلِكَ فَلۡيَتَنَافَسِ الۡمُتَنَافِسُوۡنَ ؕ﴿۲۶﴾" اس کی ہی رغبت کرنی چاہیئے راغبین کو(۲۶) "وَمِزَاجُهٗ مِنۡ تَسۡنِيۡمٍ ۙ﴿۲۷﴾" اور اس میں تسنیم کا امتزاج ہو گا۔(۲۷)

درج بالا دونوں آیات سے قبل اہل جنّت کو "رحیق مختوم" پلائے جانے کا ذکر ہے۔۔۔ رحیق مختوم کے معنیٰ سر بہ مہر (خالص) مشروب کے ہیں۔ قرآن حکیم کے اوّلین مخاطب چونکہ مکے والے ہی تھی اور ملک عرب میں ریگستانی علاقہ ہونے کی وجہ سی چونکہ پانی کی کمی، دھوپ کی شدت، گرمی اور میوہ جات وغیرہ کی کمی تھی اور ان اشیا کی افراط موجب راحت تھی۔ نیز دودھ اور شہد ان کے مرغوبات تھے اسی لیئے جنّت کے بیان میں زیادہ تر اشارت ان ہی عوامل کی جانب

ہیں مگر جنّت کے انعامات صرف بیان کردہ عوامل تک ہی محدود نہیں ہیں؛ وہاں ہر شخص کو خواہ وہ کسی ملک و معاشرہ سے تعلق رکھتا ہو اس کو ہر وہ چیز فراہم کر دی جائے گی جس کا وہ طالب ہو گا۔

اسی طرح عربی زبان کے حوالے سے یہ بھی ملحوظ رہے کہ لفظ شراب "دنیا کی نشہ آور شراب" کے معنیٰ میں نہیں ہے، بلکہ یہ لفظ پی جانے والی ہر راحت انگیز چیز کے لیئے استعمال ہوتا ہے۔ آیت ھٰذا میں اسی کے لیئے رغبت و کوشش کرنے کا ترغیبی حکم ہے۔

حکم نمبر ۱۰۷۵

اے رسول ﷺ! ان کو دردناک عذاب کی خبر سنا دیجئے جو ایمان نہیں لائے۔۔ اور جب قرآن سنایا جاتا ہے تو وہ سجدہ نہیں کرتے بلکہ یہ کافر اس کو جھٹلاتے ہیں۔۔ اور اللہ وہ بھی جانتا ہے جو انہوں نے اپنے سینوں میں چھپا رکھا ہے۔

سُوْرَۃُ الْاِنْشِقَاق	آیت نمبر ۲۴

ارشاد ہے کہ ان کو عذاب الیم کی بشارت دے دیجئے "فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۲۴﴾"

آیت ھٰذا میں "هُمْ" "ان" کا اشارہ جن لوگوں کی طرف ہے ان کی وضاحت آیت نمبر ۲۰ تا ۲۳ میں یوں کی گئی ہے کہ وہ

- ایمان نہیں لاتے
- جب ان کے سامنے قرآنِ پاک پڑھا جاتا ہے تو سجدہ نہیں کرتے

- بلکہ یہ کافر جھٹلاتے ہیں
- اور اللہ کو پوری طرح معلوم ہے کہ یہ لوگ جو کچھ جمع کر رہے ہیں (اپنے اعمال ناموں میں) یا چھپائے ہوئے ہیں اپنے دلوں میں۔

آگے ارشاد ہے کہ ایمان لانے اور نیک کام کرنے والوں کے لیئے کبھی ختم نہ ہونے والا نیک بدلہ (جنت) ہے۔

حکم نمبر ۱۰۷۶

تو (اے رسول ﷺ) مہلت دیجیئے کافروں کو تھوڑی سی مہلت (ڈھیل)

سُوْرَةُ الطَّارِق	آیت نمبر ۱۷

ارشاد ہے کہ "فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ۝۱۷" اور مہلت (ڈھیل) دیں کافروں کو تھوڑی سی مہلت۔ (۱۷)

یہ آیت پاک سُوْرَۃ طارق کی آخری آیت ہے اور اس سے پہلے والی آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ کے چند مظاہر کا حوالہ دینے کے بعد انسان کی تخلیق کے عمل کی وضاحت کی ہی اور چند اہم گواہیوں یا قسموں کے ذریعے قرآن حکیم کو قولِ فیصل قرار دے کر فرمایا ہے کہ کافر اپنی تدبیروں میں لگے ہوئے ہیں اور میں بھی اپنی تدبیر کر رہا ہوں۔ مراد یہ ہے کہ حساب کتاب کا دن قریب ہے اور کافروں کے تمام اعمال لکھے جا رہے ہیں؛ سوائے رسول ﷺ ! آپ ان کو مہلت دیجیئے تھوڑی سی کہ قیامت بہت دور نہیں ہے۔

حکم نمبر ۱۰۷۷

اے رسول ﷺ !اپنے رب کے نام کی تسبیح کیجئے جو سب سے (ہر گمان سے) بالا و برتر ہے اور جس نے مخلوق کو تخلیق کر کے اپنے اپنے کام پر مامور کر دیا ہے۔

سُوْرَةُ الْاَعْلٰى	آیت نمبر ۱۔۲

ارشاد ہے کہ "سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ۙ﴿۱﴾ الَّذِیْ خَلَقَ فَسَوّٰى ۙ﴿۲﴾ "تسبیح کیجئے اپنے رب کے نام کی، جو بلند و برتر ہے جس نے تخلیق کیا (اور مخلوق کو) سنوارا۔

مندرجہ بالا دونوں آیات صرف سات الفاظ پر مشتمل ہیں مگر مفسّرین کے مطابق انتہائی بلیغ و جامع اور وضاحت طلب ہیں۔ "سَبِّحِ اسْمَ" کے لُغوی معنیٰ تو نام کی تسبیح کرنے کے ہیں اور تسبیح کا اردو ترجمہ پاکی بیان کرنا ہے۔ سوال یہ ہے کہ۔۔کے نام کی پاکی سے کیا مراد ہے؟

اللہ تعالیٰ کی ذات پاک سے تو کسی ادنیٰ کے وابستہ ہونے کا تصور ہی محال ہے۔ البتہ یہ کہ مشرکین و کفّار اپنے غلط اور ادنیٰ تصورات جو اللہ سے وابستہ کرتے تھے اُن ادنیٰ منفی یا سلبی صفات سے اس کے نام کو بلند و برتر کرنے کا حکم دیا گیا ہے یعنی یہ کہ جب اس کا نام لیا جائے یا اس کو پکارا جائے تو اس کے نام کے ساتھ کسی کے شریک ہونے۔۔یا اس کا بیٹا اور بیوی ہونے۔۔یا فرشتوں کو اس کی بیٹیاں قرار دینے۔۔یا مرنے کے بعد دوبارہ پیدا کرنے کی قدرت سے انکار کرنے۔۔یا اس کے وعدہ کے سچا نہ ہونے۔۔یا اس کے حکم کے خلاف آخرت کے تصور کی نفی کرنے۔۔یا اس کے کلام اور رسول ﷺ کو

جھٹلانے جیسی نجاستوں سے اس کے نام کو پاک اور برتر واعلیٰ قرار دیا جائے۔اسی مفہوم میں آیت ھٰذا کے نزول پر سرکار ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "اس کو اپنے سجدے میں شامل کرلو"۔یعنی یہ کہو کہ "رب پاک اور بالا وبرتر ہے" ادنیٰ صفات سے یعنی یہ کہ سجدے میں کہو "سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی"

یہاں اَعْلٰی کے معنیٰ ایسی صفاتِ عالیہ سے متّصف ہونے کے ہیں جس کا احاطہ گمان وخیال سے ممکن نہیں بلکہ جیسا کہ قرآن واحادیث رسول ﷺ میں بیان ہے اس پر یقین ہی اس کو اعلیٰ کہنے کے معنیٰ میں ہے۔

اس کے بعد دوسری آیت پاک میں اس کی شان خلاّقیت کا بیان ہے کہ جوہر وجود اور مخلوق کو تخلیق کرنے والا اور اس کام پر مامور کرنے والا ہے جس کے لیئے اسے تخلیق کیا "فسوّٰی" کے لفظی معنیٰ تو ہموار یا ٹھیک کرنے کے ہیں مگر مراد ہے وہی کام کروانا جو مقصدِ تخلیق ہے۔ جس کو بھی پیدا کیا گیا ہے اس کی تقدیر پہلے لکھ دی گئی ہے اور مخلوق کا تابع تقدیر رہنا ہی "فسوّٰی" کا مفہوم ادا کرتا ہے۔

حکم نمبر ۱۰۷۸

اے رسول ﷺ آپ نصیحت کرتے رہیں اگر اس سے فائدہ ہو۔ نصیحت وہی مانے گا جو اللہ سے ڈرتا ہے اور وہ گریز کرے گا جو شقی اور بد بخت ہے۔

سُوْرَةُ الْاَعْلٰى
آیت نمبر ۹ تا ۱۱

ارشاد ہے کہ "فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى ﴿۹﴾" ذکر کیجیے اگر ذکر کرنے سے فائدہ (نفع) ہوتا ہے(۹)"سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى ﴿۱۰﴾" نصیحت وہ ہی قبول کرتا ہے جس میں خشیّت ہو(۱۰) "وَ يَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى ﴿۱۱﴾" اور وہ اجتناب کرتا ہے جو شقی ہے۔(۱۱)

آیت نمبر (۱۱) میں جو لفظ "فَذَكِّرْ" استعمال ہوا ہے وہ عربی زبان کا ایک "وسیع المفہوم" لفظ ہے جس کے معنٰی زبان سے بیان کرنے / یاد کرنے / نصیحت کرنے یا قبول کرنے کے ہیں اور ان معنٰی میں حکم یہ متعین ہوتا ہے کہ اے رسول صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ! بے شک آپ نصیحت کرتے رہیں مگر یہ دیکھ کر نصیحت کریں کہ اس کا فائدہ حاصل ہو رہا ہے یا نہیں! مراد اُن لوگوں پر نصیحت کر کے وقت برباد نہ کرنے سے ہے جو شقی القلب ہیں اور جن کے دل میں اللہ کا خوف بالکل نہیں ہے۔ آیت نمبر ۱۰ میں واضح فرمادیا ہے کہ نصیحت وہ ہی قبول کرتے ہیں جن کے دلوں میں "اللہ کا خوف" موجود ہے یعنی نرم خو نرم دل اور اللہ کے لیئے اپنی اصلاح کرنے پر جو مائل ہیں (یعنی یہ کہ جن کو توفیق عطا ہو چکی ہے حق پر آنے کی) اور اگلی آیت میں سراحت ہے کہ پتھر دل جن میں "اللہ کا خوف" ہے ہی نہیں اور جو تسلیم حق کے میلان سے معذور و محروم ہیں اُن پر نصیحت کا کوئی اثر نہیں ہو گا یعنی نصیحت نفع بخش نہیں ہو گی اسی لیئے نصیحت اس وقت اور ان کو کیجئے جن کو نصیحت کرنے سے فائدہ ہو۔

لوگوں تک اللہ کے احکام اور قرآنی ہدایات تو سب کو پہنچانا کارِ رسالت ہے، مگر اس کی یاد دہانی بار بار ذکر اور نصیحت کے لیئے ہدایت ہے کہ اس کے نفع بخش ہونے کو ملحوظ رکھا جائے۔

حکم نمبر ۱۰۷۹

آپ اے رسول ﷺ ! نصیحت فرمایئے کہ "آپ تو نصیحت کرنے یا پہنچانے والے ہیں" اور آپ کو ان پر نگہبان / داروغہ تو نہیں بنایا گیا ہے

سُوْرَةُ الْغَاشِيَة	آیت نمبر ۲۱ ـ ۲۲

ارشاد ہے کہ "فَذَكِّرْ ۗ إِنَّمَا أَنتَ مُذَكِّرٌ ﴿٢١﴾ "نصیحت کیجئے کہ آپ نصیحت کرنے والے ہیں (۲۱)" لَّسْتَ عَلَيْهِم بِمُصَيْطِرٍ ﴿٢٢﴾ "آپ ان پر داروغہ / نگہبان نہیں ہیں۔ (۲۲)

سابقہ حکم میں نصیحت کرنے کی ہدایت کے ساتھ اس کے نفع بخش ہونے کا بھی بیان تھا اور آیت ھٰذا میں نصیحت کرنے کا حکم غیر مشروط ہے۔ حکم ھٰذا میں دراصل سابقہ حکم کی ہی ایک طور پر صحیح تعبیر کی وضاحت ہے، وہ یہ کہ نصیحت کو بے فائدہ سمجھ کر ایسا نہ ہو کہ بعض لوگ نصیحت پہنچنے سے محروم ہی رہ جائیں اس لیئے حکم ھٰذا میں وضاحت کر دی گئی کہ اے رسول ﷺ آپ کا کام سب کو نصیحت پہنچانا ہے بحوالہ حکم سابقہ خواہ ان کے دل میں اللہ کا خوف ہو یا نہ ہو مگر آپ کی یہ ذمہ داری نہیں کہ وہ نصیحت قبول بھی کر لیں اس لیئے کہ آپ کو ان پر نگہبان یا داروغہ یعنی ان کے اعمال کا ذمہ دار نہیں بنایا گیا ہے۔ کارِ رسالت ہدایت و نصیحت پہنچانا ہے۔ اب یہ اپنی اپنی مرضی اور توفیق کی بات ہے کہ کون نصیحت قبول کرتا ہے اور کون اس سے اجتناب و گریز کرتا ہے۔ رسول پاک ﷺ پر ان کی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی کہ آپ ﷺ کو اللہ نے رسول ﷺ بنایا ہے، جابر نہیں بنایا کہ جبر کر کے راستے پر لائیں۔

حکم نمبر ۱۰۸۰

یتیم کے ساتھ حسن سلوک یا کرم کا برتاؤ نہ کرنے۔۔۔ بھوکے کو کھانا کھلانے کی ترغیب و تاکید نہ کرنے۔۔۔ میراث کا مال سارے کا سارا سمیٹ کر (ناجائز طریقے سے) کھاجانے۔۔۔ اور مال و زر سے بہت زیادہ محبت کرنے کے خلاف تنبیہ یا حکم۔

سُوْرَةُ الْفَجْر	آیت نمبر ۱۷ تا ۲۰

محوّلہ بالا آیات میں دو کام کرنے کی ترغیب۔۔۔ اور دو کام نہ کرنے کے خلاف تنبیہ ہے۔۔۔ اس ترغیب و تنبیہ کو بمنزلہ حکم تعبیر یوں کیا جاسکتا ہے کہ درج ذیل دو کام کرنے کا ترغیبی حکم ہے جو ناشکرا انسان نہیں کرتا:۔

- یتیم کے ساتھ کرم کا برتاؤ کرو یعنی مہربانی، شفقت اور حسنِ سلوک کے ساتھ پیش آؤ کہ وہ اپنے باپ کی شفقت و محبت و حسنِ سلوک سے محروم بچہ ہے۔" كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ ۝۱۷"
- دوم یہ کہ بھوکے کو کھانا کھلاؤ اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دو۔ بھوکا، خواہ کوئی مسکین ہو یا متموّل، بھوک کی تکلیف شاہ و گدا میں یکساں ہوتی ہے، مگر حکم مسکین کو کھانا کھلانے کا ہے

اور مسکین کہتے ہیں نادار و مفلس کو جو پیٹ بھرنے کے لیئے ذرائع سے محروم ہو مگر شارحین کے مطابق اس لفظ کا اطلاق ہر بھوکے پر ہوتا ہے جس کے پاس فی الوقت کھانے کو کچھ نہ ہو یعنی ہر بھوکے کو کھلانا ثواب ہے، اسی لیئے افطار کروانا بھی کارِ ثواب قرار پاتا ہے۔"وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ﴿١٨﴾"مندرجہ بالا دو کاموں کی ترغیب کے ساتھ درج ذیل دو کام کرنے کے خلاف تنبیہ ہے جن کو ایک منفی حکم یعنی نہ کرنے کے حکم کے طور پر تعبیر کیا جاسکتا ہے اور وہ دو کام یہ ہیں کہ

- اوّل یہ کہ مردے کے مال پر قبضہ کرکے دوسرے وارثوں کو محروم کرکے خود ہی سب کچھ یا استحقاق سے زاید ہڑپ کر جانا غلط ہے جس کے خلاف تنبیہ واضح ہے۔"وَتَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا ﴿١٩﴾"
- دوسری تنبیہ مال وزر دنیا سے بہت زیادہ رغبت محبت رکھنا ہے۔ اللہ تعالیٰ حُبِّ زر کے خلاف تنبیہ فرماتا ہے کہ اس کے سبب آدمی "انفاق" سے دور ہوکر "بخل و تقطیر" کا شکار ہوجاتا ہے کہ ضروری مدّات میں بھی خرچ نہیں کرتا ہے یا کرتا ہے تو مناسب مقدار سے کم کرتا ہے۔ آیت نمبر (۲۰) اس کے خلاف تنبیہ ہے۔"وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ﴿٢٠﴾"

آیت نمبر (۱۷) کے حوالے سے یوں بھی تعبیر کیا جاسکتا ہے کہ مندرجہ بالا چاروں کام یعنی دو (۲) کا کرنا اور دو (۲) کا نہ کرنا آدمی کو آزمائش میں مبتلا کرکے تنگ دستی کا سبب بھی بن سکتا ہے اور وہ بھی اللہ کے ہی حکم سے ہے۔ تنگ دستی اللہ واسطے خرچ کرنے سے نہیں، بلکہ اللہ واسطے خرچ نہ کرنے سے آتی ہے۔

حکم نمبر ۱۰۸۱

اے نفس مطمئنہ! تو اپنے رب کی طرف پلٹ کہ وہ تجھ سے راضی اور تو اس سے راضی ہوا اور" داخل ہو جا میری عبدیت اور میری جنت میں"۔

سُوْرَةُ الْفَجْر آیت نمبر ۲۷ تا ۳۰

محوّلہٗ بالا چار مختصر آیات کے چند الفاظ میں پورا حاصل زندگی بلکہ کامیاب زندگی کے حصول کمال کو بیان فرما دیا ہے جس کے درج عوامل خاص اور اہم ہیں۔

- نفس کا کمالِ طمانیت کا حامل ہونا۔

حُبِّ مال وزر و اولاد اور حُبِّ دنیا سے رخ تبدیل کر کے اپنے رب کی طرف رجوع کرنا اور اس طرح کہ اللہ بندے سے اور بندہ اللہ سے راضی ہو جائے۔"راضی" ہونا ایک نہایت ہی اہم اور بلیغ تعقل والا لفظ ہے جس کے معنی اپنی مرضی کو دوسرے کی مرضی سے مشروط کر دینے کے ہیں یعنی ایک طرف تو یہ کہ بندہ اپنی مرضی کو اللہ کی مرضی میں ضم اور مدغم کر دے کہ وہ "میں کچھ بھی نہیں" کی تفسیر بن کر اپنے ارادے اور اختیار سے اس طرح دست بردار ہو جائے کہ مرضی مولیٰ کے سوا بندے کی کوئی اپنی چاہت اور طلب ہی نہ رہے اور اس سے بڑھ کر یہ کہ اللہ خود اپنی شانِ کرم سے بندے کی مرضی پر راضی رہے۔۔۔ یہ بات راقم کو صرف ایک ہی جگہ نظر آئی ہے اور وہ ہے رسول پاک ﷺ کے فیصلوں پر اللہ کو راضی پانے کا بیان۔۔۔ یہی معراج عبدیت ہے

اور ایسے ہی بندے کے لیئے اللہ کا انعام جنت کا داخلہ بلکہ "بقول ربی میری جنت میں داخل ہو جا" کی منزل ہے۔ ارشاد ہے کہ " يَاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَىِٕنَّةُ ۝٢٧ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۝٢٨ فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ۝٢٩ وَ ادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ۝٣٠ "اے طمانیت یافتہ نفس (نفسِ مطمئنہ)! رجوع کر اپنے رب کی طرف اُس سے راضی ہو کر کہ وہ تجھ سے راضی ہو جائے اور کہے کہ داخل ہو جا میری عبدیت اور میری جنت میں۔

یہاں لفظ نفس کا ترجمہ روح نہیں کرنا چاہیئے کہ یہ دونوں الفاظ معنوی امتیاز رکھتے ہیں۔ روح تو امرِ ربی سے ہے۔ اور جسم مادّی وجود ہے حضرت آدم میں یہ دونوں خواص تھے کہ اللہ نے ان میں روح پھونکی اور غلطی کر کے تائب ہوا حضرت آدم کا نفس۔۔۔۔"آدمیت" کے یہ دونوں خاصّے آل آدم میں موجود ہیں۔ اہل باطن کے مطابق نفسِ امّارہ کا نفسِ مُطمئنہ کی حالت میں منتقل ہونا یعنی حکم کرنے والے نفس کا اللہ کے آگے مکمل محکوم ہونا کمال و معراج آدمیت ہے اور یہی شانِ عبدیت اور استحقاق جنّت کی منزل ہے، جہاں بندے کو اللہ کا سلام نصیب ہوتا ہے۔ یہ درجہ کمال دنیاوی زندگی میں انبیا کا حصّہ ہے اور جنت میں تمام مومنین کا کہ اللہ کا سلام نصیب ہو۔

حکم نمبر ۱۰۸۲

ہم نے انسان کو زندگی کی کامیابی اور ناکامی کے "دونوں راستے" دکھا دیئے، مگر وہ کامیابی کے مشکل راستے سے گزرا ہی نہیں۔ خیر کی زندگی کے لیئے مشکل راستے سے گزرنا دشوار گزار پہاڑ کی گھاٹی عبور کرنا

ہے جس سے۔۔ مراد غلام کو آزاد کرنا۔۔یا مقروض کا قرض ادا کروانا قحط وغیرہ کی حالت میں رشتے دار یتیم یا خاکسار بھوکے کو کھانا کھلانا ہے۔

سُوْرَةُ الْبَلَد آیت نمبر ۱۰ تا ۱۷

محوّلہٗ بالا آیات سے قبل آیت نمبر (۸) اور (۹) میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم نے انسان کو دو آنکھیں اور زبان اور دو ہونٹ دیے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ انسان کو دیکھ کر سچائی کو سمجھنا چاہیئے اور سمجھ کر دوسروں کو بتانا چاہیئے پھر آیت نمبر (۱۰) میں ارشاد کیا کہ ہم نے انسان کو اچھائی اور برائی یا زندگی میں کامیابی اور ناکامی و نامرادی کے دونوں راستے بتادیئے کہ وہ اگر چاہے تو کامیابی کی راہ پر گامزن ہو جائے مگر وہ خیر اور کامیابی کی اس راہ پر آیا ہی نہیں (یعنی گمراہ انسان نے یہ راہ نہیں اپنائی) آگے آیت نمبر (۱۱) میں ارشاد ہوا کہ وہ اس راہ خیر پر نہیں آیا کہ یہ دشوار گزار پہاڑی راستے کی طرح ایک مشکل اوردشوار گزار راستہ ہے (نفس کے لیئے) جس کے لیئے لفظ "عَقَبَةَ" استعمال ہوا ہے۔ اس کے بعد آیت نمبر (۱۴) سے نمبر (۱۶) تک اس دشوار گزار راہ خیر یا مشکل گھاٹی کی شرح بغیر استعارہ کھلے الفاظ میں یوں کی گئی ہے کہ یہ دشوار گزار راستہ کیا ہے ؟۔۔۔ کسی غلام کو آزاد کروانا یا اس میں مدد کرنا۔۔۔ یا کسی مقروض کو قرضہ ادا کرنے میں مدد دینا۔۔۔ یا بھوک اور قحط کے زمانے میں (خاص کر) کسی عزیز رشتے دار یتیم یا نادار بھوکے کو کھانا کھلانا ہے۔

مجبور انسان کی اللہ واسطے مدد کرنے کے لیئے پیسہ خرچ کرنا چونکہ نفس پر بار ہوتا ہے اس لیئے اس عمل کو دشوار گزار گھاٹی سے گزرنا قرار دیا ہے اور اس راہ سے کامیاب گزر جانے والے اہل

ایمان کے لیئے فرمایا ہے کہ وہ جو صبر اور اس کی نصیحت کرتے ہیں اور باہم مرحمت کی وصیت کرتے ہیں یہی لوگ جنتی ہوں گے کہ ان کے اعمال نامے دائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے۔ ارشاد ہے۔ "اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ ﴿٨﴾ وَ لِسَانًا وَّ شَفَتَيْنِ ﴿٩﴾ وَ هَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ ﴿١٠﴾ فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ﴿١١﴾ وَ مَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ﴿١٢﴾ فَكُّ رَقَبَةٍ ﴿١٣﴾ اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ ﴿١٤﴾ يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ﴿١٥﴾ اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ﴿١٦﴾ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَ تَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ﴿١٧﴾" کیا ہم نے انسان کو دو آنکھیں عطا نہیں کیں (۸) اور زبان اور دو ہونٹ (۹) اور دکھادیں اس کو دونوں راہیں (۱۰) مگر وہ گھاٹی سے گزرا ہی نہیں یا اس میں داخل ہی نہ ہوا (۱۱) کیا تم سمجھے وہ گھاٹی کیا ہے (۱۲) چھڑانا گردن کا (۱۳) یا کھانا کھلانا فاقے کے دن (۱۴) یتیم کو جو رشتے دار ہو (۱۵) یا خاکسار نادار بھوکے کو (۱۶) ایسا کرنے والے اہل ایمان باہم صبر رحم کی وصیت کریں (۱۷) یہی لوگ دائیں ہاتھ والے جنتی ہیں (۱۸) یہ بیان بمنزلہ حکم ایک ترغیب ہے۔

حکم نمبر ۱۰۸۳

اے رسول ﷺ یتیم پر سختی نہ کیجئے

سُوْرَةُ الضُّحٰى	آیت نمبر ۹

ارشاد ہے کہ "فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ ﴿٩﴾" اور یتیم پر قہر نہ کیجئے۔۔۔ یہ حکم رسول پاک ﷺ سے مخاطبت کے ساتھ پوری امت کے لیئے بھی ہے بلکہ پوری انسانیت کے لیئے۔ قہر

کے معنیٰ کسی پر ایسا غلبہ حاصل کرنے کے ہیں جس میں مغلوب کی تذلیل بھی ہو اور کبھی یہ لفظ صرف غلبہ کے معنیٰ اور کبھی صرف تذلیل کے معنیٰ میں آتا ہے۔ آیت ھٰذا میں یتیم پر غلبہ کا تصور بعید ہے اس لیئے مراد ذلیل نہ کرنے کی ہے۔۔۔۔ یعنی حکم یہ ہوا کہ یتیم کے ساتھ کوئی ایسا رویّہ اختیار نہ کیا جائے جس سے اس کی تذلیل و دل آزاری ہوتی ہو۔ اکثر مترجمین نے ترجمہ یہ کیا ہے کہ یتیم کے ساتھ سختی نہ کی جائے اس منفی حکم کا مثبت پہلو یتیم کے ساتھ ہمدردی شفقت اور امداد معاونت کا رویّہ اختیار کرنا ہے جو رسول پاک ﷺ کی سیرت طیبہ کا نمایاں پہلو تھا۔ حکم ھٰذا سے پہلے آیت نمبر ۶ میں اللہ تعالیٰ نے سرکار ﷺ سے فرمایا ہے کہ " اَلَمْ یَجِدْكَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی ۞ " کیا اللہ نے آپ کو یتیم پاکر جگہ نہیں دی؟ بے شک دی کہ جب آپ بطن مادر میں ہی تھے تو والدِ بزرگوار نے پردہ فرمالیا پھر چھ سال کی عمر میں والدہ بھی گزر گئیں، دو (۲) سال بعد دادا کا بھی انتقال ہو گیا پھر آپ کے چچا حضرت ابو طالب نے آپ کی حفاظت و پرورش کی۔ والدین کے گزر جانے کے بعد دادا اور چچا نے جس طرح آپ کے ساتھ شفقت و محبت اور نگرانی فرمائی ہے وہ صرف توفیق ایزدی سے ہی ممکن تھی پھر بعد ہجرت مدینۂ منورہ میں انصار نے جو آؤ بھگت کی وہ بھی بے مثال ہے۔ یہ سب " فَاٰوٰی " (اور آپ کو ٹھکانا دیا) کی ہی شرح مبین ہے۔

حکم نمبر ۱۰۸۴

اے رسول ﷺ سوال کرنے والے کو جھڑکیئے نہیں۔

سُوْرَةُ الضُّحٰى	آیت نمبر ۱۰

ارشاد ہے'' وَ اَمَّا السَّآىِٕلَ فَلَا تَنْهَرْ ﴿۱۰﴾ ''اور سوالی کو جھڑکی نہ دیجیئے۔

یہ حکم بھی سرکار ﷺ سے مخاطبت کے ساتھ پوری اُمت کے لیئے ہے۔ ویسے تو تقاضۂ اخلاق اللہ اور رسولِ پاک ﷺ کے احکامات کے مطابق ہر حاجت مند کی مدد کرنے کا ہے اور سائل کے لفظی معنیٰ سوال کرنے والے کے ہیں جس کا لازمی مفہوم صرف یہ ہی نہیں ہے کہ سائل صرف وہ ہی مفلس ونادار ہے جو پیسہ یا رزق وغیرہ طلب کرتا ہو۔ کوئی بھی شخص خواہ متمول ہو یا نادار کسی بھی معاملے میں آپ کی مدد کا طلب گار ہو تو اس کی مدد کرنی چاہیئے اور اگر سائل کے سوال کے مطابق مدد ممکن نہ ہو تو نرمی اور عجز سے اپنی معذوری بیان کرسکتے ہیں۔ کسی بھی سوال کرنے والے سے بے رخی برتنا یا اس کو جھڑکنا ہرگز گوارا نہیں ہے بالخصوص مفلسین و نادار اور بھوکے حاجت مند کے لیئے تخصیص ترحم ہے۔ اللہ نے سرکار ﷺ کو یہ حکم دینے سے پہلے آپ ﷺ کا دور عسرت یاد دلایا ہے اورآیت نمبر میں (۸) میں ارشاد کیا ہے کہ'' وَ وَجَدَكَ عَآىِٕلًا فَاَغْنٰى ﴿۸﴾ '' اوراللہ نے جب آپ کو تنگدست پایا تو غنی کردیا (۸)۔ غنی کے معنیٰ حاجت مند یا نادار نہ ہونے کے ہیں۔ اور سرکار ﷺ پر ایک دور سخت تنگدستی کا گزرا ہے جس کے بعد مکہ کی امیر ترین خاتون بی بی خدیجہؓ نے آپ سے نکاح کے لیئے ایجاب فرمایا اور آپ کے عقد میں آنے کے بعد تنگدستی کا دور ختم ہوگیا کہ انہوں نے اپنی دولت سے رسول پاک ﷺ اور دین اسلام کی بڑی (خدمت کی) جس کے لیئے سرکار اپنے دورآخر تک ہمیشہ اظہار مسرت وتشکر فرماتے رہے۔

حکم نمبر ۱۰۸۵

اور اے رسول ﷺ ! آپ اپنے رب کی نعمتوں کو بیان فرمائیں۔

سُوْرَۃُ الضُّحٰی آیت نمبر ۱۱

ارشاد ہے "وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ﴿۱۱﴾" اور اپنے رب کی نعمتیں بیان فرمائیے۔

ویسے تو اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام ہی مخلوق کو بے حساب نعمتوں سے نوازا ہے۔ شجر و حجر، حیوان وجنّ وانس سب پر ہی اس کی شانِ رحمانیت کا نفاذ ہے اور اللہ کی مخلوق اس کی نعمتوں کا احساس کیئے بغیر ہی ان سے مستفید ہو رہی ہے۔۔تو "نعمتوں کے بیان کرنے" سے ایک مراد تو عام نعمتوں کا ذکر کرکے لوگوں کو اس کا شعور دے کے شکر گزار بنانا بھی ہوسکتی مگر "وَ وَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰی ﴿۷﴾" کے حوالے سے واضح ہے کہ "بِنِعْمَةِ رَبِّكَ" اشارہ ان بے مثال نعمتوں سے ہے جو سرکار ﷺ کو عطا کی گئی تھیں بالخصوص "فَهَدٰی" کی نسبت سے شرف رسالت عطائے کتابِ آخر، شرفِ ختم نبوت، شرف معراج جیسے آپ کی ذاتِ اقدس کے لیئے مخصوص انعامات و اعزازات ہیں اور دیگر وہ باطنی اختیارات وفیوض و برکات ہیں جن کا عام لوگوں کو علم نہیں ہے اسی لیئے ان کے بیان کرنے کا حکم دیا ہے۔ ان میں سے بہت سے انعامات کا سرکار ﷺ نے سب کے سامنے کھل کر اظہار فرمایا اور بہت سے انعامات کا بیان مخصوص ذاتوں تک محدود رکھا ہے۔ سرکار ﷺ نے چونکہ اپنے لیئے "عبد عاجز" ہونا پسند فرمایا تھا اس لیئے سچ کہا ہے سب نہیں کہا ہے۔۔ مگر مخصوصین میں بیان کر کے حکم کی تعمیل فرمادی ہے خلفائے راشدین، اہل

بیت اور دیگر مقربین آپ سے متعلق جو کچھ جانتے تھے وہ پوری امت کے علم میں نہیں ہے۔ ویسے آپ کی سیرت طیبہ سب پر ظاہر اور واضح ہے کہ آپ کی خلوت بھی جلوت سے ہم رنگ ہے۔

حکم نمبر ۱۰۸۶

اے رسول ﷺ جب آپ کو فراغت ہو تو محنت (منصب کے مطابق) کیجئے اور رغبت کیجئے اپنے رب کی طرف۔

سُوْرَةُ اَلَمْ نَشْرَح — آیت نمبر ۷۔۸

ارشاد ہے۔ "فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۙ﴿۷﴾ "تو جب فارغ ہوں تو محنت کیجئے۔ "وَ اِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ ﴿۸﴾ " اور اپنے رب کی طرف رغبت کیجئے (۸)۔

مندرجۂ بالا دونوں آیات نہایت مختصر ہیں مگر پہلو دار ہیں اور ان میں تین الفاظ تشریح طلب ہیں: نمبر (۱) "فَرَغْتَ" نمبر (۲) "فَانْصَبْ" نمبر (۳) "فَرْغَبْ"۔ ازروے لغات کسی بھی کام کرنے کے بعد کی فرصت کو فراغت کہتے ہیں۔۔۔۔ سوال یہ ہے کہ آیتِ ھٰذا میں کن کاموں سے فراغت کا اشارہ ہے؟ مفسّرین نے اس حوالے سے پانچ اہم اقوال تحریر کئے ہیں:

- تفسیرِ مظہری کے مطابق فراغت کے معنیٰ دعوت خَلق سے فارغ ہونے کے ہیں۔
- بشمول حضرت ابن عباسؓ پانچ صحابہ کے مطابق فرض نمازوں سے فارغ ہونے کے لیئے لفظ "فَرَغْتَ" استعمال ہوا ہے۔
- حسن اور زید بن اسلم کی شرح کے مطابق اشارہ دشمن سے جہاد کے لیئے فراغت کا ہے۔

- ابنِ حبان کی روایت سے کلبی کا قول آیا ہے کہ "فَرَغْتَ" سے مراد تبلیغِ رسالت سے فارغ ہونا ہے۔
- مجاہد کا قول ہے کہ مراد امورِ دنیا سے فارغ ہونا ہے۔

راقم کے مطابق ان آیات کی بہتر شرح اس طور پر مناسب ہے کہ قرآن حکیم کے مطابق سرکار دو عالم ﷺ کی جو تین حیثیتیں بیان کی گئی ہیں ان کے حوالے سے اگر لفظ فراغت کی تشریح کی جائے تو بہتر ہے:

اول:۔ اقتضائے بشریت کے کام یعنی کھانا، پینا، سونا، آرام، حوائج ضروریہ، اَعزاء واقارب سے معاملات اور عبادت وغیرہ۔

دوم:۔ کارِ رسالت یعنی تبلیغ و ہدایت و نصیحت کافروں یا غیر مسلموں کے لیئے بھی اور مومنین کے لیئے بھی نیز وحدتِ ملی، مفاد مسلمین اور حفاظت و جہاد کی مصروفیات۔

سوم:۔ تقاضائے عبدیت یعنی اللہ کو یاد کرنا، مصروفِ عبادت رہنا، اور اکبر کے حضور خود کو عاجز جاننا ہے۔

آخر الذکر دو حیثیتوں یعنی رسالت و عبدیت کے فرائض سے تو فارغ ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ حدیث شریف کے مطابق اہل جنت کو ان لمحات کا افسوس رہے گا جو دنیا میں اللہ کی یاد سے خالی گزریں گے سرکار ﷺ کے لیئے اس یاد اور عبادت سے تو فراغت کا سوال ہی نہیں ہے۔

چنانچہ فراغت کا حقیقی استعمال حوائج بشریت سے فراغت کے لیئے ہے اور ان سے فارغ ہونے کے بعد "فَانْصَبْ و فَرْغَبْ کا حکم ہے۔"

- "فَانْصَبْ" کے معنیٰ محنت کرنے کے حکم کے ہیں۔ جہاں تک محنت کرنے کا حکم ہے تو وہ دراصل جسمانی مشقت کے لیئے استعمال ہوتا ہے جس میں گفتار و کردار یعنی نصیحت و تعمیل کے

دونوں پہلو مضمر رہیں۔ یہ لفظ "کار منصب" یعنی فریضۂ رسالت کی ادائیگی سے معنوی قربت رکھتا ہے جس کے معنیٰ احکام الٰہی بیان کرنے اور خود ان پر عمل کرکے دکھانے کے ہیں کہ دونوں اعمال ظاہر یعنی بیان و تبلیغ اور عمل دونوں ہی محنت طلب ہیں یا نصاب کی حیثیت رکھتے ہیں؛ چنانچہ فارغ ہونے کے بعد پہلا حکم محنت کرنے "**فَانْصَبْ**" کا ہے۔ "کار نصاب انجام دینا"۔

- تیسرا حکم "**فَرْغَبْ**" ہے۔ اگر غور کریں تو "**فَانْصَبْ**" جسمانی یا عضلاتی وظیفہ ہے اور "**فَرْغَبْ**" ایک ذہنی یا قلبی کیفیت ہے جسے سرکار ﷺ کی نسبت سے "عبد عاجز" کا داخلی عمل یا احساساتی و ذہنی کیفیت کہا جاسکتا ہے؛ چنانچہ راقم کے نزدیک حکم بالا کو یوں بیان کیا جاسکتا ہے کہ "اے رسول! جب آپ اپنے بشری تقاضوں سے فارغ ہوں تو کارِ منصبی انجام دیتے رہیں اور اللہ کی طرف دل لگائے رہیں۔۔۔ "فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۝۷ وَ اِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ ۝۸" ۔۔۔"واللہ اَعلَمُ بِالصَّوَابِ"۔

حکم نمبر ۱۰۸۷

اے رسول ﷺ! پڑھیئے اپنے رب کے نام سے جس نے کُل مخلوق پیدا کی اورانسان کو خون کی پھٹکی (نطفۂ مخلوط) سے تخلیق کیا۔ پڑھیئے کہ آپ کا رب سب سے بڑا اکرم کرنے والا ہے جس نے قلم سے علم (لکھنا) سکھایا اورانسان کو وہ بتایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔

سُوْرَةُ الْعَلَق
آیت نمبر ۱ تا ۵

ارشاد ہے کہ:-

"اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۝۱" "پڑھیئے نام سے اپنے رب کے جس نے (سب کو) پیدا کیا (۱)" "خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝۲" "تخلیق / پیدا کیا انسان کو علق سے یعنی خون کی پھٹکی (نطفہٗ مخلوط) سے (۲)" "اِقْرَاْ وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝۳" "پڑھیئے اور آپ کا رب سب سے بڑا کرم کرنے والا ہے (۳)" "الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝۴" "جس نے علم دیا/ سکھایا قلم سے (لکھنا)(۴)" "عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝۵" "انسان کو وہ علم دیا جو اس کے پاس نہ تھا/ وہ سکھایا جو وہ جانتا نہ تھا۔(۵)

ازروئے تنزیل محوّلہ بالا پانچ آیات پہلی وحی اور پہلا حکم ہیں پڑھنے کے لیئے اپنے رب کے نام سے۔

جہاں رب کی پہلی صفتِ خلّاقیت بیان کی گئی ہے۔۔۔ انسان کو مخلوط نطفے کی پیداوار بتا کر۔۔ اللہ کی دوسری صفت سب سے بڑا کرم کرنے والا بیان کی گئی ہے اور اس کرم کی پہلی شان یہ بیان کی گئی ہے کہ اس نے انسان کو لکھنا پڑھنا سکھایا اور ان چیزوں کا علم دیا جو وہ نہیں جانتا تھا۔

ایسا ہی تذکرۂ علم اس وقت بھی کیا ہے جب آدم علیہ السّلام کو کل مخلوق پر شرف دے کر فرشتوں کو سجدے کا حکم دیا اور آدم کے شرف اور فرشتوں پر برتری کی وجہ علم کو قرار دیا۔۔۔ اسی علم کے ذکر سے قرآنِ حکیم کی ہدایات کا آغاز کر کے سرکار ﷺ کو "اِقْرَاْ" کا حکم دیا پھر اس "اِقْرَاْ" کے حکم کی شان یوں واضح فرمائی کہ اس حکم سے اپنے حبیب اُمّی کو "مَدِيْنَةُ الْعِلْمِ" بنا دیا۔ اور مومنین پر حصول علم کو لازم کیا۔

ان پانچ آیات میں "اِقْرَاْ" کا حکم دوبار ہے۔ اگر غور کریں تو یہ کلام جو اللہ کا کلام ہے اس کی قرأت سب سے پہلے اللہ کے حبیب نے ہی کی ہے ویسے لفظ قرأت جبریل علیہ السّلام امین کے

وحی سنانے کے لیئے بھی استعمال ہوا ہے مگر "حروف کے مخرجات سے قابلِ سماعت انداز میں آواز اور حلق کے ساتھ اس کلام اللہ کو سب سے پہلے ادا کرنے کا شرف پوری مخلوق میں سرکار ﷺ کو ہی حاصل ہے" اور یہ ہی قرأت کا حقیقی مفہوم ہے۔

اگر غور کریں تو گفتگو، کلام اور ابلاغ تو عالمِ خواب میں بھی ہوتا ہے مگر وہاں آواز نہیں ہوتی اور آواز کے ساتھ قرآن حکیم کی تلاوت میں پہل کر کے لوگوں کو سنانے کا شرف اللہ کے محبوب کو ہی حاصل ہے اور اسی کا فیض یہ ہے کہ وہ پورا کلام آج لاکھوں سینوں میں محفوظ اور کروڑوں زبانوں کا ورد ہے کہ کلام اللہ کا مگر قرأت اور بیان رسول ﷺ کا ہے۔۔ کہ آپ سے پہلے کوئی بھی پوری مخلوق میں اس کو قابل سماعت آواز و تلفظ میں بیان کرنے کا شرف حاصل نہیں کر سکا۔

حکم نمبر ۱۰۸۸

ہر گز اُس کے کہنے میں نہ آیئے اور اپنے رب کو سجدہ کر کے رب کا قرب حاصل رکھیئے۔۔

سُوْرَةُ الْعَلَق	آیت نمبر ۱۹

ارشاد ہے کہ "كَلَّاؕ لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ۩ علیہ السّلام ⁽¹⁹⁾ "ہر گز نہیں! اس کا کہنا نہ مانیئے اور سجدہ کیجیئے اور قریب رہیئے (اپنے اللہ سے)۔

آیت ھٰذا میں "اُس" کا اشارہ مفسّرین کے مطابق ابو جہل کی طرف ہے جو سرکار ﷺ کو نماز سے روکنے کی بار بار کوشش کرتا رہا ہے اس سے پہلے والی آیات میں اللہ نے نماز اور سجدے سے روکنے والے شخص کی درج ذیل "ارذل و اسفل" صفات بیان کی ہیں کہ وہ:۔

سرکش ہے۔۔۔خود کو بے نیاز سمجھتا ہے۔۔۔نماز سے منع کرتا ہے۔۔۔جھٹلانے والا۔۔۔ اور حق سے منہ موڑنے والا۔۔۔اور اپنی محفلوں پر ناز کرنے والا جہنمی ہے۔!

حکم نمبر ۱۰۸۹

اپنے دین کو اللہ کے لیئے خالص کر کے اسی کی عبادت کریں یکسو ہو کر۔۔اور قائم کریں نماز اور زکوٰۃ دیں۔یہی دین قائم رہنے والا سچا دین ہے۔

سُوْرَةُ الْبَيِّنَة آیت نمبر ۵

ارشاد ہے کہ "وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۙ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ ۝" ان کو کوئی حکم نہیں دیا گیا تھا سوائے اس کے کہ عبادت کریں اللہ کی خالص کر کے اس کے لیئے اپنے دین کو یکسوئی کے ساتھ۔۔اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں کہ یہ ہی سیدھا سچا دین ہے۔

مندرجہ بالا حکم مفسّرین کے مطابق سیاق سباق کے حوالے سے ان اہل کتاب کو دیا گیا تھا جو حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے ذریعے ہدایت پہنچنے کے باوجود اختلاف کرنے لگے تھے۔

آج بھی بیان کردہ مندرجہ بالا احکام اسلام کے بھی اساسی احکام میں شامل ہیں اور اللہ سے ڈرنے والے لوگوں کے لیئے جو تعمیل احکام اور نیک اعمال کریں جنت کی بشارت ہے اور کفر (انکار) اور شرک کرنے والوں کے لیئے ارشاد ہے کہ وہ ہمیشہ کے لیئے جہنم کی آگ میں رہیں گے۔

حکم نمبر ۱۰۹۰

انسان کو خسارے سے بچنے کے لیئے ایمان لانے، نیک کام کرنے، حق کی وصیت اور صبر کی تاکید کا ترغیبی حکم۔

سُوْرَةُ الْعَصْرِ آیت نمبر ۳

ارشاد ہے کہ ''اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ تَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ۬ وَ تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۧ﴿۳﴾'' مگر وہ (خسارے سے بچ گئے) جو ایمان لائے اور نیک کام کیئے۔۔۔ حق کی وصیت کی۔۔۔ اور صبر کا سبق دیا۔

مندرجہ بالا چاروں احکام انسان کو خسارے سے بچانے کے لیئے ہیں ورنہ انسان تو فطرتاً خواہشاتِ نفس کے دباؤ میں آکر گھاٹے کے کام ہی کرنے والا ہے، اسی لیئے ہر دور میں اگر پوری دنیا کے لوگوں کے عقائد کا جائزہ لیا جائے تو ان کی اکثریت گمرہی پر مائل نظر آئے گی جو خسارے کا موجب ہے۔

ایک شرح کے مطابق درج بالا چاروں نیکیوں کو خلفائے راشدین سے مُنتسب کیا جاسکتا ہے کہ:۔

- ایمان لانے میں پہل ابو بکر صدیق اکبرؓ نے فرمائی۔
- اعمالِ صالح کا بہترین نمونہ کہ خیر و شر میں فرق کرنے والے فاروق اعظمؓ تھے۔
- اور وصیت حق کے لیئے مظاہرۂ استقامت اور کارہائے خیر و خدمت دین کی بہترین علامت حضرت عثمان غنیؓ تھے۔

- اور سب سے آخر مگر سب سے مشکل کام یعنی صبر کا بہترین نمونہ "فقر و فاقہ و جہاد" کی منہ بولتی تصویر حضرت علیؓ تھے۔

اسی لیئے چاروں خلفا کے عہدِ خلافت کو خلافت رِاشدہ کا نام دیا گیا ہے اور اپنے رشتے کی علامت کے حوالے سے سرکار صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا ہے کہ ابو بکر و عمر میرے باپ (خسر) اور عثمان و علی میرے بیٹے (داماد) ہیں۔

حکم نمبر ۱۰۹۱

عیب جوئی کے خلاف سخت تنبیہ اور عیب جو کے انجام کی خرابی کا اعلان۔

سُوْرَةُ الْهُمَزَةِ	آیت نمبر ۱

ارشاد ہے کہ "وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ ﴿١﴾" ان تمام لوگوں کے لیئے / یا ہر اس شخص کے لیئے جو دوسروں کے عیب بیان کرے بڑی خرابی اور تباہی ہے۔

مندرجہ بالا آیت صرف چار الفاظ پر مشتمل ایک ترغیب یا در پردہ ایک چھوٹا سا حکم ہے مگر معاشرتی زندگی کی خوبی اور صحت مند معاشرے میں باہمی تعلقات کی خوشگواری کے حوالے سے انتہائی اہم نفسیاتی رویہ اور اعلیٰ اخلاقی قدر ہے۔

انسان کو سماجی جاندار اسی لیئے کہا گیا ہے کہ وہ باہم جوڑے بنا کر اولاد کی سُست رفتار نشو و نما میں اس کی پرورش کرنے کا فطری میلان رکھتا ہے جس کے سبب ہر انسان کو اور اس کے خاندان کو ایک معاشرتی اکائی کی حیثیت حاصل ہے اور ایسی تمام اکائیاں اگر ایک دوسرے سے معاونت و ہمدردی کا رویہ رکھیں تو صحت مند معاشرے کی تعمیر سے انفرادی زندگی بھی پر امن اور خوشگوار

ہوسکتی ہے مگر انسانی فلاحِ دارین کا سب سے بڑا دشمن شیطان ہے جو انسانی ذہن میں برائیاں ڈالتا ہے اور ان کے ارتکاب پر نفس کو مائل کرتا ہے۔ از روے لغت "هَمْزة" وسوسۂ شیطانی کو ہی کہتے ہیں جس کی ایک خاص شکل دوسروں سے ہمدردی اور پردہ پوشی کرنے کے برخلاف "عیب جوئی" ہے۔۔۔ آیتِ ھٰذا میں اسی رویّہ کے خلاف تنبیہ ہے کہ اللہ اس عمل کو پسند نہیں فرماتا کہ وہ خود "ستّار العیوب" یعنی دوسروں کے عیب کی پردہ پوشی کرنے والا ہے، اسی لیئے ارشاد ہوا کہ دوسروں کے منہ پر یا ان کے پیچھے ان کے عیب بیان کرنے کا انجام خرابی اور تباہی ہے۔ مناسب ہے کہ اگر کسی کی اصلاح مقصود ہو تو کسی بھی فرد کو اس کی کمزوری سے راز داری میں اس طرح آگاہ کرنا چاہیئے کہ نہ تو اس کی دل شکنی ہو اور نہ اس میں ضد پیدا ہو مگر اس کے خلاف کرنے والے آخرت میں بھی موجب سزا ہیں، اسی لیئے عیب بیانی اور عیب جوئی کو گناہ اور پردہ پوشی کو نیک عمل سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ اسلامی اخلاقی نظام کا ایک لازمہ ہے جو آیتِ ھٰذا میں ایک ترغیب، تنبیہ یا حکم کے معنیٰ رکھتا ہے کہ دوسرے کی کمزوریاں اور عیوب ظاہر نہ کئے جائیں بالخصوص مومنین کو ایک دوسرے کی پردہ داری کرنے اور عیب جوئی سے گریز کرنی چاہیئے۔

حکم نمبر ۱۰۹۲

خرابی اور تباہی اس کی بھی ہے جو مال و زر جمع کر کے رکھتا ہے اور اس کو بار بار گنتا اور شمار کرتا رہتا ہے۔

سُوْرَةُ الْهُمَزَة	آیت نمبر ۲ تا ۴

محوّلۂ بالا آیات سے قبل آیت نمبر ا میں جس شخص کی تباہی اور خرابی آخرت کی خبر دی گئی ہے اس کی ایک پہچان یہ بھی بتائی ہے کہ وہ مال و زر جمع کرتا ہے اور اس کو گن گن کر بار بار شمار کرتا

رہتا ہے اور سمجھتا ہے کہ یہ مال ہمیشہ اس کے پاس رہے گا۔ ایسا ہر گز نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ سب کچھ فنا ہو جائے گا اور مال وزر کی محبت کا انجام آخرت میں تباہی ہے کہ اس کو حُبِّ زر کے سبب جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔

دورِ حاضر کی معاشی موشگافیوں اور مالی تدابیر کے پیچھے یہی حُبِّ زر کا فریب کار فرما ہے۔ جو لوگ آخرت کو بھلا کر یا جھٹلا کر اس دنیاوی زندگی کو ہی سب کچھ سمجھتے ہیں وہ بڑے فریب میں ہیں۔ دولت دنیا تو ایک آزمائش ہے اور حُب زر اس آزمائش میں ناکامی ہے۔ ہر سرمایہ دار اور صاحبِ زرومال اگر یقین رکھے کہ اس کا روپیہ اور پیسہ پر اس کا تصرف عارضی ہے کہ مالک تو ہر شئے کا اللہ ہی ہے خواہ اس پر عارضی اور ظاہری تصرّف کسی کو بھی دیدیا جائے۔ امانت و دیانت کا تقاضہ یہ ہے کہ آدمی مال وزر سے محبت کر کے اسے بچا بچا کر رکھنے کے بجائے اللہ کی راہ میں خرچ کرے تو یہی اس کی کامیابی ہے۔ جو مال تجوریوں میں چھپا رکھا ہے وہ مٹی ہے (کہ کام نہیں آتا ہے) جو جمع کر کے چھوڑا جائے گا وہ دوسروں کا ہے۔۔۔ اور جو اللہ کی راہ میں خرچ کیا وہ ہی دراصل اپنا ہے کہ یہ اللہ کو قرض حسنہ ہے جو بڑھا چڑھا کر واپس کیا جائے گا مگر انفاق نہ کرنے والے اور مال جمع رکھنے اور اس کو بار بار گنّے اور شمار کرتے رہنے والے کا انجام خرابی اور تباہی ہے۔ ارشاد ہے کہ "وَيۡلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِۙ ۝١ ۨالَّذِىۡ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗۙ ۝٢ يَحۡسَبُ اَنَّ مَالَهٗۤ اَخۡلَدَهٗۚ ۝٣ كَلَّا لَيُنۡۢبَذَنَّ فِى الۡحُطَمَةِۖ ۝٤ "تباہی اور بربادی (آخرت کی ہے) اس کے لیئے ہے جو مال جمع کرتا ہے اور اس کو گن گن کر رکھتا ہے (۲) اور سمجھتا ہے کہ یہ مال اسی کے پاس رہے گا (۳) ہر گز نہیں وہ ضرور ایسی آگ میں ڈالا جائے گا جو اسے روند کر رکھ دے گی۔ (۴)

حکم نمبر ۱۰۹۳

قریش مکّہ کو چاہیئے کہ وہ ربّ کعبہ کی عبادت کریں کہ اس نے ان کو کعبے کے طفیل کھانے کے لیئے رزق کی فراہمی آسان کی اوران کو خوف سے امن بخشا۔

سُوْرَةُ قُرَيْش آیت نمبر ۳۔۴

آیاتِ محوّلہً بالا کی شانِ نزول یہ ہے کہ پہلے مکہ ٔمعظمہ میں غلّہ وغیرہ کی کاشت نہیں ہوتی تھی اور قریش اپنے لیئے سفر کرکے دوسرے ممالک سے اناج وغیرہ خرید کر لاتے تھے گرمی کے زمانے میں وہ عراق سے مال خریدا کرتے تھے کہ وہ سرسبز و شاداب اور نسبتاً ٹھنڈا علاقہ تھا اور سردی کے زمانے میں یمن سے خرید کرنے جاتے تھے کہ وہ گرم علاقہ تھا۔ وہ جہاں بھی جاتے تھے کعبہ ٔمکرّمہ کی نسبت سے ان کے ساتھ عزّت و احترام کا برتاؤ کیا جاتا تھا اور لوٹ مار کرنے والے رہزن اور ڈاکو بھی کعبہ کی نسبت سے قریش پر ہاتھ نہ ڈالتے تھے اور وہ لوٹ مار کے خوف سے آزاد پرامن زندگی گزارتے تھے۔ محوّلہ آیات کعبہ ٔ معظمہ کی نسبت سے حاصل ہونے والی گرمی اور سردی کے سفر کی سہولت اور خوف سے نجات یعنی حالت امن کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ قریش کو جو یہ سہولتیں کعبہ شریف کی نسبت سے حاصل ہیں ان کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان پر لازم ہے کہ وہ ربّ کعبہ کی ہی عبادت کریں۔ ارشاد ہے کہ "فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ ۝۳ الَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۥ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ۝۴" "سو چاہیئے کہ (قریش) وہ عبادت کریں اُس گھر کے رب کی (۳) جس نے کھانے کو دیا انہیں بھوک میں اور امن بخشا اُن کو خوف سے (۴)۔

حکم نمبر ۱۰۹۴

دین کو جھٹلانے، یتیم کو دھتکارنے اور بھوکے کو کھانا نہ کھلانے سے اجتناب کا درپردہ حکم۔ نیز نماز سے غفلت برتنے، دکھاوے کی نماز پڑھنے، اور حاجت مند کو تھوڑی سی چیز بھی نہ دینے والے کی خرابی اور تباہی کی خبر۔

سُوۡرَةُ الْمَاعُوْن	آیت نمبر ۱ تا ۷

سورۂ ھٰذا سات آیات پر مشتمل ہے اور ہر آیت میں اسلامی اخلاق کی ایک بنیادی قدر کی نفی کا تذکرہ ہے۔ متذکرہ اطوار، رویّوں اور کرداری نمونوں میں بعض کفّار و مشرکین کے رویّے ہیں اور بعض منافقین کے کردار کی تصویر کشی کرتے ہیں۔ ویسے تو سورۂ ھٰذا مکّی سورہ کی حیثیت سے معروف ہے مگر اس میں بعض آیات مدنی بھی ہیں۔ ان کے تعین میں اختلاف رائے کی بھی نشاندہی ہوتی ہے۔ قیاس صحیحہ کے مطابق منافقت کردار سے تعلق رکھنے والی آیات مدنی ہوسکتی ہیں کہ منافقین کا فتنہ مدنی زندگی میں ہی ملتا ہے اور کافرانہ رویّوں سے متعلق آیات کا مکی ہونا قرین قیاس ہے۔ حضرت ابن عباسؓ کے مطابق آیت نمبر (۴) میں "فَوَيۡلٌ لِّلۡمُصَلِّيۡنَ" خرابی ہے نمازیوں کے لیئے کا اشارہ منافقین کے لیئے ہے اور اگلی دو آیات بھی منافقانہ نماز سے ہی تعلق رکھتی ہیں اس لیئے آیت نمبر (۴) تا (۶) مدنی قرار دی جاسکتی ہیں۔ ابتدائی تین آیات مکی محسوس ہوتی ہیں کہ وہ

کافرانہ رویّہ کی نشان دہندہ ہیں اور آیت نمبر (۷) ایک عام خرابی کے لیئے بھی ہو سکتی ہے اور بعض شارحین کے مطابق زکوۃ نہ دینے والوں سے متعلق ہے۔

چنانچہ دین کو جھٹلانے ، یتیم کو دھتکارنے اور بھوکے کو کھانا نہ کھلانے اور نہ کھلانے کی ترغیب کے خلاف حکم امتناعی اخذ ہو تا ہے۔۔۔ اور دوسری خبرِ خرابی آخرت اور تباہی ان نمازیوں (یعنی منافقوں) کے لیئے ہے جو نماز کی طرف سے غفلت اور لاپروائی برتتے ہیں اور محض دکھاوے کے لیئے دوسروں کے سامنے نماز پڑھتے ہیں اس طریق منافقانہ کو ترک کرنے کا ترغیبی حکم اور اس پر کاربند ہونے سے اجتناب کا حکم اخذ ہو تا ہے۔۔ آخری آیت نمبر (۷) معمولی چیز بھی دوسروں کو نہ دینے کے رویّہ کے "خلاف حکم" ہے۔ معمولی چیز کا مفہوم بعض شارحین نے روزمرہ استعمال کی غیر اہم اور معمولی چیزیں وقتی استعمال کے لیئے دوسروں کو دینے سے مرادلی ہے۔۔۔ اور بعض شارحین کے مطابق یہ معمولی چیز کا اشارہ "ڈھائی فیصد "یعنی زکات کے لیئے ہے کہ اس کا تذکرہ نماز کے ساتھ کیا ہے۔

الغرض یہ کہ سورۂ ھٰذا کی ہر آیت ایک ترغیبی یا اجتنابی حکم سے تعلق رکھتی ہے جسے حسب ذیل بیان کیا جاسکتا ہے کہ:۔

1) دین کو نہ جھٹلاؤ۔
2) یتیم کو دھتکارو نہیں۔
3) بھوکے کو کھانا کھلاؤ اور کھلانے کی ترغیب۔
4) نماز کو خرابی کا موجب نہ بناؤ۔
5) کہ نماز کی طرف سے غفلت نہ برتو۔

6) دکھاوے کے لیئے نماز نہ پڑھو بلکہ اللہ کے لیئے۔

7) دوسروں کو معمولی چیز / یا زکوٰۃ دینے میں بخل نہ کرو۔۔۔

مندرجہ بالا سات احکام درجِ ذیل سات آیات (پوری سورۃ ماعون) سے ماخوذ ہیں۔ ارشاد ہے کہ

- "اَرَءَيْتَ الَّذِىْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ ۝١"
- دیکھا آپ نے اس شخص کو جو دین کو جھٹلاتا ہے؟ (۱)
- "فَذٰلِكَ الَّذِىْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ ۝٢"
- یہ وہی ہے جو یتیم کو دھتکارتا ہے (۲)
- "وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۝٣"
- اور مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتا (۳)
- "فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ۝٤"
- خرابی، تباہی ہے ایسے نماز پڑھنے والوں کی (۴)
- "الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۝٥"
- جو اپنی نماز سے غفلت برتتے ہیں (۵)
- "الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ ۝٦"
- وہ جو دکھاوے کے لیئے نماز پڑھتے ہیں (۶)

- "وَ يَمۡنَعُوۡنَ الۡمَاعُوۡنَ ۝۷"
- اور ذراسی چیز (روزمرّہ استعمال کی ادنیٰ چیزیں یا زکوٰۃ جو صرف ڈھائی فیصد چالیسواں حصہ) بھی دوسروں کو دینے سے روکتے اور منع کرتے ہیں۔

پہلے تین خصائص منکرین کے اور بعد والے منافقین کے ہیں اور آخری خاصیت شاید دونوں میں مشترک ہے۔

درپردہ حکم ہے مندرجہ بالا ساتوں اعمال سے بچنے اور پرہیز کرنے کا۔

حکم نمبر ۱۰۹۵

اوراے رسول ﷺ ! آپ اپنے رب کے لیئے نماز پڑھئے اور قربانی کیجیئے۔

سُوۡرَةُ الۡكَوۡثَر	آیت نمبر ۲

ارشاد ہے کہ "فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَ انۡحَرۡ ۝۲" آیت بالا میں دو الفاظ تشریح طلب ہیں۔ ایک "فَصَلِّ" ۔۔۔ اور دوسرا لفظ "وَ انۡحَرۡ" ۔۔۔ ویسے تو فَصَلِّ "" کے معنیٰ نماز کا حکم ہے اور "وَ انۡحَرۡ" قربانی کرنے کا حکم ہے۔

سوال یہ ہے کہ عام طور سے نماز پڑھنے کے ساتھ زکوٰۃ دینے کا حکم ملتا ہے مگر یہاں زکوٰت کے بجائے "قربانی کا حکم" ہے مگر قربانی کس کی دی جائے اور کب دی جائے کس طرح دی جائے یہ واضح نہیں ہے۔۔۔ مگر سورۂ ھٰذا کے نام "الکوثر" کا صحیح مفہوم سمجھنے کے بعد قربانی کا

تصور واضح ہو جاتا ہے جس کو عرفا نے بیان کیا ہو تو ہو۔۔ بالعموم شارحین و مفسّرین نے اس طور پر تشریح نہیں کی ہے جو راقم سمجھتا ہے۔۔ غور کیجئے تو حکم ھٰذا کے علاوہ اس سُورۂ پاک میں دو اور باتیں ارشاد کی گئی ہیں اول یہ ''ہم نے آپ کو کوثر عطا کی''۔۔۔ دوم یہ کہ آپ کا دشمن بے نام ونشان رہے گا۔۔۔ دوسری بات تو واضح ہے کہ آج'' دنیا میں قریشی، ہاشمی، صدیقی، فاروقی، عثمانی، علوی، عباسی، جعفری، کاظمی، رضوی، نقوی، قادری تو کثرت سے ملتے ہیں مگر ابو جہل وابولہب جیسے دشمنان اسلام کی اولاد کا نام ونشان نہیں ملتا جس سے ثابت ہوا کہ بے شک ''آپ ﷺ کا دشمن'' بے اولاد اور بے نام ونشان ہے۔۔۔

اب پہلی بات یعنی کوثر عطا کرنے کے مفہوم پر غور کیجئے تو بالعموم بیان شدہ ''تصور کوثر'' جنت کی ایک نہر یا چشمہ کے لیئے ہے۔۔۔ اس نہر یا چشمہ کو کوثر اس لیئے کہا جاتا ہے کہ اس میں مشروب نہایت کثرت کے ساتھ ہے جو ختم نہیں ہو گا۔۔۔ ظاہر ہے کہ یہ خاصہ یعنی کثرت اور ختم نہ ہونا تو جنت کے تمام ہی انعامات کے ساتھ وابستہ ہے، اس لیئے کثرت عطا کرنے کے معنیٰ انعامات جنت بھی لیئے جاسکتے ہیں مگر ان کی نسبت سے ''قربانی'' کا کیا تصور ہے؟

غور کیجئے تو بات واضح ہوتی ہے کہ ''موجود'' کی دو ہی صفات ہیں:

- ایک وحدت
- دوسری کثرت

وحدت مخصوص ہے اللہ کی ذات پاک کے لیئے اور جو کچھ تخلیق ہے وہ جوڑوں میں ہے یعنی اللہ کے سوا جو کچھ ہے وہ ''وحدت'' نہیں ہے ''کثرت ہے'' چنانچہ کثرت عطا کرنے کے معنیٰ یہ ہیں کہ اللہ نے سرکار ﷺ کو تمام ہی مخلوق عطا فرمادی اور تمام ہی عالموں کے لیئے رحمت بنایا۔

اس حوالے سے ارشاد ہوا کہ ہم نے تو پوری "کثرت"۔۔۔ "کوثر" آپ کو عطا کر دی مگر آپ اس کو اللہ کے لیئے قربان کر کے اس کی عبادت یا نماز میں مشغول و مصروف رہیں۔۔۔ اور اگر اس حکم کو سرکار ﷺ کے علاوہ پوری امت مسلمہ پر منطبق کیا جائے تو صلوٰۃ کے مفہوم کی تشریح سے ایک عجیب رمز سامنے آتا ہے کہ قرآنِ پاک کے مطابق صلوٰۃ جب رسول پاک ﷺ اور آپ کی امت کی طرف سے اللہ کے لیئے ہے تو نماز ہے۔

اور جب اللہ اوراس کے فرشتوں اور مومنین کی طرف رسول پاک ﷺ کے لیئے صلوٰۃ ہے تو

"درود" ہے اوراسی مفہوم میں نظام صلوٰۃ قائم کرنے کا حکم ہے کہ درود تو نماز کے بغیر بھی ممکن ہے مگر نماز بغیر درود کے ہو ہی نہیں سکتی! "واللہ واعلم بالصواب"

حکم نمبر ۱۰۹۶

کہہ دیجئے کہ اے کافرو! جن کی تم عبادت کرتے ہو میں ان کی عبادت نہیں کرتا اور نہ تم اس کی عبادت (غیر کی شرکت کے بغیر) کرتے ہو جس کی عبادت میں کرتا ہوں اور نہ میں ان کی عبادت کر نے والا ہوں جن کی تم عبادت کرتے ہو اور نہ تم اس کی عبادت کرنے

والے ہو جس کی عبادت میں کرتا ہوں۔ تمہارا دین تمہارے لیئے اور میرا دین میرے لیئے ہے۔

سُوْرَةُ الْكٰفِرُوْن
آیت نمبر ۱ تا ٦

یہ سورۂ مبارکہ چھ آیات پر مشتمل ہے۔بہ لحاظ "ترتیبِ نزول" اٹھارویں نمبر پر اور "ترتیب تلاوت" کی روسے ایک سونونمبر (۱۰۹) کی سورت ہے اور مکہ معظمہ میں نازل ہوئی ہے یہ پوری کی پوری سورۃ ایک ہی حکم پر مشتمل ہے اور اس حکم فیصل کا پس منظر یہ ہے کہ جب مکہ کے بڑے کافروں نے دعوت کی مقبولیت کو روز بروز بڑھتے دیکھا تو وہ اہل ایمان سے مصالحت پر مائل ہو کر سرکار ﷺ کو طرح طرح کی پیشکشیں کرنے لگے ان میں ہی ایک تجویز باہم ایک دوسرے کے طریقۂ عبادت کو ایک، ایک سال کے لیئے اپنانے کی تھی۔۔۔اور دوسری یہ تھی کہ باہم ایک دوسرے کو ہر دو کے معبودوں کو تسلیم کرکے برا کہنا چھوڑ دینا چاہیئے۔ ظاہر ہے کہ ہر دو شکل میں عقیدۂ توحید کی نفی اور شرک کی اثبات ہوتی تھی اس لیئے یہ فیصلہ کن حکم نازل ہوا جو آج تک نافذ العمل ہے اور تاقیامت رہے گا۔ ارشاد ہے کہ "قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۝١ لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ۝٢ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۝٣ وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ۝٤ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۝٥ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ۝٦" "کہہ دیجیئے کہ اے کافرو! جن کی تم عبادت کرتے ہو میں ان کی عبادت نہیں کرتا اور نہ تم اس کی عبادت (غیر کی شرکت کے بغیر) کرتے ہو جس کی عبادت میں کرتا ہوں اور نہ میں ان کی عبادت کرنے والا ہوں جن کی تم عبادت کرتے ہو اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی عبادت میں کرتا ہوں۔ تمہارا دین تمہارے لیئے اور میرا دین میرے لیئے ہے۔"

حکم نمبر ۱۰۹۷

تسبیح کیجیئے اپنے رب کی حمد کے ساتھ اوراس سے مغفرت طلب کیجئے کہ وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔

سُوْرَةُ النَّصر آیت نمبر ۳

سورۂ ھٰذا ترتیب تنزیل کے لحاظ سے قرآن حکیم کی آخری سورۃ ہے۔ سورۃ ھٰذا میں حوالہ ''وَالْفَتْحُ'' فتح مکہ کی جانب ہے۔ جب لوگ گروہ در گروہ ایمان لاکر داخل اسلام ہورہے تھے اس حوالے سے سرکار ﷺ کو اور آپ کی مخاطبت سے مہاجرین وانصار اور فتح مکہ کے بعد داخل اسلام ہونے والے سارے ہی اہل ایمان کو ایک ہی آیت شریفہ میں درج ذیل تین حکم دیئے گئے ہیں۔

- تسبیح کرو
- حمد کرو
- مغفرت طلب کرو

یہاں تسبیح اور حمد دو مختلف احکام ہیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان دونوں الفاظ کا ''مفہوم امتیازی'' کیا ہے؟ تسبیح کے معنیٰ اردو میں پاکی بیان کرنے کے ہیں۔۔ اور حمد کے معنیٰ تعریف کرنے کے ہیں۔

''فَسَبِّحْ'' کا مفہوم یہ ہے کہ کفّار و مشرکین جو اللہ کے وجود کے تو منکر نہیں تھے مگر اس کے ساتھ بت پرستی اور شرک کی نجاستون کو وابستہ کرتے تھے، چنانچہ اہلِ ایمان کو حکم دیا گیا کہ

کافروں اور مشرکوں کی وابستہ کی ہوئی گندیا نجاست سے اللہ کو برتر واعلیٰ یعنی پاک اور برتر واعلیٰ سمجھ کے اس کی تعریف یعنی ''حمد'' کریں۔ حمد کے معنیٰ تعریف ہے جس کا مفہوم وہ صفات بیان کرنا ہے جن سے ذات کا بھرپور تعارف ہو۔

مختصراً یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ۔

''تسبیح اللہ کی سلبی صفات کی نفی کرنا اور حمد اس کی ایجابی صفات کی اثبات کرنا ہے اور استغفار اپنی غلطیوں، خطاؤں اور قصور سے دستبردار ہو کر معافی مانگنا ہے۔''

مندرجۂ بالا حکم میں یہی تین ہدایات ہیں مخاطبت سرکار ﷺ سے ہے مگر نفاذ اس کا تمام ہی نئے اور پرانے سارے اہلِ ایمان پر لازم ہے۔

حکم نمبر ۱۰۹۸

اے رسول ﷺ کہیۓ (اعلان کر دیجۓ) کہ وہ اللہ واحد ہے۔ اللہ تمام حاجتوں سے بالا و برتر ہے۔ نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے۔ اور کوئی بھی اس کا ہمسر و مانند نہیں ہے۔

سُوْرَۃُ الْاِخْلَاص	آیت نمبر ۱ تا ۴

سُورَۂ ھٰذا ترتیب تنزیل کے لحاظ سے نمبر ۲۲ کی سورہ ہے اور ترتیب تلاوت کی رو سے دو سورتوں سے پہلے نمبر (۱۱۲) کی سورہ ہے۔ یہ چار آیات پر مشتمل ہے اور اس میں کمال جامعیت و

اختصار سے تصور توحید کامل بلاغت کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے۔ بطور حکم سورۃ الکٰفِرون کے بعد یہ وہ سورت ہے جو پوری کی پوری ایک مکمل حکم ہے اور عمل سے زیادہ پختگیٔ عقیدے کا سبق دیتی ہے یا تسلیم توحید کا حکم ہے۔ سرکار ﷺ کے ارشادِ مبارک کے مطابق تین بار اس کی تلاوت کا ثواب پورے قرآن حکیم کی تلاوت کے برابر ہے۔

سورۂ ھٰذا میں عقیدۂ توحید کی تفہیم و تسلیم کے لیئے چار خصوصیات یا صفات ربّی بیان کی گئی ہیں:۔

اوّل: یہ کہ اللہ ایک "اَحد" ہے۔ یہ لفظ "واحد" سے زیادہ معتبر اس لیئے ہے کہ واحد تو شمار کے لحاظ سے بھی "ایک" کے لیئے استعمال ہوتا ہے، مگر "احد" کا لفظ یکتا کے معنی رکھتا ہے جس میں واحد ہونے اور لاثانی ہونے کے دونوں مفاہیم یکجا ہیں۔

دوم: یہ کہ دوسری صفت "صمدیت" کی بیان کی گئی ہے، جو از خود ایک مکمل تصور ہونے کے ساتھ "احدیت" کے مفہوم کو بھی اجاگر کرتی ہے اور وہ صفت صمد ہونا تمام حاجتوں سے بالاتر ہونا ہے۔ یہ وہ صفت ہے جو صرف اللہ کی ہے اور کسی مخلوق کی نہیں کہ ہر مخلوق اور ہر وجود کے ساتھ کچھ حاجتوں کا تصور لازم ہے مگر اللہ حاجتوں سے بالاتر یعنی "صمد" ہے کہ پوری مخلوق اپنی حاجتوں کے لیئے اسی کی طرف رجوع کرتی مگر وہ خود بے نیاز ہے۔

سوم: یہ کہ وہ رشتوں اور تولید کی نسبت سے بھی بالا و اعلیٰ ہے کہ نہ تو اس سے کوئی اولاد ہے اور نہ وہ خود کسی کی اولاد ہے۔ والد و مولود ہونا حیوانی صفت ہے جو اس کی ذات پاک کے لیئے "سلبی" ہے۔

چوتھی: صفت عالیہ اس کا "کفو" نہ ہونا ہے عرف عام میں مراد اہل خاندان سے ہے اور از رو سے لغت "ہم جنس وہم نسب، مانند اور مثل" کے معنیٰ رکھتا ہے کہ یہ خصوصیات توحید کی نفی کرتی ہیں اور اس کی نفی سے تصور توحید واضح ہوتا ہے۔

چنانچہ سورۂ ھٰذا میں ان چاروں صفات توحید کا زبان و قلب سے اقرار کرنے کا حکم ہے۔ اقرار قلب کا گواہ خود انسان کا نفس اور اقرار زبان کے گواہ دوسرے نفوس ہوتے ہیں چنانچہ عقیدۂ توحید کے اعتراف کے لیئے "قل" کہہ کر دونوں قسم کے گواہوں کی نشاندہی کی گئی ہے۔ ارشاد ہے کہ "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ ۙ وَ لَمْ يُوْلَدْ ۝ وَ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝ "کہہ دیجیئے وہ اللہ یکتا ہے (۱) اللہ بے نیاز اور سب اس کے محتاج ہیں (۲) نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ خود کسی کی اولاد (۳) اور کوئی بھی دوسرا اس کے مانند وہمسر نہیں ہے (۴)۔

حکم نمبر ۱۰۹۹

کہیئے اے رسول ﷺ کہ میں صبح کی پہلی کرن پیدا کرنے والے "رَبِّ الْفَلَقِ" کی پناہ میں آتا ہوں ان تمام شروں سے بچ کر جو تخلیق کیئے گئے اور (ڈھلتے چاند کی) تاریک راتوں کے اندھیرے والے شر سے جب اندھیرا چھا جائے۔۔ اور گنڈے بنانے والی گرہ ڈالنے والیوں کے شر سے اور حاسدوں کے شر سے، جب دشمنی کریں۔

سُوۡرَۃُ الۡفَلَق

آیت نمبر ۱ تا ۵

سورۂ ھٰذا پانچ آیات پر مشتمل ہے جن میں مختلف اقسام کے شر سے بچ کر اللہ کی پناہ میں آنے یا پناہ مانگنے کا حکم دیا گیا ہے وہ بھی حکم سابقہ کی طرح ''قل'' کے تابع ہے یعنی اللہ کی پناہ مانگنے یا پناہ میں آنے کا اعلان قلب و لسان کی ہم آہنگی کے ساتھ ہے کہ اس کا گواہ خود فرد کا نفس بھی ہو اور اس کے قول کا سننے والا بھی۔

پہلا قابل وضاحت لفظ ''اَعُوۡذُ'' ہے جس کے معنٰی پناہ طلب کرنے کے ہیں۔ انسان کے لیئے حکم ہے شر اور شیطان سے بچ کر اللہ کی پناہ میں آنے کا۔ ملحوظ رہے کہ یہ دونوں بھی اللہ کی ہی مخلوق ہیں چنانچہ ان کا تدارک بھی اللہ کی ہی پناہ ہے۔ حکم ھٰذا پناہ طلبی کے لیئے اللہ کے ''رب فلق'' ہونے کی صفت کا حوالہ ہے اور فلق کے عام معنٰی تو کسی پردہ کے پھٹ کر اس سے کچھ ظاہر ہونے کے ہیں کہ یہ لفظ تخلیقِ کائنات کے ابتدائی عمل کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے اور سورۂ ھٰذا میں ''فلق'' کا لفظ رات کی تاریکی کا پردہ چاک کر کے ظاہر ہونے والی پہلی روشنی کے لیئے استعمال ہوا ہے۔ یہ حوالہ اس لیئے بلیغ ہے کہ شر کے اکثر کام تاریکی میں ہی انجام دیئے جاتے ہیں اور روشنی ان کی رد ہے۔ چنانچہ شر سے بچنے کے لیئے پہلی روشنی کے رب کی پناہ، میں آنے کا حکم ہے۔ ''قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ الۡفَلَقِ ۙ﴿۱﴾ مِنۡ شَرِّ مَا خَلَقَ ۙ﴿۲﴾'' میں صبح کی روشنی کے رب کی پناہ میں آتا ہوں ان تمام شروں سے جو تخلیق کیئے گیئے۔۔۔۔ اس کے بعد بعض شروں کی نشاندہی بھی کی گئی ہے بالخصوص وہ شر جو جادوٹونے اور گنڈوں سے متعلق ہیں۔ ارشاد ہے کہ (پناہ) ''وَ مِنۡ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۙ﴿۳﴾'' اور تاریک راتوں کے شر سے جب اندھیرا چھاجائے (۳) ''وَ مِنۡ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی

الْعُقَدِ ۝٤ "اور عورتوں کے ان شروں سے جو وہ گنڈوں میں گانٹھیں ڈال کر کرتی ہیں(۴)" وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ۝٥ "اور دشمنوں کے شر سے جو وہ دشمنی میں کرتے ہیں۔

سورۂ ھٰذا کا شانِ نزول یہ ہے کہ جب "لَبِیْد بن اعصم" یہودی اور اس کی بیٹیوں نے سرکار ﷺ پر جادو کیا اور آپ کے جسم مبارک پر جادو کے اثرات مرتب ہونے لگے تو سورۂ ھٰذا اور سورۃ الناس کا نزول ہوا کہ یہ دونوں سورتیں جادو ٹونے، گندے عملیات اور جن وانس کے شر سے رد کے لیئے شفاء ہیں۔

حکم نمبر ۱۱۰۰

کہیئے کہ میں انسانوں کے رب کی پناہ میں آتا ہوں۔۔جو انسانوں کا بادشاہ اور ان کا معبود واحد ہے۔۔ان شروں سے بچ کر جو خنّاس وسوسوں کے ذریعے انسانوں کے قلب و ذہن میں ڈالتا ہے وہ جنّوں (جِنّاتوں) میں سے ہو یا انسانوں میں سے۔

سُوْرَةُ النَّاس
آیت نمبر ۱ تا ۶

یہ سورۂ مبارکہ قرآنِ حکیم کی آخری سورہ ہے۔ ترتیبِ نزول کے اعتبار سے سورۂ فلق کے بعد یعنی (۲۱) اکیسویں سورہ ہے جس میں "جِنّ وِانسُ کے "خناس کے ذریعے وسوسوں سے ڈالے جانے والے "جن ّ وِانسُ کے "شر اور اس کے اثرات سے بچنے کے لیئے لوگوں کو / انسانوں کے رب اوران کے بادشاہ اور معبودِ واحد کی پناہ میں آنے کا حکم "قل" کے ہی زیر اثر ہے۔ یعنی ایسا اقرار جو

صداقت قلب ولسان کے ذریعے اس طرح کیا جائے کہ خود اپنا نفس بھی اور دوسرا سننے والا بھی گواہ ہو۔ ارشاد ہے کہ "قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝١ مَلِكِ النَّاسِ ۝٢ اِلٰهِ النَّاسِ ۝٣ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۙ الْخَنَّاسِ ۝٤ الَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۝٥ مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاسِ ۝٦" کہیئے کہ میں پناہ میں آتا ہوں انسانوں کے رب کی (۱) انسانوں کے بادشاہ کی (۲) انسانوں کے معبودِ واحد کی (۳) خناس کے وسوسوں کے شر سے (۴) جو وسوسہ ڈالتا ہے وہ انسانوں کے قلب وذہن میں (۵) جنّوں میں سے یا انسانوں میں سے۔ (۶)

تحقیقات و تعلیمِ جدید کی روشنی میں اگر دیکھا جائے تو سورۂ ھٰذا جملہ نفسیاتی امراض کا بہترین تدارک ہے کہ تمام نفسیاتی امراض وسوسوں سے اور ان کے لاشعور میں دبنے سے ہی پیدا ہوتے ہیں جس کو Unconscious Repression of Conflict کہتے ہیں۔

واللہ اعلم بالصواب۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ وَ اَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ وَ رَضِیۡتُ لَکُمُ الۡاِسۡلَامَ دِیۡنًا ؕ

(المائدۃ۔۳)

آج مکمل کر دیا ہے میں نے تمہارے لیئے تمہارا دین اور پوری کر دی ہے تم پر اپنی نعمت اور پسند کیا ہے تمہارے لیئے اسلام کو بطور دین۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

”حاصل مطالعہ“

كُلُّ مَنۡ عَلَيۡهَا فَانٍ ۚۖ ﴿۲۶﴾

وَّ يَبۡقٰى وَجۡهُ رَبِّكَ ذُو الۡجَلٰلِ وَالۡاِكۡرَامِ ۚ ﴿۲۷﴾

صَدَقَ اللّٰہُ الۡعَظِیۡمِ

یہ دن بھی نہیں ہوں گے نہ یہ رات رہے گی
باقی فقط اللہ کی ایک ذات رہے گی

(فائق بدایونی)